

نفوسِ موعظت

جس میں موجودہ حالات میں بین الاقوامی اور
ملکی مسائل و حالات اور خود مسلمانوں کی ذمہ داریوں
پر روشنی ڈالی گئی ہے اور مختلف حادثات اور تاریخی
واقعات کے پس منظر میں عبرت و موعظت کے
پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

تالیف

مولانا خالد سیف (رحمہ اللہ)

ناشر

زمزم پبلشرز

نور محمدیہ ماہیت آباد ویرانہ کلاں

فکر و فکر پرستی کا تاریخی جائزہ

”فکر و فکر“ (عربی و پشت) کے مصنفات اور مصنفات نے اپنی کتابوں میں جو افکار و خیالات پیش کیے ہیں، ان میں سے کچھ افکار و خیالات کو اس میں بطور اب پائے گئے ہیں، ان میں سے کچھ افکار و خیالات کو اس میں بطور اب پائے گئے ہیں۔

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

اور ان کے افکار و خیالات کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ افکار و خیالات غلط ہیں، یہ کہنا کہ یہ افکار و خیالات غلط ہیں۔

فکر و فکر پرستی کا تاریخی جائزہ

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

Madaniwah Arabia, Dammam
P.O. Box 200000, Dammam 31421, Saudi Arabia
Fax: +966 3 860 2222

AL FAROOQ INTERNATIONAL
P.O. Box 200000, Dammam 31421, Saudi Arabia
Tel: +966 3 860 2222

ISLAMIC BOOK CENTRE
P.O. Box 200000, Dammam 31421, Saudi Arabia
Tel: +966 3 860 2222

Ar-Ran Academy Ltd
P.O. Box 200000, Dammam 31421, Saudi Arabia
Tel: +966 3 860 2222

فکر و فکر پرستی کا تاریخی جائزہ

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

”فکر و فکر“ کے مصنفات اور مصنفات

فہرست مضامین

۷ پیش لفظ	❖
۸ عرض مرتب	❖
۱۲ دو کمر دار	❖
۱۵ قرآن مجید اور ہماری ذمہ داری	❖
۱۹ انتہیت کے ذریعہ تحریف قرآن کی سازش	❖
۲۴ شب قدر — انسانیت کی شبِ نجات	❖
۲۷ بعدی و انگساری کا مہینہ	❖
۳۱ نیکیوں کی فصل بہار	❖
۳۴ صبر کی تربیت	❖
۳۷ رمضان المبارک کا بیخام	❖
۳۹ تقویٰ — روزہ کا اصل مقصد	❖
۵۳ عید کا بیخام — اہمیت مسلمہ کے کام	❖
۵۹ اسلامی تہوارِ تقہرِ عیب و ستائشی کا نمونہ	❖
۶۰ غم کے ذریعہ سایہ عیسیٰ	❖
۶۹ اسوۂ کبرا آبی	❖
۷۹ اجتری کی کشندہ	❖
۷۵ اسوۂ حسنین	❖
۸۲ اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت	❖
۸۹ ادھر دیا کہ لودھرواغل خزانہ ہوا	❖

- ۲۰۵ زندگی کی رشتہ
- ۲۱۰ ایک عقلمند کا خدمتِ اقدس کی حدیثیں
- ۲۱۵ انجیل سے زور دینا میراث کا دوا
- ۲۲۰ تو صرف پیچھے بنے ہو
- ۲۲۴ چشمِ سیاہ پر سو گرائی توں بھی ہے
- ۲۳۰ پھر کسی صلاحِ اعلیٰ کی اپنی کی ضرورت ہے
- ۲۳۵ تو تیرا زمانہ چل رہا تھا
- ۲۴۱ کیا ہم اس لئے اچھے بھی تیار نہیں ہیں؟
- ۲۴۷ یہ بے غور آتی ہے اس قوم کے قسوں سے
- ۲۵۲ کہ خوبیاں بڑا انجم سے ہوتی ہے بھر پورا
- ۲۵۹ کمال رہا ہے ہر ایک سے کہ وہ بڑی میرانی
- ۲۶۳ بہادر ہو کہ خراسان
- ۲۶۷ بیوی صدی کا ستارہ
- ۲۷۳ اپنی مادرِ کو چاہئے
- ۲۸۸ صبر ایک تدبیر ہے
- ۲۹۴ پڑ پکڑ کا جواب قتل سے
- ۳۰۱ دولت دین — سب سے اہم قرینہ
- ۳۰۶ ایک اہم قرینہ جس سے ہم ناسخ ہیں
- ۳۱۵ مسلمانانِ ہند کا ایک اہم قرینہ
- ۳۲۱ کاش! ہم میں بھی کوئی شیخِ عباسی نہ ہو
- ۳۲۷ نہایت اہم کام

- ۳۳۳ میں آنسو نہ جمائے
- ۳۳۸ اور یہ تیری نہ متھی
- ۳۳۵ وقت کا چراغ
- ۳۵۶ یہ ضربِ محسوس نہیں دھمکاؤں پر کیا؟
- ۳۵۷ دو ایک چہرہ دیکھتے تو کہیں مجھتے ہے
- ۳۶۱ کامیابی کو ٹکیر



پیش لفظ

دنیا مسلسل تغیر پے رہ رہا اور واقعات و حادثات کی آماجگاہ ہے، مثلاً کوئی انسان نہ رہتا ہو، کوئی خوش کن یا غم انگیز ہو، زندگی یا سماجی و اقتصادی پیش نہ آتا ہو، بعض واقعات ایمان و عقیدہ کا حصہ ہیں، بعض وہ ہیں جن کو تاریخ کے واسطے سے کافور نے نہایت اور بعض وہ ہیں جنہیں سر کی ہتھکڑیوں سے دیکھا جاتا ہے، قتل، طعن کا تقاضا یہ ہے کہ ان واقعات میں عبرت و موعظت کے نقوش تلاش کئے جائیں، اور اپنی عملی زندگی میں رہنمائی حاصل کی جائے۔

چنانچہ راقم الحروف روزنامہ "منصف" کے کالم "شمع فروزاں" میں بعض اوقات اس پہلو سے بھی قلم اٹھاتا رہا ہے، ایسے ہی مضامین کا مجموعہ "تقریر و خطبہ" کے عنوان سے پیش کیا جا رہا ہے، یہ مضامین متنوع موضوعات پر ہیں، اور ان میں قلم مشترک بھی ہے کہ پروانہ کو عبرت سمیز اور موعظت خیز نظر سے دیکھا جائے۔

اس سے پہلے ۱۹۹۹ء میں شمع فروزاں کالم کے تحت شائع ہونے والے مضامین کا ایک مجموعہ "شمع فروزاں" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے، جس میں تمام مضامین ایک ساتھ شریک اشاعت ہیں، اب کئی سال کے مضامین جمع ہو گئے تھے، اور ان کی نفاست بھی ابھی خاصی ہوئی، اس لئے مزید سب سمجھا گیا کہ اسے ایک مشترک نام دیا جائے، کہوں کہ اس کا بیرونی مقصد یہی ہے کہ عمل کی دعوت دی جائے اور اپنی عملی زندگی کا اقتدار کیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ موضوع کی مناسبت سے اس میں مختلف کمونوں کی مستقل حیثیت بھی ہے۔

— اس پہلے مجموعہ کی ترتیب عزیز گرامی مولانا شہد علی قاسمی (رحمۃ اللہ علیہ) مولانا سلاوی حیدر آبادی نے انجام دی ہے، مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اجر خیر عطا فرمائے، اور اس کتاب کو لوگوں کے لئے ذریعہ ہلانے، نیز اس حقیر کے لئے ذخیرہ آخرت فرمائے، اللہ ہو فاعلم۔

۱۲ شعبان ۱۴۲۵ھ

خالد سیف اللہ رحمانی

۱۹ ستمبر ۲۰۰۴ء

(خالد سیف اللہ رحمانی مولانا سلاوی حیدر آبادی)

— (تقریر و خطبہ) —

عرض مرتب

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو جو دیکھنے کے بعد جب معجزات انسان کو اس میں آیا دیکھ تو جہاں اس دنیا کی بیکری درست آرام اور اس کی جملہ ضروریات کا سامان فراہم کیا اور اس کے ہاتھوں دنیا کی ساری نعمتیں اور لطفیں رکھیں، وہیں ان کی ہدایت اور ہمتی کے ذریعہ بھی پیدا فرمائے، تاکہ انسان اپنے خالق و مالک کی مرضیت کے مطابق زندگی گزارے۔

ان ہی ہدایات اور معجزات و معجزات کی چیزوں میں آیت کائنات کا وسیع نظام، اس میں کارفرما قانون، فطرت اور کونی و اصول کے تحت پیش آنے والے واقعات و حوادث بھی ہیں، یہ وسیع کائنات اور اس میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات جتنے ایک نظام کے تابع ہیں اور کھنڈ انسانی نہیں، خود کرمیں تو ان امور میں بھی بڑی حکمتیں اور انسان کے لئے ہدایتیں پوشیدہ ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ ہمیں اپنے خالق کی بندگی کرنے کی دعوت دیتا اور تہہ متقدم پر تہہ کی رہنمائی کرتا ہے، گویا زمین کے سینے پر ہونے والے ہر گدہ یا نور غیبی ہر گدہ سر پایتہ سم اور خاموشی بادی ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اکثر جہوں پر کائناتی نظام کے ذکر کے بعد اس سے سبق حاصل کرنے کا حکم دیا ہے: "فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ"۔

یعنی حال: یہ میں رہنا ہونے والے معمولی و غیر معمولی حوادث و واقعات کا ہے، یہ واقعات کونی نظام کے تحت پیش آتے ہیں، لیکن ان کے اندر بھی ہمارے لئے بڑا پیغام ہوتا ہے، یہ ہماری کوتاہیوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں، آئندہ ان سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں اور بعض واقعات تو اسی لئے وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ خدا کی نافرمانیوں میں مشغول بندہ چائے کہ اپنے خالق کو یاد کرے، پس ایک مسلمان کا

شیعہ یہ یوں چاہتے ہیں کہ وہ واقعات و حراوت کے طاہرینِ سیلاب کے ساتھ ساتھ اس کے مہلِ حوا میں کوئی ایکہ آئندہ میں سے سنی حاصل کر سکیں اور مسبب اسباب کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

تھانویہ حضرت مولانا محمد سیف اللہ رحمانی (الحداد کا سایہ تادیر قائم رکھے) نے اپنی رسالہ سے اردو کے کثیر الشاعت اخبار روزنامہ ”منصف“ ”میدرآباد“ کے مترجم اور ایڈیشن میں ”شیعہ فروغ“ کے عنوان سے مستحق کا لکھ رکھا ہے جس میں آپ کا یہ کام بڑے شوق و ذوق کے ساتھ چھپا جاتا ہے، اس کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس دن کا اخبار نگریام کے مقابلہ میں ہزاروں روزنامے ہوتے ہیں اور قارئین کی بڑی تعداد ان مضامین کی قائل بنا کر محفوظ رکھتی ہے۔ یہ مضامین تصدیق ہوتے ہیں، ان میں مسلمانوں کی رہنمائی بھی ہوتی ہے اور ان کے مسائل کا تجزیہ بھی، معاشرتی مسائل پر اظہارِ خیال بھی اور نئے مسائل کا حل بھی، مسلمانوں کی بہتری کے اسباب بھی یہ ان کے جاتے ہیں اور آئے جاتے ہیں اور سب سے بھی نکھایا جاتا ہے۔

یہ نگہبائے رگزارنگ اور پیش قیمت صدفِ ریحہ۔ روزنامہ ”منصف“ کی فیسوں میں منتشر تھے مرقہ نے انہی خاکوں سے کچھ جہر پہاڑوں کو جمع کیا ہے جو ”توحشِ مہمضت“ کے عنوان سے قارئین کی خدمت میں پیش ہیں، اس مجموعہ میں وہ مضامین شامل ہیں جو حالات و واقعات سے متعلق ہیں اور جنہیں استاذِ محترم نے درجِ عبرت کی شکل میں پیش کیا ہے اور ان میں موجودوری و موعظت کے پہلو کو نمایاں کیا ہے، اسی طرح چند مضامین دعوت سے متعلق بھی ہیں جن میں غیر مسلموں میں دعوتِ کامی کی طرف مسلمانوں کو متوجہ کیا گیا ہے اور اس اہم فریضہ کی ضرورت و اہمیت جلتے ہوئے اس کی طرف سے بے توجہی کے نقصانات کو واضح کیا گیا ہے۔

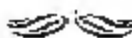
یہ مضامین بہت اہم اور قیمتی ہیں، شہرہ اور ادبی چاشنی سے بھر چور زبان کے ساتھ استاذ محترم کا سوز و رونا اور اندرونی تڑپ بھی جبین اسطور سے جھلکتا نظر آتا ہے۔ افسوس ہے کہ قارئین 'سے شوق کے ہاتھوں' نہیں گئے اور حضرت الاستاذ مدظلہ کی دیگر کتابوں کی طرح یہ مجموعہ بھی مقبول عام و خاص نہ ہو گا۔

۱۵/ شعبان المعظم ۱۴۳۵ھ

شاہد علی قاسمی

یکم/ اکتوبر ۲۰۱۳ء

(استاذ افسیدہ احوال الاسامیٰ حمید آباد)



دو کردار

تو اُن مجیدِ پادشہ اور پرمائی کی کتاب ہے۔ اس کے ہر لفظ کی تہ میں پادشہ کا
نور موجود ہے۔ آپ نے دوا ہم کر۔ اور چش کئے ہیں۔ انسانیت کے باپ و دھندہ کے پسے
جیمبر حضرت آدم (علیہ السلام) کا اور شیخین کے سردار اہلئے کا!

ابلیس بھی "جن" نامی مخلوق ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اللہ نے جب یہ حسین و جمیل
اور آراستہ و عجم و شہنائی تو پیسے آپ کو بنوں سے بسایا، مگر انہوں نے خدا کے سامنے
جھکنے کے بجائے سرخشی کا ثبوت دیا اور تکبر کی راہ اختیار کی۔ اس لئے خدا کے حکم سے جوں کو
ابراہیمؑ پریش پہاڑوں اور جنگلوں میں قیام کا حکم دیا گیا۔ ابلیس میں ابلیس تھا۔ یہ بظاہر اپنی
قوم سے جدا گانہ مزاج رکھتا تھا۔ مطیع و فرمانبردار اور عبادت گزار نہ تھا۔ تعالیٰ کو ان کی باطنی
کیفیت سے واقف تھے لیکن ظاہری حالات کی رعایت سے اس کا ہوج بلند کیا گیا اور
اسے عالم بالا میں جگہ دی گئی۔ یہ یہ فرشتوں کا مصاحب تھا اور مشرکین ہار کاوا اٹھا کے
ساتھ دو جاتا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ و خانک کی اس دیباچہ کی پہلی ساری کی عرض سے حضرت
آدم (علیہ السلام) کو بخش فرمایا۔ جہاں مٹی کو آپ کا مادہ تخلیق پایا۔ وہیں ہم تخلیق کی وحدت
حضرت اسان کی مرست میں داخل فرمائی۔ یہ حقائق کائنات کی طرف سے انسان کی
عظمت اس طور ظاہر ہوئی کہ اللہ باپ عالمہ اور حضرت آدم (علیہ السلام) کی طرف سے جو
کا حکم فرمایا، یہ حکم فرشتوں کو بھی پہنچا اور شیطان کو بھی پہنچا۔ تو فوراً اس سر پر سجود ہو گئے،
لیکن ابلیس نے "نہی" (معاذ اللہ) سے انکار کیا۔ (یہ نفی تھا)۔ یہ ابلیس ہی اس سے اور
اس کی طرف سے نہ اسے سے انکار نہ دیا اور نہ پرہیز کیا۔ وہ جب اس کی طرف سے

”ہر آواز پہلے سے انسان کی تھی اور پہلے ہی میں۔“ ختم ہے۔ یہ وہی خاص اثر
ہو گیا ہے، جس کا مرکز شاعر حضرت علامہ بیگم سہیلہ بیگم کے ہاں اپنے
میں اندھنوں کی، خوشنودی کی وہ نوعیت ہے کہ یہ سب کچھ ان کی فطرت کے
کے ساتھ پیدا ہوا۔ ان کے لیے یہ نوعیت کی برافراہم یا ہے تو آپ ہمیں مطلع
فرمائیے اور ہم اس معاملہ پر فرما دیں۔ دوسرے شاعر تھیں انہی کے ہاں
تے۔“ (۱۲ ابراہیم) ”خوبیے اس زمانہ میں یہ تہذیب و تمدن اور
سے مراد اختلاف و فراموشی ہے۔“

[illegible]

اختلافِ مذہب سے زیادہ اختلافِ مافیہ ذیہ ہے۔ یہ وہ خصلتِ خلقِ خدا ہے۔

کہ نگاہ میں محمود بن حجاز ہے اور نگاہِ کبریاً وہی ہے جس سے بھی اس کی تخصیص کی اصلاح ہوگی
یعنی وہی ہے جس سے ہر شخص ہوتا ہے، اور جو خلق سے وقتی طور پر کسی مجبور کی وجہ سے
وہ ہے۔ کھڑے نہیں وہ جس کی نگاہ میں مقصود ہی ہوئے۔ ہر شخص ان کو کردار میں سے
ایک سے قریب ہے۔ اپنے اپنے انداز پر ہی سیر کر رہی کہ نگاہِ اقدس سے حضرت آدم سے کتنی مسافت
دیکھتا ہے اور اگر ہم اپنے جدا جدا حضرت آدم سے کتنی مسافت کے واسطے سے دور ہیں تو کیسے ہم اپنی
اصلاح کے لئے یہ رہیں؟

(۱۳ دسمبر ۱۹۹۸ء)

۲۵ ۲۶ ۲۷

طے تو تیم کر دے اس پر عمل کرتی ہوں، ام ایمن مبارک سے کھانے کی بیٹی گڑ کی بنا کہنے لگیں ثُمَّ قَبِلْنَاهُ الْعِیْمَ لَیَ الْکَلْبِ (البقرہ ۱۸۷) جس میں روزہ کی حالت میں ہوں، امانت مبارک نے کہا کہ۔ رمضان کا مہینہ تو ہے نہیں؟ لڑائی و مس تطوع عیناً فَإِنَّ اللَّهَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ (نور ۱۰۸) جس میں جو یہ علوم غفل حریص لیں کرے تو اللہ تعالیٰ قدر دال ہے اور وہ اقل ہے۔ ان مبارک نے فرمایا کہ ستر میں تو رہے بھی روزہ نہ رکھنے کی جارہی ہے؟ پڑھی خاتون نے جواب دیا اِنَّ مَضْرُوْعًا خَفُوْهُ لَکُمْ اِنْ تَخْشَوْنَ (تعلقون) پتر ۱۸۳ یعنی روزہ رکھ لیا میرا حال بہتر ہے۔

امام عطاء اللہ بن مبارک نے جو سو و ستیاب میں کہہ لی امانت ہونا چاہتا تھا آپ نے دریافت کیا کہ کس طرف سے آپ سے گفتگو کرتا ہوں آپ بھی اس طرف سے نہیں کرتیں؟ جواب اِنَّهَا یَقْطَعُ مِنْ قَوْلِ الْاَلْطَفِ وَاقِیْعِ عَمِیدِ دَرْجِ ۷۸ یعنی جب بھی انسان کوئی بات کرتا ہے تو نگراں ارشتہ اس پر موجود ہوتے ہیں، وہ بات خوب احتیاط اور مولا کر کوئی چاہے۔ ابن مبارک نے درمیان کیا کہ یہ کا خلق کس قبیلہ سے ہے؟ فرمایا وَلَا تَقْعَبْ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عَمَدٌ (النہر ۳۶) کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس سے بچنے پر ہو، گو آپ ابن مبارک کے کس سوال پر پڑھی خاتون نے: کواری خابری کی، امام عطاء اللہ نے معذرت کی، اور کہا کہ مجھے معاف کرو مجھے، جو مبتلا لا مشورہ علیکم الیوم، ۱۔ یھضر اللہ لکم (یوسف ۹۳) کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تم کو معاف کر دے، ابن مبارک کہتے ہیں: میں سے دریافت کیا کہ کیا میں آپ کو اپنی امانی پر سوار کروں تاکہ آپ اپنے عقائد سے چالیں، کہنے لگیں وَمَا نَعْبُدُوْهُ مِنْ عِبَادٍ یَّعْبُدُوْنَ اِلَّا اِلَہَ الْاَبْرَہَ (۸۷) جو بہتر کام نہ کرے اللہ اس سے واقف ہے۔ ابن مبارک نے اپنی فحش کو اٹھایا تاکہ ہمارے ہوں، اِنِّیْ لَمِّنْ فَعْلٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَفْعَلُوْنَ اَمِنْ اَبْصَارِہُمْ (نہر ۳۰) یعنی ابن مبارک کو نگاہ پرست کرنے سے باز رہے میں امام لڑایا چنانچہ آپ سے قادیس گر لی اور کہا کہ سوار ہو جائی، سوار رہنے لگیں تو کوئی جگہ تھی، اور اس خاتون کا کچھ کچھ اچھٹیا تو قرآن کی آیت پڑھی: وَمَا اَصَابْکُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (نہر ۳۰) یعنی یہ

بھی مصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ اپنی شامت اٹھاتی ہے۔ وہ امام عبد قدائیں مبارک
 کے فرمایا کرتے ہیں: ”میں اپنے ادنیٰ کو یاد دلاؤں، جو حاکم کے کہا: فسخہا
 سليمان (الہیہ) امام ابن مبارک فرماتے ہیں: ”ادنیٰ کو یاد دلاؤں اور میں
 کے کہا کہ: ”وہ جو کچھ، جب ہمارے ہونے تو حاکم کی دعا پر بھی جو قرآن مجید نہایت
 ہے۔ سُبْحَانَ الْمَلِكِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ كَذَّابٌ مُّقْبِرُونَ وَاِنَّا اِلٰهِي وَمَا الْمُحْسِنُونَ
 (عزیز)

اب سفر شروع ہوا، امام بن مبارک نے اوقی کی دکان خریدی اور روٹی کو تھپکانے کے لئے کسی ہندو باندہ وار نکالتے ہوئے گئے، بڑے عداوتوں نے کہا: "واقصد فن حنیفک و اعص من صولاتکم" (تمہیں اپنی جتنی روٹی معتدس رکھو اور سوائے پست ایمان مبارک کے سترہ سترہ تیسروں میں الفوائد (حاصل ۲۰) پر مبارک آپ کو جو عطا کیا گیا ہے، دیکھتے ہیں، یہ خدا کا عطا کردہ نونہ الاغنیاء (باب ۲۶۶) کہ عقل والے ہی اچھت حاصل کرتے ہیں، امام بن مبارک نے کچھ آگے بڑھنے کے بعد دوبارہ بتایا کہ کیا آپ کے شوہر ہیں؟ پھر بھی خاتون نے جواب دیا یا یثیہا، الفین انشوا لا یسفلوا عن اشواہ، یا یثیہا لکھنؤ شکر (الانوار ۱۰۰) کے مطابق دانوں کی چیزوں کی یا بہت سوانہ کہہ جو تم پر ملا کر کھائے تو تمہیں نامواری ہو۔ یہی ہے یہ وہ ۲۰ کی طرف اشارہ کی

عام میں مبارک ہے پھر کوئی ٹھکانہ نہیں ہے یہاں تک کہ قاضی بھی گئے، پہنچنے کے بعد خاتون عدالت یا کہ بہارہ آپ کے کون لوگ ہیں؟ کہنے لگیں: افسانہ والیوں نے زینۃ العقبۃ الدنیاء (کعبہ ۲۶) یعنی اشارہ اس بات کی طرف کیا کہ اس کے بچے ہر سال اس قافلہ میں ہیں، میں نے دریافت کیا جج میں ان کے بچے کیا کر رہے تھے؟ کہنے لگیں: وہ عظیم و بالاعظم حضرت عثمان (رحمہ اللہ) کے بچے جج کے قتل میں ملوث تھے اور مثل کی رہنمائی کا کام کر رہے تھے۔ پھر پوچھا: اس مبارک سواری معمول تک لائے اور استفادہ کیا کہ یہ خیمہ جہاں آپ نے حقائق کوں ہیں؟ خاتون نے کہا: انھیں اللہ انیر لعینہم خلیلا (اشاء ۱۳۵) ہو کلہم لہم موسیٰ تکلیفًا

(۱۳۰۰ھ) میں بھی حد الکفایت مقبوضہ (مرتب ۱۲) جہن میں روایتیں سنیں اور انکی میر سے بچر کے نام ہیں، ان میں مبارک سے ان علما میں سے نادر لکائی، کہ میں و جوان چاند کی طرح روشن و درخشاں ہے، اور جب جہن سے لکھتا ہوں کہ، فاضل، اسد کفر و فتنہ، حیدرہ اہل السجندہ، فاضل نظر، ائمہ، تو کئی طعناں فساد کفر پر دیتی ہوتے، (۱۳۰۱ھ) میں اپنے میں سے کی میر میرے لے کر شہر تیکو سہ، دیکھے کہ کوئی پاک و صاف کھانا فروخت کرنے والا ہے، پھر وہ تم و ہوں کے پاس تھا۔ سنا جئے لے کر آئے چنانچہ بچوں میں سے ایک بار اگیا، کھانے کی کچھ پر حربہ کر لیا اور میر سے سامنے دکھایا کچھ لیس کھنڈواؤ، فرشتہ بنا، اسلفقہ فی الاشیاء، (۱۳۰۲ھ) فرشتہ داری کے ساتھ کھایا، یہاں میں ملے بدلے جہن نے پچھلے دنوں میں کئے ہیں

امام عبد اللہ ابن مبارک سے ال حاتون کے صاحبزادوں سے کہا کہ جب تک تم ال حاتون کے بارے میں مجھے نہ بتاؤ میں کھانا نہیں کھا سکتا، انہوں نے کہا یہ ہمارا والدہ ہیں، چالیس سال کے عرصہ سے شہر سے سوائے قرآن کے کوئی اور کلام اپنی زبان سے نہیں نکال کر تھیں اپنی طرف سے بولنے میں کچھ یہ دیتی ہو مانتے اور انہما راں ہو جاتے۔ ان مبارک سمیتے ہیں کہ میں نے کہا یہ اللہ کا فضل ہے، اللہ جسے چاہیں عطا فرمائیں، اور اللہ یقیناً بڑے مصلیٰ لے ہیں، فذلک الفضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم، (البقرہ ۲۷۱) یہ تھوڑی بہت اور حرف موصفت ہے کہ معمولی خاتون کو بھی قرآن سے کسی سنا بہت ہوئی تھی، اور قرآن مجید کی تلاوت لہ اس کے فہم کا کیسا اعلیٰ درجے کا درجہ حاصل ہوتا تھا، کاش ہم یہ لو اس طرح کے بہت فیر دانت کو اپنے لئے تھیرنا نہیں، اور اس آئینہ میں اپنی تصویر دیکھیں کہ قرآن مجید سے طار کیا فضل ہے؟

(۱۳۰۲ھ، ۱۳۰۳ھ)

انٹرنیٹ کے ذریعہ تحریف قرآن کی سادش

اللہ تعالیٰ نے جب اس وسیع کائنات میں انسانوں کی مسمیٰ بنالی مگر جیسے ان کی مادی زندگی کا سر و سامان کیا، جیسے ہی اس کی روحانی زندگی کو فروغ دیا، مگر اس کا مقصد کے لئے انسان عقل میں سے اپنے دلوں بھیجے۔ حضرت آدم علیہ السلام جیسے پہلے انسان تھے، وہ پہلی پیلے نبی بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً اپنی کتابیں بھی اتاریں، جیسے انسان کی زندگی کا ہر شعبہ سے ہمیشہ اپنی سرشاری اور ہوش کے دیوانوں کتابوں کو گویا کم کر دیا، نبوت اور رسالت کا یہ سبب کہ سلسلہ بنایا، محمد رسول اللہ ﷺ پر اختتام کو پہنچا، اور کتاب ہدایت کا آخری اور مکمل احکام قرآن مجید کی صورت میں آپ ﷺ پر نازل ہوا، چہرہ گویا خدا کی آخری کتاب ہے، اور انسان کو ہدایت تک ہدایت کے لئے اس کتاب کی ضرورت ہے، اس لئے مائل کائنات نے خود ہی اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے اور ارشاد ہوا: **فَإِن مِّن مَّغْنٍ مَّا تَذَكَّرُ** **وَإِنَّا لَنَاصِرُونَ** (مومنین ۲۸) کہ ہم نے ہی اس کتاب کو تیار کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے، یہ خدا ہی وعدہ آج تک اتنے عظیم انسانوں کے لئے ہے، اور پورا ہوا ہے کہ کوئی بھی حقیقت پسند شخص اگر صرف حفاظت قرآن سے اس کی نظام پر غور کرے تو شاید کئی مسائل کے ایمان کے لئے کافی ہو جائے۔

قرآن مجید اس دور میں نازل ہوا جو کائنات پر ایسے کاد و گھبراہٹ میں تھا، اور ماضی کے ماضی کا ماضی تواتر میر متدین تھا کہ تحریر، کتابت کے ذریعہ سے قریب قریب بالکل ہی، آتش فشاں، پتھر، بجے پختہ لوگ تحریر سے واقف تھے، عربی تحریر کا سن بھی بالکل بددلی حالت میں تھا، بہت سے حرف و صیغے تھے کہ ان کے درمیان باہم کوئی تباہی نہیں تھا، صرف کی حرکات اور صوتی کیفیات کو تباہ کرنے کی ذمہ داری عامتہ تھی، عربی زبان کے قواعد بھی مرتب نہیں ہوئے تھے، قرآن مجید نہ صرف خدا کی آخری کتاب ہے، بلکہ یہ عربی زبان کی پہلی کتاب بھی ہے، قرآن سے پہلے

ہے اور اس خط کی بھی بددلی دور سے آج تک حفاظت ہوئی رہی ہے محدثین اور مستشرقین۔ قرآن نے حق کی حفاظت کا مہیا ہے سچا ہو کسی دین کے بغیر ہر دور میں سچا رہا اور ہر فکر اس حکم پر گہری فکر رکھی اور معنوی انسان سے باطل کی تیسویں سے صفائی آتی کو محفوظ رکھا۔ عربی زبان اور عربی زبان کے تمام ادیب کا آج تک محفوظ رہا جس میں قرآن مجید شامل ہے۔

وہاں کوئی نہ تھا سب کی قسم کہ جو اس مذہب کے ماننے والے تھے اپنی مذہبی کتاب کو محفوظ قرار دیں، بعد ازاں انہوں نے یہاں سب سے بڑی کتابیں دی ہیں، لیکن یہ وہاں کی قدر اور کن ویدوں کو آج کل مستحق مانا جاتا ہے، ان کے اشیاء کی قدر میں بھی بہت خلل ہے، پھر یہ بھی نہیں ہیں کہ یہ کتاب ان کے عقیدہ کے مطابق کن شعبوں پر تبارکی تھیں، پھر جن شخصوں کا نام یا جاتا ہے، وہ نہ صرف تاریخ کے قیام سے غلط کی ہیں، بلکہ حاکم ان کی تہذیب میں بھی اس نسبت کے ساتھ ہی کا ذکر نہیں ملتا، مسلمانوں کے ہوا گیا میں وہ آسانی مذہب ہیں ایک بیوی، دوسرے عیسائی، تیسری طور پر یہ میں بائبل کو نبی کی کتاب قرار دیتی ہیں لیکن وہ اپنی مذہب کے نزدیک ان کتابوں کا قریب شدہ ہونا قریب قریب یہ مسلم سرے، اور دوسرے میں فی ساری ساری یہ وہاں الی شہادتیں موجود ہیں کہ ان کو نظر انداز کرنا چاہیے، نیز یہ خود بخود معلوم ہیں کہ یہ میں جس زبان میں، زلی کا ذکر یہ اس زبان میں ملتا ہے۔ وہاں کا ترجمہ ترجمہ حقیقی اصلاحات و ترمیمات کے ساتھ خود سے خود سے انہوں پر شائع ہوا ہے۔

دوسری قرآن میں ایک ایسی کتاب ہے جو بائبل ہے نیز اور محفوظ ہے قرآن مجید کا دوسرے حصے حضرت قرآن نے لکھا یا لکھا، شہادت ہے کہ وہ کتاب ہے، ان کے ترمیم سے تو یہ قابل سرنے موجود استخوان (کی) میں بھی نہ محفوظ ہے، جو میں کی اصلاح ہے، اور اس میں مورد کفر و کفر کی آیت قسید کفر کفر اللہ پر حضرت نکال ہے، وہ نبی است میں جنہیں مسلمانوں میں ہے، ان میں اور ان کے مرید میں کوئی فرق نہیں ہوا جاتا کہ چنے سے اسلام سے غور رہنے میں ان قوموں کو بیٹا میں ہے، انہوں نے

[illegible][illegible]
$$f_{\alpha}(\mathbf{r} + \alpha \mathbf{u}, \mathbf{g}, A, \mathbf{v})$$

شب قدر ___ انسانیت کی شبِ نجات

فقیرانہ وینڈھ مار سال کی بات ہے وہیاعظم، جو کی کلمہ جلالی ہوئی تھی گئی
 فقیرانہ تھی جس کے سال کی تاریخ منظم ہو، پہاڑوں حویلوں، درختوں اور سیڑیوں پر چاند
 سورج اور سوس، یہاں تک کہ سال کا سنا ہے ہاتھوں سے ہے۔ ہر سال ہر مہینوں
 جلدیخ سے کھڑا اس کے سامنے بھی اس کی جہیں احترام کہ "لوہار نے میں دیا ہوا
 محسوس ہے، ہمارا کارہ ملک میں مہلت کے اپنے لئے قدوں کی ایک لونگ تیار کی جاتی
 تھی ای ٹرک، مت پر نیے لوگوں، تو سرپرست بنا ہاتھ، سر پر ہر "شس" کے
 صورتے اس کو ہر وقت اور تھیں، کتاب کے حصہ سے محروم، ہاتھ، لیکن
 ظاہر ہے جو سال کی کائنات کی چیز کو مقصد میں لیاں کرنے کے لئے، عبادت و سہ کی
 کرے۔ لگے وہ تھیں، مقیش کا کل اس طرح جاری رہا کہ ہے؟

ایسی ظلم و جور سے وہ بڑھا جو تھا کہ وہ نے بھی شام میں کمر رھا تھا کے لئے عمر نر سے مسالروں کی زبانوں ٹھوکی تھی، ریل ٹکٹوں کا اور رعیت و آبرو کے لئے قتلوں کی روایت کے جبر کوئی شخص ایک ٹبر کے دوسرے شیو نہیں جاسکتا تھا۔ وہیں ظور و اثر، بیت کو خستہ حالت میں پات دیکھ جا پیدا کی طور پر پتہ چلا۔ باعزت خصوصاً کے پانے تھے، ہر چہ ان کے ٹیکل انکو وہ کسی ترقی بدی کے سب سے زیادہ وہاں آباد تھے، مگر وہ ہر ملک سے وہاں اپنے یہاں یا بیت پر پار ہوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے جس گئے جاتے تھے، ان کے بارے میں مسووقہ کو اوروں سے جدا کر کے لئے ہیں۔ اور ان کے جھگڑنے کو بھی جس کے مطالب کے خلاف کا کوئی مہر یہ مقتداش نہ تھا، جس کو وہ بے جا اور بے سختی سے جلائے دیکھا۔

بے خبر رہے نہ ہو، خود انہیں اس عظیم کار کا یہ در بدر بھی سن

[illegible]

جس انسان کو چاہیے اس طرح خیر حاصل کرے۔ سو چکا اور جہاں تک خدا کا تعلق ہے
 وہ سو چھوٹا ہے۔ تو رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ہر تہ کھولتے اور تمام اساتذہ علم و ادب کے کائنات
 پر رحمت کی گنت چھائی تھی۔ ہر آدمی کو رحمت کی مست ناز دیکھ کر اسلام شہر چھ پر پکلی دلی قربی
 یہ خدا کا خیر پہنچا تھا اور یہ امت کے لئے تھا۔ اس کتاب کے سب سے پہلے
 انہ جس کے جس باب کی دعا کی، وہ بھی پڑھنے سے ہماری آنکھیں کی قلم پڑے تھے کہ جب
 ہم کی شمع روشن ہوگی اور فکر و نظر کا پردہ جھے گا جو حیا و عفت کیوں چھپے گی اور جہالت
 کے قیام پر دے چکے ہوں گے، غم و غصہ، صاف کا دھار دھس رہا، دل و شہرک وہ ہم پر ہی کا
 بھی غار ہو گا، امانیت کو اس دشمنی، تلون کلبہ سہاوت فکر و نظر، اخوت و بھائی
 چوٹی سمت و اور مہر و رحمت کی ساری ترسہ پائی تھی۔

چنانچہ قرآن مجید نے مساباد تقویٰ انکسب، نیا کو عطا کیا کہ، تو اسلام سے پہلے
 پر سے کہیں صرفہ من یا اس سے کہو یہ وہ فقر و تنگدستی جو کھٹا جاتے تھے، مانتا آیا کہ
 مکمل کا جان وئی کی قعدا چاہیں سے کاہنچی تحقیق کائنات اور ماسی امار سے جو فکر
 کا ایک نیا دور شروع ہوا، سلام کے اس تصور سے کہ پوری کائنات انسان کی خانہ سے
 کائنات کی سرشت کے بارے میں تحقیق و تفتیش کا حوصلہ پیدا ہوا انسان کی مساباد، ہر آدمی
 کے عقیدہ سے انکا اثر و سوغ حاصل کیا کہ طاقی تقسیم اور تفریق کے تصور سے پوری دنیا
 میں سہ پیمپا شروع کروا، عورتوں کو اسلام کی تاریخ میں پہلی بار عزت و احترام کا مقام
 حاصل ہوا اور انسانی زندگی میں ایسا متوازن کاہن سطا ہو کہ تفریق عام اس کی خوشنک
 سے چارہ نہیں پاتے، غلاموں کو انسانوں کا درجہ تھا یہ گیا اور چند صدیوں میں متعدد راج
 خانوں کا سلسلہ بنی ختم ہو گیا، یہاں تک کہ یہ قوموں اور چہرہ اپنہ کے بھی حقوق متعین
 ہوئے اور ان کے بارے میں بھی انسان کو بے حد میں رکھا گیا۔

یہ سب کچھ اس نے جو کہ بنیادی ہو پر اس کتاب نے دو باتوں کی دعوت دی،
 وحدت اور وحدت انسان یعنی ضلک ہے، اللہ کے حوا کوئی نہیں جو ہر ادب کے کائنات
 ہو، اور انسانیت بھی ایک ہے، ملی، نسلی اور جغرافیائی پیدا، پر ایک ملکہ کہ جس سے حق پر
 کوئی برتری حاصل نہیں ہے، حکمران جو در کا، دولت مند جو یا غریب، سرد ہو یا مہر ہے۔
 کمزور ہو یا کمال، غریب ہو یا غنی، خالق کائنات کی انکا میں یہ سب برابر ہیں، ایتہ مراد
 کے عمل اور اس کی یکروں کے عقیدہ سے خدا سے یہاں ان کا درجہ متعین ہوگا، حسب قدر
 اصل اس عظیم الشان واقعہ کا ذکر ہے، اور یہ قدر کی وحدت ہے، احاطہ خدا کی پر اللہ کا
 شکر ادا ہے اس لئے صرفہ عا کی قبولت کی رت نہیں، بلکہ تمام انسانیت کے
 لئے شب جات ہے اور یہ ہے عبادت کی رت، انسانی عبادت سے نہایت رات، مطہاتی
 ظہر جو رت کی رت اور چہرہ و مری سے عبادت کی رت ہے

(۲۶/ جنوری ۱۹۹۹ء)

بہر روی و غم گساری کا مہینہ

ایک بار ایک صاحب خدمت بڑی بھاری میں حاضر ہوئے وہ بھولے تھے تب بھی سے قلم کش کا کہنا اور کتاب کے خوشگوار ہر سے آپ بھولے سے اڑا دینے صبر کے یہاں خبر بھی، قصہ ایک غیب کے یہی تھے، تو وہاں آیا کہ حرم جوت میں کسی سے یہاں سوائے پانی کے کھانے کی کوئی اور چیز نہیں آپ بھولے سے اپنے بھی بہر سے خواہش کی کہ کوئی اس کی مسلمان واری کرے تاکہ صحابی اپنے ساتھ سے مجھے گھر جا کر احوال معلوم کئے، یہی نے ہمارے گھر میں صرف بچوں کی ضرورت سے مطالبہ کھانے کا سامان ہے، اتنا بھی کہیں کہ ہم کو کون سے نئے خائستہ نکل پائے ہمارے کچھ حرم ہیں، بچوں کو سلاور، جب بچے سوچ نہیں تو لہذا تیار کرو، کھانا کر رکھ دو، درجہ اعلیٰ درست کرنے کے بجائے چمک بھلا و مہار اختیار کریں کہ ہر لوگ بھی کھانے میں شریک ہیں، حالات کہ ہم لوگ کھانے میں شریک نہ ہوں، چنانچہ خدا اور رسول ﷺ کی خوشنودی کی خواہش اور شہر کی طاقت نہ رہی ہے، یہی کہ ہمیں دوسو روپے سے سیر ہو کر کھانا، میز، خود بھی کھوتے رہے، اور اس کے بچے بھی، اور ہمیں پر یہ خاطر بھی نہ ہوئے دیا کہ وہ دوسروں کو بھی کھانے رکھ کر خود آئودہ ہو رہے ہیں تاکہ جب میزبان صحابی خود سجدہ انداز میں حاضر ہوئے تب بھی نے اشراف دیا کہ اسے کھانی تاج شہ قہر سے ترسے خوش ہوئے اور پانی، مارل فرمائی کہ کچھ لوگ ہیں جو باوجود خوشنوداقتی سے دوچار ہوئے کے اپنے اہل و عسراں کو چھوٹے چھوٹے میں درجہ شخص نکل سے پھانسیا جائے وہی کامیاب ہے (بخاری ص ۷۲)

سوائے مہوئی کرد و فیض، لیکن اس کے بعد دل میں ہر جگہ سے ناپید ہوا نقش
ہے جس میں غم گساری نے یہ ہمہ فی اہل انیت کی خوشنودی سے اور خواہ

کرد و مردوں کو لکھ پھونچانے کے، اس کی وجہ تھی کہ تو میرے اور خدا کی بھڑکی کے بعد آپ ﷺ سے نیا دل جس بات پر زور دیتے تھے، وہ بھی انسانی بھڑدی اور غم مساری ہے۔ آپ ﷺ کوئی سرخس کا نشان نہیں ہو سکتے تھے۔ رمضان المبارک کو آپ ﷺ نے خاص طور پر غم گسار دی اور مسادات کا مہینہ قرار دیا۔ اس مہینے میں اتفاق و اتفاق کے بندوں کی اعانت و مدد کی حاجت کرنا کیے فرمائی، خود آپ ﷺ سے بارے میں روایت ہے کہ اس ماہ مبارک میں اتفاق اس قدر بڑھ جاتا کہ گویا تیز ہو جاتا۔ رمضان المبارک میں اپنے غریب بھائیوں کی مدد اور اعانت کی خصوصی تاکید و اہتمام کی وجہ ظاہر ہے، مسلمان غریب یا یتیم اور یتیم کو رکھنا ہے، اور اللہ کی رضا و نور فرشتوں کی لئے بھوک و پیاس سہی ہے، یہ بھوک و پیاس اپنے غریب بھائیوں کی فاقہ مستی کی سچا کامیابی کا احساس دلاتی ہے، جب انسان خود اس راہ سے گزرتا ہے تو ان سے لوگوں کی مشقیں اس کے لئے ایک ”اہلی تجربہ“ بن جاتی ہیں، جن کو بار بار اس سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور آپ ﷺ انسانی ہمدردی سے زیادہ اثر دلاتی ہے، اس کو تعلیم عطا کرنے کا ہے

پریشانی کی پریشانی پریشانی خوب جانے ہے

پریشانی ہماری کا کلمہ محبوب ہائے ہے

مسادات و غم گسار کا دار و بہت وسیع ہے، اور ہر شخص کے لئے اس کی حیثیت کے لحاظ سے ہے، تاہم ہر شخص کا ایک خاص خواہ ہو، اسے دھوکہ نہ دے، مناسب سے زیادہ قیمت نہ لے، ڈاکٹر اور صانع ہو تو مریض کے ساتھ شدہ پریشانی سے چٹنے آئے، علاج کرتے ہوئے خدمتِ خلق کے جذبات کو بھی دل کا دفعتی ہٹائے، پر غریب مریضوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے، اور سب کو بیماروں کو سے، پڑوسی ہو تو دیکھے کہ اس کے پڑوسی پر کیا متدوتی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص جو خود آسودہ ہو اور میں کا پڑوسی بھوکا۔ اس طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ شخص صحیح معنوں میں مسلمان نہیں جس کا پڑوسی اس

کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ نہ پاتا ہو، قیاموں کی خبر گیری اور ان سے سروں پر شفقت کا
 چھوڑ دینا اور بے کسو کی مدد کے لئے "کے بڑھن، بڑھن، بڑھن" کو سہارا دینا، اور
 معظوم و ستم رسیدہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار یہ سب "سوسائٹس" میں داخل ہے،
 غرض انسان کی خدمت کو خدا کی عبادت کا سادہ چارہ یا سہوار قرار دینے اور کوئی شخص روزہ
 نہیں کھاتا تو ہر روزہ کے بدلے ایک محتاج کو روٹی اور روٹ کا کھانا کھاتا ہے، اور جان
 بچہ کر روزہ توڑ دیا تو ایک روزہ کا کھانا، ساٹھ روزہ رکھتا ہے، اور روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو
 ساٹھ محتاج شخص کو روٹ کا کھانا کھاتا ہے، گویا روزہ جیسی عبادت کو ایک عریب شخص کی
 مدد کے ہم پلہ کھا گیا۔

اللہ کی محبت سے اللہ کی مخلوق کی محبت بڑھتی ہے۔ اور انسان کو غریبوں کی
 مہربانیوں اور بے کسو کے عریب کھانوں میں اللہ کو "پانے" کا یقین پیدا ہوتا ہے
 اور دوسروں کی ضرورتوں کے مقابلہ اپنی ضرورت کو بھول جاتا ہے، اسے ملتا ہے کہ اپنے
 دوسرے بھائی کی مدد سے وہ بھی کھانا پائے سے زیادہ ملتا ہے، یہ کہ سے جب اہل ایمان
 کا لگانے کا خط ہے، یہ پورا قرآن کے پاس کھڑا تھا، نہ گھر، نہ دروازہ، نہ بازار، نہ
 مساجد و اسباب، اہل مدینہ بھی کچھ بہت اہل ثروت نہیں تھے، کچھ باغاب اور مسلولی
 کی کھیتیاں۔ بہتوں کا گزر اوقات مزدوری پر تھا، لیکن آپ ﷺ کی مہربانیاں اور
 مسعود محبتوں سے تنگ دلی کے یاد جو درل کشادہ رکھتے تھے، اور وسوسات و ایما و گویا
 ان کی طبیعتوں میں داخل ہو گیا تھا، اس لئے "غریب ہناؤ" میں چلانے کی حاجت
 نہ پڑی اور مدینہ کے حوصلہ مندوں نے اپنی چوری کائنات آپ ﷺ کے قدموں
 میں رکھ دی، اس لئے "انصار" کے لقب سے سزا دی گئی، اور نصرت و اعانت کا
 ایسا نقشہ بن گیا کہ شاید ہی اس زمین کے چند دو مسلمان کے یہ میں سے کسی کوئی اور
 شام نہا سکے۔

"روزہ اگر محروم نظر کا اجتنام ہے، کر دے، چند دنوں کی تعداد نہ رکھ، رغبت بھی

نوجوانے جمع کے تھے کپڑے سلائے اور پہنے چائیں۔ لیکن سوا سات دہم تھواری کا جر۔
 پیدائے ہو، بھوکوں، پیاسوں نے دکھ سے دل میں کوئی نہیں۔ غصے، غریبوں اور حق جوں کی
 محبت کی کوئی لہر موجزن تھو نے پائے اور پریشان حال بھائیوں اور سہلج کے وہ بے چکلے
 لوگوں کے لئے دل دکھ اور آنکھیں گھلبارہ جوتائے یکھیں، تو شاید روزہ عدا کی راز و میں
 نامہ ہی سمجھے جائیں۔

(۸/ نومبر ۱۹۸۲ء)

تشیکیوں کی فصل بہار

وضوح المپارک کی تہادہ ہے، جو تشکیوں کی فصل بہار ہے، ارتقی و اماں میں کو
بہتر وقت میں اس فصل گل ہے اس سے یہ کاموں کو راہ نمائی ہے، اس سے اس کے مظاہرین کو سارک
کا اس قدر راہنما تھا کہ اس کی آواز سے پہلے میں آپ بھی لوگوں کو اس کی برکتوں اور
معدنوں کے، جو سے میں بر دار فرماتے اور عدوت کی طرف حاصل طور پر ان میں سے
کرتے۔ اس کا کام اس دور بخیر کی میں دور و دور یعنی صبح طلوع ہو سے سے
سورج کے عروج کو نہ تک کہ نے اپنے دور، میرے نفسی و فنیوں سے اپنے آپ
کو پار و رخنہ کی مسموئی میں ہیں۔ اس سے سے تھکتے و تھکتے میں ہوگا، ہوا شواہ
ہو گا ہے، یہ ہو ہو ہو پر ہو مشکل، ہا ہا ہا ہا کی ساری مد میں یہی خواہشات سے
حفاظت میں آدنی بطور خود اپنے آپ کو اس سے روک لے گا اس کی کو روکنے کے لئے
شکوئی چوکیدہ ہو، شوئی قانون پہر دور دور، جس کی سحر و اخصاں کا اندیشہ

یہ نفس کی ریب کا نہایت مؤثر اور سے مشاطہ ہے، جس سے محض
رومانیہ حاصل کے تحت اپنے آپ پر قابو کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور نفس
کے لئے یہ بات ممکن ہوتی ہے کہ وہ نفس کے گھوڑے سے کام کو اپنے ہاتھ میں لے
جو شخص میں نے دار کو، نے اور خواہشات کو تو میں دیکھنے کی صلاحیت حاصل کرنے
اس کے لئے کسی بھی گناہ سے بچا چنداں شواہ نہیں دیا، ان سے روز کو اتنی کامیابی
قرارداد کی اور مضامین نے بہت دیر کا میں لیا گیا

تشیکیوں کی ہر جہ میں صورت اور صفت کا فہم لڑی پا گیا ہے، شہر کی قصو
میں شیر کی طاقت اور گم کی تصویر میں گم کی حراوت میں، تشکی و شیر کی حراوت اور
صیاغ انہیوں سے وہاں رات بچے صیغے میں وہ آگ کی تصویر سے لوگ اپنے گم

جاتے ہیں۔ لیکن اگر اسی سبب سے روک دیا جائے تو پھر بھی وہاں سے روک دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے اس کی اصلاح کی جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے اس کی اصلاح کی جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔

اسی وجہ سے میں بھی صحت اور حقیقت کا لڑائی ہے، جس سے عوام کی ساری باتوں اور
کی صورت ہے کہ حقیقت کی بجائے وہاں سے روک دیا جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے اس کی اصلاح کی جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے اس کی اصلاح کی جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔

اسی وجہ سے میں بھی صحت اور حقیقت کا لڑائی ہے، جس سے عوام کی ساری باتوں اور
کی صورت ہے کہ حقیقت کی بجائے وہاں سے روک دیا جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے اس کی اصلاح کی جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔ لیکن اگر اس کی بجائے اس کی اصلاح کی جائے تو پھر وہاں سے روک دیا جائے گا۔

میں پھر قرآن مجید ختم کیا جائے، نتیجہ میں بھی زیادہ طویل قیام ایسا ہی نسبت سے قرامت کا سموں مبارک تھا۔ اسی لئے سلف صالحین کے یہاں اس بار میں قرآن مجید کی تلاوت کا بھی خاص اہتمام رہا ہے۔ اسی لئے جہاں رمضان کے دن روزہ کے نور سے منور ہوں، وہیں رمضان کی راتیں تلاوت قرآن سے آباد ہوتی چاہئے۔ یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ خدا کی آخری دور کائنات میں موجود واحد و احدی کتاب اس امت کے پاس ہے جس کا حق یہ تھا کہ مسلمان کا کوئی دن اس کی تلاوت سے خالی نہ ہو، لیکن صورت حال یہ ہے کہ پورا سال گزر جاتا ہے اور بہت سے بے توفیقوں کو قرآن مجید کے ایک ختم کی توفیق بھی میسر نہیں آتی، اس لئے یوں تو پورے سال تلاوت قرآن کا اہتمام کرنا چاہئے، لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم سے کم رمضان کو تو ضائع نہ ہونے دیا جائے، عام طور پر ہمس منہ میں ایک پارہ مکمل ہو چکا ہے مگر روزانہ صرف ایک گھنٹہ تلاوت کا وقت رکھا جائے تو با آسانی ہر دس دن میں ایک ختم ہو سکتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی وقت ایک گھنٹہ قرآن کے ترجمہ تفسیر کے مطالعہ کے لئے بھی رکھ لیا جائے تو یہ کیا کہنا ہے؟ ہونا تو یہ چاہئے کہ سال بھر ترجمہ و تفسیر کے مطالعہ کا اہتمام ہو، لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم سے کم رمضان میں کسی ایک بڑی سورت یا منتخب سورتوں ہی کا مطالعہ کر لیا جائے، تاکہ ہندو یہ جان سکے کہ اس کا خدا اس سے کیا کہہ رہا ہے، یہ کبھی محرومی ہے کہ اور اخذ اہم سے غلط ہو اور ہم اس کی طرف متوجہ نہ ہوں؟ وہ ہم سے بات کرے اور ہم اپنے کان بند کر لیں، اس کا کلام اپنی جلوہ فرمائیں کے ساتھ ہم پر آشکار ہو اور ہم اپنی آنکھیں موند لیں، کیا اس سے زیادہ حق ناشناسی کی بھی کوئی اور مثال مل سکتی ہے؟

رمضان المبارک کا تیسرا اہم عمل دعاء ہے۔ یہ دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے، رمضان کی راتوں میں اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو پکارتا ہے، کہ ہے کوئی معصرت کا طلب گار کہ میں اسے بخش دوں، کوئی ہے رزق کا خواستگار کہ میں اسے روزی دوں، سے کوئی ضرورت مند کہ میں اس کی حاجت مدد کر دوں؟ اس سے زیادہ کم نصیبی کیا

ہوئی۔ کہ اتنا خود سائل کو طیب کرے اور سائل اپنا دست ۷۰ ل نہ پھیلاے، تہجد کا وقت دعا کی قبولیت کا ہے، اظہار کے وقت دعا تو مابولی ہے، رمضان المبارک کا آخری عشرہ جس میں شب قدر کا امکان ہے، دعا کی قبولیت کی خاص ساتوں پر مشتمل ہے

فیضا سے وقت میں جب کہ پوری مہینہ اسلامیتِ ثم سے چرہ ہے اور پورا عالم اسلام بیودہ نصاریٰ کے بیچہ استہداد سے کر رہا ہے، خود بندہ وستان میں مسلمانوں کے کرا، فرقہ پرست، تکلیفیں تھیرا، تنگ کرنی چاہتی ہیں، ان حالات میں دعا مومن کا سب سے بڑا تھیود ہے، مگر بد قسمتی سے اظہار کے لئے ایک سے ایک کھانے کا انتخاب اور دسترخوان کو خوب سے خوب تر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن یہ وقت دعا کی قبولیت اور اللہ سے مانگنے اور اپنے خالق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا ہے، یہ کفر و سوس کر دیا جاتا ہے، اس لئے ہم اس ماہ کو دعا کا مہینہ کہیں، اللہ سے مانگئے اور اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا مہینہ

رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ کو غریب ساری کامیت (شیر المؤمنین) بھی فرمایا ہے۔ یعنی جیسے یہ خدا کو راضی کرنے اور اس کے سامنے جھکے گا مہینہ ہے ہادی طرح یہ خدا کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر برتاؤ کا مہینہ بھی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی عبادت اس ماہ میں تیز ہوا سے بھی بڑھ جاتی تھی۔ اسی لئے بعض صحابہ اس ماہ میں رکوع اور کرنے کا اہتمام فرماتے تھے اور آج کل بھی لوگ خاص طور پر اسی مہینہ میں رکوع اور کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن رکوع اور تراویح لازمی فریضہ ہے اور اتفاق کا وہ دم سے کم درجہ سے جس سے انسان خود بدی سے بچ سکتا ہے، لیکن جیسے رمضان میں فرائض کے ساتھ لوگوں کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح رکوع کے ساتھ عمومی اتفاق پر بھی خود کافی چاہئے بہت سے لوگ حاج و ضرورت مند ہونے ہیں، لیکن رکوع کے سستی نہیں ہوتے، بہت سے دینی کام ایسے ہیں جس میں رکوع کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی، ایسے مواقع پر عمومی اتفاق امت کے لئے ایک ضرورت ہے اور اصحابہ خودت کو محسوس کرتا ہے کہ یہ بھی امن پر یک حق ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں میں زکوٰۃ کے ۳ دوسرے حقوق ہیں، ان
فی المال لحظا سوی الزکوۃ۔

”جیسے ہم مہد کریں کہ ایمان و عمل کی اس فصل بہار سے ہم اس کے حصار کے
مطابق کام لے رہے ہیں اور اپنی عمل زندگی کو اس کی خوشبو سے طراور کریں گے!
(۱۶ دسمبر ۱۴۰۱ء)

صبر کی تربیت

”صبر“ کے اصل معنی عربی زبان میں ”رُخا“ اور روکنے ہیں، اور اللہ میں لکھا ہوا ہے (۱۵۴) اسی ساجت سے جذبات اور خواہشات پر قابو رکھنے کو بھی صبر کہا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں اکثر ایسے مقامات ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے اسلام کی نگاہ میں صبر کی فروع جماعت، قوم کے غم و غم، اشتغال، اور صبر کی کیا اہمیت ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید نے ۱۰ اسباق پر مختلف انداز سے صبر کی تعلیم یا تفریق کی ہے، یا کم سے کم اس کا ذکر کیا ہے قرآن مجید نے ایک موقع پر صبر سے دلچسپی کا دو حکمانی طریقہ بتایا ہے، اس میں ایک نماز ہے، جو صبر کی طرف رجوع کرنے کا حکمان ہے اور دوسرا ”صبر ہے پھر صبر کی مزید تائید اور اہمیت کے اظہار سے لئے آئے اور بتایا کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔“

صبر کا ایک سادہ سا اور مشہور ہے، جو سماج میں سمجھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس کی شخصیت، ملک میں بعض اوقات دل و دماغ والے طاعون پھیلے رہتے ہیں، کسی عداوت کی موت، کسی کی بیماری، مالی نقصان، ایسے وقت پر آواز داری، نے کے لئے بھلائی، صبر کا اس پر خالص اختیار، رونا، قہقہہ، بھی صبر ہے، لیکن صبر صرف اس کا نام نہیں، صبر یہ بھی ہے کہ خدا کا حکم بجالانے میں، اگر کوئی صبر طاعون طبع ہے تو اس کو خوشی سے برداشت کیا جائے۔ جو لوگ غم کے عادی ہیں، ان کے لئے بچ وقت ہمارا کا اجتماع بھی دعا ہوتا ہے، نماز میں پیش سے گدہ و گدہ کی نماز میں مسجد پہنچنا اور خطبہ میں خشک ہوا کو برداشت کرتے ہوئے نماز فجر کا اہتمام کرنا، خدا کی عیب کے ہمراہ صبر، صبر یہ بھی ہے کہ اللہ کی قربانی سے بچنا، طبعیت پر گمراہی اور اپنی غم سے مارتے کو دل تیار نہ ہو، لیکن اس میں اپنی خواہش پر اللہ کی خوشنودی کو غالب دیکھ

نیکے لئے ہر صوفیہ اور صوفی کی قربان گاہ پر اپنی چاہتوں کو بھینٹ دینا۔ لڑائی نہیں
 شروع۔ کامیابی ہے۔ اس بڑی بات کو چھوڑنا، طبعیت نہیں مانتی، ایسے مسابقت پر اپنی
 طبعیت پر قابو پانا، دشمنیت کے عزم کا فخر کے عزم پر قابو رکھنا مسرت میں داخل ہے، سلام
 سے نکاح کو ہر دو دورا سان رکھا ہے۔ یہ گانا گانا، شہ قلم سرور و تکلفات و ریشہ سے
 کافی دوری لیکن دوستوں کی، برادرگوں کی، محبتوں کی، پیار کی اور کسی نہ رند و اپنی
 خواہش کو گو رہی ہے کہ تجھے بھی نہ دیکھوں کی باتیں۔ کئی حق، قہقہوں، اور شہسوں کا
 دریا۔ یہاں حیات، پناہ و خوف سے بھاگتا رہا۔ مگر دور بیکھا اپنی دست و پاز سے کوشش کر دے
 دہن پر قائم نہ ہوئے تو یہ بھی کچھ شہسوں ہوں، ایسے موقع پر دل سے ایسی پوچھت پر کہ وہ
 رہ رہ کر کہہ دے کہ میری خواہش میری خواہش سے یاد ہے اور تجھے دیکھنا چاہتی ہوں
 تیرے میں قربان ہیں، یہ بھی میرے استحباب کا ایک ٹکڑا ہے۔ یہ بھی میرے نفس میں جو
 اس امکان میں پورے تر جاتیں!

”میر اس وقت جاہر تھے۔ وہ جانتے ہیں کہ اس کا رشتہ میری والدہ کے حقوق سے و
 کہیں بھائی سے یا ذاتی ہو گئی۔ اس میں کسی گمراہی کے بغیر کہ وہ اپنے میں مطلق وہی ہے، انتقام پر تہمت
 بھی ہے، انتقام کا دور مطلق ہے اور ہر وقت آپ تمہارے دل کی خفا کوں سے دور رکھ دے
 دعوت دینا سے کہہ رہا ہے کہ میرا علم کی قسم سے اس خط غصہ کو بھلا دے، ہر قسم بھی
 بد گمانی اور صوفی میں اس ملک کے سختی سمجھائے جاتا، اس وقت میری کوئی جانا اور خود
 گمراہی یاد تھا کہ ”میر“ سے دیکھا بھی جاتا ہے کہ ایک شخص کا تصور سے اثر و سوجھ رکھنا
 ہے ہر دوسری کسی کا دل دے گا ہے یہ منظر، جتنے وقت، وقت حاصل ہے۔ یہ وہاں
 تک رسائی ہے۔ اس کے باوجود اس میں یہ سمجھ کر اس کا اپنے قلم کا حوالہ دینا اور آج وہ
 ہفتہ خود سے جدا کے سامنے کی وہ اپنی کھڑی ہو گا یہ تصور سے لڑنے سے کہ اس کا دل
 کا اپنے لئے۔ چاہے یہ بھی دوسرے کا دل میں کے حوالہ کرے۔ یہ بھی ”میر“
 میں داخل ہے۔ یہ کہ اس نے اپنے جذبات و خواہشات پر دوک لکھی ہے اور اپنے
 جذبات سے محرومی و بھلائی ہے

مذکورہ ہیں "ہائے مسابہ احد اور القتلہ فذیل ایسی حلقہ" (جلد ہی من و بی ہر مری) یعنی میں صبر کی تربیت چاہا ہوں۔ اور برائی کا جواب بھلائی سے دیتے اور چاہتا ہوں کہ وہ لوگ برداشت کرے گی مطلق کر رہا ہوں اس لئے اس وقت کسی رد عمل کا اظہار نہ کر رہا ہوں اس کا کہ کے خلاف ہے جس میں ہم مصروف ہیں۔

(۱۶ دسمبر ۱۹۶۶ء)

پانا اور کسی راہ میں جانا بھی جیسا ہے

وہ حضرات اس بارگاہ میں قرآن مجید سے، روشنی کا سبق لے رہے ہیں۔ ان میں قرآن نازل ہوا، ترغیب و ترہیل فرمائی، اور اس کی راہکار ہے، شب قدر اور اعکاف کا مقصد بھی رسول قرآن کی سادگ شب کو پانا ہے، عید الفطر اس نزول قرآن کا جشن عام ہے، لیکن یہ عیدینہ قدم قدم پر ہمیں قرآن مجید سے مربوط کرتا ہے، قرآن محض ایسا شاداب و سرسبز ہے کہ لئے بخشش و مغفرت کی کتاب نہیں، بلکہ یہ آئینہ حیات ہے، جس میں ہم اپنی عملی زندگی کی صورت گیری کریں، اور اس کے خط وخال درست کریں، ہم اپنا جائزہ لیں کہ قرآن سے ہمارا تعلق کس قدر کمزور ہو چکا ہے، ہم خود قرآن کے ذوق سے محروم، قرآن ہم سے کیا کہن ہے اور کیا چاہتا ہے، اس کے چاہنے کی خواہش سے عادی عملی زندگی میں قرآن کی پیروی کرے، بجائے، عادی خواہشات اور مفادات ہماری رو بہ ہیں، قرآن پوری انسانیت کے لئے امتداد و مدد ہے، اس کا حق تھا کہ ایک ایک حصہ خدا تک اس کتاب کو پہنچایا جاتا، لیکن ہم نے صدیوں اس ملک میں رہنے کے باوجود اپنے پروردگار کو تنہا ہی کی اس امانت کو پہنچانے کی کوئی جدوجہد و کوشش نہیں کی، عرصہ کہ ہم گویا طاب قرآن میں، لیکن حقائق قرآن اور دلائل قرآن سے علم قرآن اور سبق قرآن، اس سے بڑھ کر اس کتاب کے ساتھ کیا انصافی ہوگا!

یہی چاہیے کہ ہم رعبہ کریں کہ خود قرآن مجید کی تلاوت کا مضمون رکھیں گے، اپنے بچوں اور محققین کو تلاوت قرآن کا پابند کریں گے، کوشش کریں گے کہ خدا اس میں کوئی نہ کوئی نقص خط قرآن مجید کی سعادت حاصل کرے، ہم اپنی عملی زندگی کو قرآنی تعلیم دیں، پراسرار نوریں گے، اپنی خواہشات اور باطنی مفادات کی خوشنودی کو بحال رکھیں گے، قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کریں گے، اگر ہم عربی زبان سے واقف نہیں ہوں، قرآن کے تراجم اور تفسیروں کے ذریعہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب میں ہم سے سافر مافات، بجز ہم اس بات کا بھی غلام کریں کہ اپنے اہل تعلق و مسم بہانوں تک قرآن مجید کے تراجم و تفسیریں ہی، تاکہ ہم لغت کی

فردوں سے عہدہ برآ ہو سکیں، جو اللہ تعالیٰ نے خیر امت ہونے کی حیثیت سے ہم سے متعلق فرمائی ہے۔

مضان المبارک سے ہمیں سو سات اہم ذمہ داری کا سبق ملتا ہے، جب رمضان خود بھوکا رہے، تودہ بھوک کی تکلیف کو محسوس کر سکتا ہے اور اپنے ان بھائیوں کے دکھ کو سمجھ سکتا ہے، فاقہ مستی جن کے لئے معمولات کے وہ ہیں ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے اس مہینہ کو "شہو الصوم" یعنی نظم حارمی کا مہینہ قرار دیا ہے، اور اس مہینہ کے ختم پر صدقہ الفطر واجب قرار دیا گیا ہے، تاکہ تلبی ثروت مسلمان اپنے غریب بھائیوں کو اپنی مسرت و شادمانی میں شریک کر سکیں، یہ ستر سال بھریا وہ بھلے اور یہ عمل بدولت و برائے کا ہے، کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے کام آئے، وہ اس کی مصیبت پریشانی کو اپنی مصیبت پر پہنچل سمجھے، وہ اس وقت تک اپنی خوشی کو مکمل سمجھے جب تک کہ اس کا بھائی بھی اس خوشی میں شریک نہ ہو۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری عملی زندگی اسلامی اخوت کے اس تصور سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے، اہل دہل اپنی دہل کے شامیں سرشار ہیں، راست کے محتاج اور ضرورت مند لوگوں کا انہیں کوئی خیال نہیں، بلکہ ان کی پیش پرستی، غریب مسلمانوں کے لئے پریشانی کا موجب ہے، شادی بیاہ کی فضول رسمیں، اور اس میں ہونے والی فضول خرچیاں، محل میں ہمارے والدین طے کی دینا ہیں، دیوارے نمادنی دانے لوگ، جن شاہ فرنیوں کے بوجھ سے کھدے جاتے ہیں، غریب خاندانوں میں پیدا ہونے والے بہت سے ذہین بچے مجبور تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں، کیوں کہ وہ بڑھتی ہوں، رشوت ملاخوں کے ہاتھ پیر سے نہیں کر سکتے، یہ رشوت کا زرقم کے دہل مند طبقہ کی کا پیدا کیا ہوا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ نہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو کچھ معاشی برکت دی ہو وہ اپنے غریب بھائیوں کا حق محسوس کریں، اور انہیں سوچے سمجھے کی کوشش کریں۔

رمضان ہمیں اولادت کی پابندی اور نیکو اخلاک کا بھی سبق دیتا ہے، یوں تو اسلام

میں تمام حجابوں کے وقت سے مراد ہیں، لیکن یہ وہی تو بہت یاد ہے، ضبطِ وقت کی ضرورت پڑی ہے، رات کے آخری پہر میں بیرونی ہونا اور کھانوں سے پہلے پہر کی کھانا، ان کا اس میں دراصل یہ ہے کہ صبح صبحوں کے لئے کے بعد ایسا قرعہ بھی ملتی ہے۔ پہچ پڑ گیا ہو، درود فاسد ہو جائے گا، پھر عبادتِ قرب کے طور پر درود و اظہار کرنا ہے، اگر پہلے اظہار کر میں، پھر درود، مسبتہ ہو، اور میرے اظہار کر رہی تو کر بہت ہے، درود اظہار کرنے اور صبح کی تمام چیز ہٹنے کے بعد کھانا کھا کر دروغ کر کے کہ مشاء کا وقت شروع ہو، اب صبح کا عشاء، پھر عشاء، پھر صبح کے بعد، اور پھر صبح ہے، آخر یہ تو ہیں، تو پھر صبح کے لئے کے بعد نماز تہجد ادا کر لی ہے، یہ پھر غلط عمل اس قدر مشغول اور سرگوش ہے کہ انضباطِ وقت کے جبر میں کو ان تمام میں راجا ملے۔

یہ وقت کی جدت کا سبب یہ اسبق ہے وقت کی تیزی چیز کے ساتھ کہ کوئی بدل نہیں آیا اللہ تعالیٰ کی بڑی محبت ہے، وقت کی قدر دانی میں ہیں دنیا و دنیوی کی فکارت ہے۔ اور وقت کی قدر دانی میں، اولیٰ کا نقصان، اسببہ علماء کی کامیابی ہے کہ ہمارے مقدمات سے وقت پر شروع ہوتی ہیں، وقت پر ختم، یہاں تک کہ ہمارے یہی مقدمات اور حلقے وغیرہ بھی وقت پر شروع نہیں ہوتے اتنے عرصہ وقت پہاں قائم کرنے کا بہتر سہ لیا جاتا ہے بعض دفعہ رات سے وقت صبح کے تک ۱۲ گھنٹوں غریبوں کا جو رہتا بلکہ چتا ہے، اس صورت میں کیسے مسودہ کی جانگی سے کہ ہمارے ہوئے بھائے سامعین فجر کی دعا کو کر سکیں گے، یہ وقت کے مسودہ میں فصول حرینی لا ارف ہے اور یہ حال و دوسرے اصراف سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے

دوسرے لکھیں اس بات کا تعاون نہ ہے کہ ہم اپنی خواہش پر اس قدر حسد و حسد و حسد
کرنا چاہیں، لیکن وہ یہاں انسان کی کسی خواہش سے کہہ کر کہ چاہتے ہیں کہ وہ
ہے چاہئے کہ جس سے ہم نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ وہ کہے، اہی نہیں کہ کوئی دین ہو کہ وہ
میں اس نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ وہ کہے، اہی نہیں کہ کوئی دین ہو کہ وہ
کی مومن سے تابع نہ کہنے، لیا یہاں ہوسکتی ہے کہ یہ ایک دین نہیں بلکہ یہ ایک

کہہ راقیت پر یہ نور نفس کی خوشنودی پر خدا کی خوشنودی کو غالب رکھنے کی لذت اور طاقت سے آشنا ہو وہ بھلا آخر عمر میں اس سود خواری کو کیسے اقتدار کر سکتا ہے؟ یہی سوا قیاس جن میں انسان کی طبیعت نفس کی قوت کا امتحان ہوتا ہے، کہ وہ رونے صرف اسے بھوکا، پیاس رکھا ہے یا اس میں روحانی اور اخلاقی امتحان بھی دے کر دیکھا ہے؟

(۱۴ دسمبر ۲۰۰۰ء)

تقویٰ — روزہ کا اصل مقصود

اسلام سے پہنچی عبادتیں فرض کی ہیں ان میں روزہ کی بہت اہم اور اصلاح کا پہلو بھی ملحوظ ہے۔ روزہ بھی ان ہی عبادتوں میں سے ایک ہے، جس میں جس کی تربیت اور تزکیہ کی میر سموں علاجیت ہے۔ قرآن مجید سے کسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ ہے کہ تم پر روزہ اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تمہارا سانس اور تقویٰ پیدا ہو۔ **ثُمَّ عَلَيْنَاكَ الْمُضِيَّامَ كَمَا كَتَبَ عَلَيْنَاكَ عَنِ الْإِسْلَامِ** یعنی **ثُمَّ عَلَيْنَاكَ الْمُضِيَّامَ كَمَا كَتَبَ عَلَيْنَاكَ عَنِ الْإِسْلَامِ** اور **ثُمَّ عَلَيْنَاكَ الْمُضِيَّامَ كَمَا كَتَبَ عَلَيْنَاكَ عَنِ الْإِسْلَامِ** سے **ثُمَّ عَلَيْنَاكَ الْمُضِيَّامَ كَمَا كَتَبَ عَلَيْنَاكَ عَنِ الْإِسْلَامِ** کے ہیں، **الْمُضِيَّامَ** لفظ **الصَّحَابَةِ** (نفس پیر) **ثُمَّ عَلَيْنَاكَ الْمُضِيَّامَ كَمَا كَتَبَ عَلَيْنَاكَ عَنِ الْإِسْلَامِ** کے ہیں اور قرآن مجید میں **ثُمَّ عَلَيْنَاكَ الْمُضِيَّامَ كَمَا كَتَبَ عَلَيْنَاكَ عَنِ الْإِسْلَامِ** پر یہ لفظ ہی مسمیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (دیکھئے **السنن**، **الشرعی** ۴: ۵۲، **السنن** ۱۰: ۱۰۷) گو یہ محض افسانہ نہیں ہے خوف سے آدمی اپنے آپ کو رکھتا ہوں سے پناہ دے رکھتا ہی کا نام تقویٰ ہے۔

اسی کو خلف سادہ میں سے کتب اخلاقیہ سے تعبیر فرما، ہے جو وحدت شریعہ میں حضور ﷺ کا ارشاد مقبول ہے کہ جب تک بندہ نماز کی باتوں سے بچنے کے لئے ارادہ احتیاط بعض حائر باتوں سے بھی اجتناب نہ کرے مسکینوں کے درجہ نہیں پہنچ سکتا۔ (تفسیر **صالح**) حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ حضرت ابی بکرؓ سے تقویٰ کے بارے میں دریافت کی تو حضرت ابی بکرؓ نے ایک مثال کے ذریعہ تقویٰ کو سمجھایا، حضرت ابی بکرؓ سے عرض کیا کہ کیا آپؓ کبھی کسی جگہ اور منہ سے سدا سے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں حضرت ابی بکرؓ نے وہ بات کیا کہ اس موقع سے آپؓ نے کیا یا؟ فرمایا میں نے پانچ چیزیں فرمائی اور احتیاط سے کام لیا۔ **”تسبیح و تحریف“** حضرت ابی بکرؓ نے فرمایا کہ یہ نام تقویٰ ہے۔ (تفسیر **صالح** ۱۳: ۱۳۷) گو یہ دو باتیں ایک جگہ ہے جو نہ نا بھلاہوں سے بھری

ہوئی ہے یہی جہاں خواہشات اور گناہوں کی ہیں، جو انسان کے دامنِ گم سے پہنچتا
چاہتی ہیں، مگر شخص وہ ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے دامنِ نوحہ کی نافرمانی اور عصیان
شمار میں سے پی کر دنیا کا یہ سفر طے کر لے

اس طرح تھوڑی ایک جامع گفت ہے۔ جو حق کی تمام باتوں کو مثال ہے۔ (قرطبی، ۳۲۵)
چنانچہ مشہور بزرگ شیخ ابو جہر سلطان نے فرمایا کہ متقی وہ ہے کہ جو کچھ کہہ اللہ کے لئے
کچھ دے اور جو کچھ کرے اللہ تعالیٰ کے لئے کرے۔ *من قال قال الله و من اذا عمل*
عسى الله (عز و جلت)۔ (تقریبی) اسے اسی وسیع مفہوم کو قرآن مجید نے سورۃ بقرہ کے
شروع میں پہلے فرمادیا ہے کہ

متقی وہ لوگ ہیں جو غیب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں، نواز کلام
کرتے ہیں، جو کچھ ہم نے حکم کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔
اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل فرمائی گئی اور ان
کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں اور جو آخرت پر یقین
رکھتے ہیں۔ (بقرہ ۱۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ تمہاری باتوں کو تھوڑی سی بنیادی اہمیت حاصل ہے، ان میں
کچھ چہرہ حقیر و ایمان کی اصلاح ہے۔ یہ اسلام کی خشیتِ اول ہے اور اسی ہدایت کی پوری
عزت کھڑی ہے، ایمان کا حاصل یہ ہے کہ خدا اور رسول کی باتیں ہر کی ہوں، انہیں باتوں پر
اس کا یقین ایسا ہو جیسا انسان کو رکھیں ہوئی باتوں کا یقین ہوتا ہے، یقیناً یہ ظاہر ایک
معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت کسی بات کا یقین انسان کی زندگی میں بہت
بڑے انقلاب کا دہائی ہوتا ہے، اگر لوگوں کے مجمع میں پانچ ایک کا مصروفی ساتھ پا کر کہ
دیا جائے یا کسی عجیب خانہ میں شیر کا بھیانک مجسمہ یا لہو لہو کتے کی بڑے اور بھونکنے،
بچے اور جوان مرد اور عورت اس کو ہاتھ لگاتے ہیں، اس سے کچھ نہیں ہوتا بعض پہلے تو اس
کی ساری کرنے سے بھی نہیں بچتے لیکن اگر لوگوں کے مجمع میں اس سے بہت بڑا متقی
اور رعبا شیر آجائے یا ساتھ نکل آئے تو ہر شخص کا خوف سے برا حال ہوگا، اٹھتے دھبے

یہ دونوں کو بھی راجہ حرارت طلب ہوئی۔ نہ ٹھیل ہوگا نہ رہش ہوگا۔ سیرہ کی ہمت ہوگی۔ یہ
 "بھیں" کا کرلے گا۔ حال نہ شکل و صورت کے قیام سے اور نہ شیر اور سارپ ہیں۔ یہ
 آدمی جس چیز کے بارے میں شیر و سارپ ہوئے گا یقین نہ رکھتے ہوگا۔ حوصلہ پختہ ہوگا۔ کتنا
 بھیا تک ضرر آئے۔ نہ سے کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوگا۔ نہ ہر جہت شیر ہوئے گا یقین ہو
 جائے تو ساری کے خدادادی ہوں ہوتے ہیں۔

"یوں" ایسے ہی انقلاب و فکر نہیں کا نام ہے۔ جو دونوں دنیا میں ٹھیل پیدا
 کرے۔ اور غر و فقر کی کائنات میں انقلاب کا و قیامت ہو۔ خدا پر ایمان نہ توں میں نہیں
 کیفیت پیدا کرے۔ گویا وہ ہے تاقی کے ساتھ کڑا ہے۔ اس کے دامن کو تھامے ہو
 ہے۔ خدائی محبت اس کے دل میں سے اُترے گئے۔ اللہ تعالیٰ کا خوشنودی پر چل رہا ہوتا
 خوش ہو گا تو اس سے سب سے بڑی غلط پائی ہے۔ خدا کے خلاف کا خوف اس کو لرز
 دے گا۔ اس کی آنکھوں کا شکار کے بغیر نہ رہے۔ اسے یہ کہے کہ جیسے منہ اور درخ
 اس کے ساتھ رہے گی۔ برائی ہے۔ خدا کی کتاب پر اس کو اس جو کتا نہیں مامی ہو کر کتھوں
 دیکھی۔ توں پر بھی توں کو اس روح الہیہ میں نہیں ہوتا۔ اسے توں کہے کہ جیسے یہ کتاب الہی و
 حق طلب و رسی اور اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام و سرگوش ہے۔ اس کیفیت کے بغیر ہر
 ایمان ناقص اور ناقص ہے۔ ایک پھر دوسرا ایمان جو نہ گناہوں سے آزاد ہے۔ فدا ہوئی ہو
 دوسرے دور۔ نیکیوں کی طرف سے لے جائے تھوئی کے لئے یہ پہلا ہے۔

دوسری چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا "اللہ صلاہ" یعنی ہماروں کا کام
 کرنا سے حرارت کیا ہے؟ اپنے آپ کو خدا کے آگے کچھ بنا دے۔ اس سے پوئل کتا اللہ تعالیٰ
 کی مرضیات کے ساتھ میں دعاں بنا دے۔ اللہ تعالیٰ کے کرے رہے۔ یہ کہ نیاز خدا۔ خدا
 کے جانتے بندھے ہیں۔ انہیں ایک نظام کی طرح چلے گی۔ ہم نے خدمت توں
 ہے۔ پھر جب خدا کی کوٹ میں جاتا ہے تو قوتی اور بڑھ جاتی ہے۔ دشت فیہ۔ سر و غلہ و
 رہاں پر پہنچے۔ اب عہد کی منزل ہے جو عجز و کشادہ سے کسی کا تھو عروج ہے۔ سر
 چیتاں اور عات۔ اسات کے عزت و وقار کا سب سے ہر اس امر میں جس خدا کے ماسے یہ

سب دلی پر حاکم یا خود ہیں، ہاتھ نیچے ہوئے ہیں، جسم سے نیچے ایک لمحہ سے جو پروکھی اور غلاف و بندگی کی خبر سے قدم قدم پر خدا کی کبریا کی کاہرہ ہے اس کی حمد و ثناء کا محترم ہے، انا ح و احیاء، تصریح و دلالت، ہر پائی گستاخی کا قاتل و ماحض ہے، و توحید ہے کہ خدا کی برکت کا یا فطر کی نور و اثر انکے حراہ ہے کہ اس کی ایک ایک کیفیت سے راجع و جد میں آئے اور انسان کو خدا سے اپنی قربت کا احساس ہونے لگے اس کو جس عکسوں میں ہونے لگے جیسے وہ خدا کہہ رہے تھے

پس یہ نماز ایک عذر ہے، اور اس کے ذریعہ اس کو تہجد کی طرف حوصلہ دیا گیا ہے جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے حقوق و اکرار سے سب سے پہلے کون عذر مسلمان سے نوٹنے سے ہے۔ لیکن اگر اس کی جگہ نماز نہ ہو تو پھر جہاں کافریا، جہاں کفر ہے، جہاں اللہ کی مرضیت اور اس کی پابندی کی نگاہوں سے دھجھل ہو جائیں، وہ خدا کے عظیم و ہر حکم پر مقدم رکھے۔ اور جہاں نفس و گمراہی کے دوسری بھی اللہ و اس کے رسولؐ کے فیصلہ کو اپنے آپ پر نافذ کرے۔

متفقوں کی میری صحت "حق" ہے۔ ادا کی گئی تھی کہ اس کے لیے ہیں
قرآن کے مطابق تھی۔ انہوں نے ایک اور صفت یہ ہے کہ ادا کی گئی کی طرف
سے جو کچھ بھی کم، بیش، زیادہ، کم، اس کا ایک حصہ اپنے غریب بھائیوں پر خرچ کرتا
ہے۔ اور اصل دنیا میں جو کچھ سب سے زیادہ، اس قسم کو پہنچتی ہے، دینا فریضہ کرتی ہے وہاں
دوسرے کے اس کی حرم و لاف سے ہے تو یہ کرنے ہے۔ پھر دوسرے شریعت کا تقاضا
وہاں پر چڑھتا ہے کہ کبر و غرور، فخر و تکبر ایسا نہیں لگتا ہے۔ یہی کبر و غرور، ادا کی گئی کے لیے ہم تو اس
ہے۔ اس سے خود غرضی پیدا ہوتی ہے، اور اس کا جذبہ منطوق ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کو
ایک دوسرے کھینچنے لگتا ہے۔ "حق" اسی کا لفظ ہے۔ "حق" یا "حق" سے صرف دوسرے قانونوں
کی مالی اعانت ہی سہی نہیں ہے بلکہ یہ حقوق العباد کے لیے ایک عنوان کے درجہ
میں ہے کہ جیسے انسان خدا کے حقوق دانا کرے، اسی طرح خدا کی مخلوق کے حقوق کی بھی
رہا بہت کرے۔ اس کے خدا کا حق یعنی ضرورت نہ کہ کوئی اور کرے، اسی طرح خدا کی مخلوق

کے حقوق کی بھی رعایت کرے۔ اس لئے کہ اپنی ضرورت سمجھ کر ادا کرنا ہے بعد ازاں اس کی عبادت اور بندگی کا صحیح نہیں۔ اور لوگوں کے حقوق کا ادا کرنا لوگوں کی ضرورت کے پیش نظر ہے کہ انہیں شاکہ اور ضرورت نہ پڑے۔ اسی لئے بعض جہ سے حقوق الناس کی رعایت حقوق اللہ سے بھی زیادہ ہے۔

اس طرح تقویٰ میں باتوں کو شامل ہے، دل میں ایسا وہ نہیں فی حقیقی کیفیت کہ پیدا کرنا۔ ایسا یقین جو دل میں آیا کہ میں سے ملنا میری مہربانی سے کہ پہلے میں اسے لکھ آئے تھے۔ اور یہ ہے کہ اللہ نے حقوق کو ادا کر کے دیکھا جو بعض اور ایسا ہے کہ پیدا کرنا ہو اور مہربانیوں سے چٹا ہو تیسرے اور لوگوں کے حقوق کو ادا کرنے والا ہو مال کے در پر بھی غریب بھی نیوں کا حق توں کرتا ہو۔ اور اپنی دیاں سے بھی لوگوں کی عزت و آبرو کو سمجھتا ہو اس طرح تقویٰ پروری انسانی زندگی کو شامل ہے۔ درجہ کی کاکوئی کو شامل ہے۔ یہ ہے نہیں۔

انسان کو چاہیے کہ جب وہ اپنا سہلی پیدا کرے تو تلاش کرتا ہے۔ اسی طرح ملنا وہ ملنا یاد دہانیوں کو بھی تلاش کرے۔ دانا کے طلاق کی طرف متوجہ ہو۔ کسی کی بیماری میں اس کا عقیدہ جس جگہ ہوئی ہے وہ ضرور پڑھتا ہے۔ اور دے دیکھتا ہے۔ لیکن تو طاعت کا شکار ہے اور خدا سے بچنے اور نقصان سے بچانے دیا کی چیزوں سے قطع و قصاص کا یقین اپنے دل میں سمجھائے ہوئے رہے۔ اور اس کے خرافات نہیں سمجھتا۔ اور دنیا کے اسباب پر اس کا یقین ہے۔ تو اس کا تقویٰ یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان کی اصلاح کرے۔ اگر ایک شخص نیکیوں کے تمام کام کرتا ہو لیکن نماز کی توفیق سے محروم ہو تو نماز کا احترام ہی اس کے لئے تقویٰ کی کسوٹی ہے، عبادت کا احترام کرنا ہو لیکن لوگوں کے حقوق میں غافل ہو، غریب بھائیوں پر خرچ کرنا اس کی دشواری میں۔ جو تو اس کے لئے تقویٰ کا سرمایہ "مخلوق" سے اگر نماز روزہ کی بھی توفیق نہ ملے۔ اس سے راستہ میں خرچ بھی کرتا ہو لیکن اس کے اخلاف ایسے ہیں۔ اس کی زبان لوگوں کی عزت و برتری پر تحریر ہے۔ حق ہے۔ اس کا یہ کہنے کیوں اور کھانا اور اس سے مسرور ہو۔ لوگ اس کی ترش دہانی سے گھبراتے ہیں اس کی تہکداری سے خوف کھاتے ہیں تو خلافت

میں اس کا تقویٰ چھپا ہوا ہے، تیرہ اس کی اصلاح کر لے تو تقویٰ ہے۔
غرض تقویٰ زندگی کے ہر شعبہ سے قطع رکھا ہے اور تقویٰ کی مثال تک پہنچنا اس
کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان اپنی روحانیت بھاری کی شہادت کرے اور جہاں گمراہ کا پیپ
ہے وہیں اصلاح کا شر لگائے، اگر خدا تعالیٰ نے کچھ نیکی مافیٰ توکل فرمائی تو اس سے
دھڑکتے کھائے کسی مریض کے لئے اس سے دوا نہ معائنہ کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ وہ
اپنے آپ کو صحت مند تصور کرنے لگے، دوا کا مقصد ایک مسلمان ہتھوڑی کی مڑی ہوئی
جھونچکا ہے، اب گروہوں الملوک کے قریب آجائیں، ہم اپنے گریبانوں میں
جھانک کر دیکھیں جو اعضاء کا آئینہ ہے ورنہ زندگی کے سارے رویے اور یقین کہ
کیا ہم نے تقویٰ کی طرف سفر شروع کر دیا ہے؟ اگر شرع نہیں آیا تو کہا اب بھی اس کا
وقت نہیں آیا؟

(جنوری، ۱۹۹۹ء)

عید کا پیغام امت مسلمہ کے نام

آج عیدِ قدس ہے خوشیوں اور مسرتوں کا دن، نئے خوبصورت رشتہ دنگ
 پڑوس نے نیک کام باوجود پایا ہے، بڑے بھونے، احسان و عہد، معصوم بچے مرید
 اور عورت ہر ایک جہے۔ کلمے نے قیام دوسرے کو سکرا خوشی کی سوغات پیش کرے
 ہوئے سبیل، شیر خوار کی نوگو یا برسات کی، نئے ایف، سرے سے جل کر
 ہیں، درختے کھمے پہنچنے لگی کوپوں میں کوئل کی طرح پہچہ رہے ہیں، درختیں، خوب
 مسودہ تکیوں کی طرف اڑے پھرے، ہر عکس عید کا حاصل یا صرف عکس ہے، "یا
 عید کھنچ ایک ساعت مسرت سے جزا" درگزر پا۔ شاید لیا نہیں، اسلام کا
 خالق ہے کہ وہ برکت سے چکا رہتا ہے، عرب و موصوع کے پھاؤں کی طرف
 اسان کو حشر کرتا ہے، دور درگی کے رشتہ کو مشعل راہ داتا ہے، جس ناروشی سے
 اندھے کی دیکھے تکیں اور گھر، مٹی جیسے نہیں، تہ و بدلتی ہے، دیکھو، نئے باغی
 صبا، تارا کا ہر طبع، عید کا ہوا، غلے کے نہ ہر دیکھیں اس کو سننے سے محروم۔
 رہیں۔

عید بھی براپا، "وہاں" سے دعوت ہے، عید سب سے پہلے ہمیں اسی جانب متوجہ
 کرتی ہے کہ مسلمانوں کو خوش و مسرور۔ کہی تہ میں عید عید اے چاہیں خود کھینچے
 کہ مسلمان تہ سے اس سے بڑھ کر خوشی کا کوئی نہیں۔ جس امر و سے خود
 ہے اور تہ کی شربت، پٹاخوں کی عجم۔ حروس کا شور، غول، ساش، بارہوں کا
 یا۔ بلکہ ہر مسلمان صبح وہ اٹھتا ہے، مارچ لڑا کرتا ہے، پھر نہانا، صلا، سحر سے
 دھرم، سحر کے کپڑے، عید ہے اور شرارت، شہزاد عید کے لئے مائل سے ناگھیں چلی
 ہو، وہ دن پر دستوں میں لیا، خوشی کے کھاتے، عید کا، دیکھ کر، دکانہ شہر کرتا ہے

اور اپنی پیشانی خدا کے سامنے پرکھ کر اپنے غم و تپناؤ کا اظہار کرتے اور وحی کے مواقع پر آدمی میں کسی قدر گہر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہمارے دل کی کل اور خدا کی بڑائی کا قرار و تعریف کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اصل صاحبِ ایمان وہ ہے جو وحی و مسرت کے وقت ہر اے۔ گئے۔ میں کی شریعتوں میں کبر کے اور نیچے ہو، میں کی زبان پر اپنی جہلی کا کلمہ نہ ہو، بلکہ خدا کے سامنے جھکتا ہو اور وحی کے آنے کے وقت واضح و انکسار کو بڑھایا اور اپنی بڑائی کے احساس کو گھٹایا جو وہ اس وقت بھی اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو اور اس کی پیشانی خدا کی چوکھٹ پر غم و شادی پیا ہو، بچہ کی پیدائش ہو، نیا مکان خدا نے بنا دیا، دکان اور دودھ کا سماں مسز آ، ہوا، ولی مات وحشی کی پیش آئی ہو تو مسرت کے اظہار کا اسی طریقہ اللہ کو پسند ہے کہ مومن کا سر شکر کے جذبے سے سرشار ہو تو خدا کے سامنے جھک جائے اور اس کی رہائی اللہ کے دگر اور حمد و ثناء سے ہو۔ عید مسلمانوں نے لئے جو وحدت اور وحدت کا بھی پیغام ہے، عالمہ اور ہوا، عریب آقا، و غلام، امر، خروا ہو، رسایا، حاج کا مسز اور مسرور، فحش ہونا کوئی مسخوں اور غیر معروف وی گویا ہو، کالا اور عربی ہو یا کبھی ایک ساتھ شا۔ پیش۔ خدا کے حضور کھڑے ہیں اور اس نے کر۔ کے حوالی ہیں۔ یہاں کوئی اختیار نہیں۔ حد کے۔ ہر ایک مسیہ پر ہیں، خدا سا لباس کے قناع میں

یہ ہی صف میں کھڑے ہو گئے محو، اور

کوئی بندہ رہے۔ کوئی بندہ تو نہ

میں سے جو کہ مسلمانوں کے لئے وحدت کا اور نیا پیغام ہوگا ۵۵۔ سب مسلمان جسے دیکھ کر عید پڑھے، لے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتِ نبوت سے وابستہ، سنت پر سب کا ہمیں قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے ہیں اور مرتے ایک قبیلے کے حامل فکر و نظر کا چمک و خٹک اور سے لیکن میں۔ ہوا، حوق و پیش۔ پیشا، اور خدا، پیغام کھڑے میں، کاش دہرے دور میں بھی میں، مدت ملی ہو جسوں کریں، دور میں کس

قدروین کی بیادوں میں اس نے درمیان شہر آگ و خفاقی ہے اور گریختھ انکسے
 ہے تو اس وقت ہے کہ اس کو نظر انداز کیا جائے اور ایک دوسرے سے رائے کے اختلاف سے
 ساتھ ساتھ گورداشت کیا جائے

”عید“ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ وہ خوشی، خوشی نہیں جس میں پورے
 ماح کو شامل نہ کیا جائے، آپ کے گھر میں مسرت کا چراغ جلے بلکہ چڑھائیں ہوا
 آپ کا پڑوسی ہم کی تائیکوں میں ڈھایا ہوا ہو اس سے زیادہ کامیاب کون مسرت
 نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت کی طرف متوجہ نہ رہے کے لئے جمہور اسلام صلی اللہ علیہ وسلم
 نے نماز عید الفطر کے ساتھ ساتھ ”صدقہ فطر“ کا بھی حکم دیا ہے کہ ہر صاحب محتاج
 مسلمان اپنی اور اپنے زیر پرورش لوگوں کی طرف سے گھیس کی ایک خاص مقدار یہ
 اس کی قسمت اپنے غریب محال کو پہنچانے اور عید سے پہلے پہنچا دینے کی کوشش
 کرے تاکہ عید کے غریب اور پریشان حال لوگ بھی عید کی خوشی میں شامل
 ہو سکیں۔ ”صدقہ فطر“ ایک ملاستی مل سے یہ صرف عید ہی کے دن کے لئے مخصوص
 نہیں۔ یہ اس بات کی تسلیہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی ہر خوشی میں مسرت کے غریب محتاجوں
 کو بھی شامل کرنا چاہئے۔ وہ خوشی اور حوری اور ناکام سے جو اپنے گھر تک محدود ہے اور
 جس میں اپنے اس پڑوسیوں کو شامل نہ کیا گیا ہو جس کو نہ اسے آپ کا نیک نیت کا محتاج
 ہے

اس لئے اسلام میں بچہ کی پیدائش کے ساتھ ”حقیقہ“ اللہ شادی کے موقع سے
 ”دایرہ“ دکھا گیا ہے اور پھر آپ جی نے فرمایا کہ بدریں دیکھو وہ سے جس میں مسرت کے
 غریب لوگوں کو شریک نہ دکھا جائے۔ مسلمان وہ ہے کہ جسے دوسروں کی فکر و پانی ہو جس کو
 دوسروں کی پریشانی بہتر ہو کر رہتی ہو جس کے لئے دوسروں کا نیکو پانچم ہیں جاتا ہے جو
 دوسرے محتاجوں کے لئے کی کمک اپنے دل میں پاتا ہو اسے اپنی لڑکیوں کے ساتھ
 دوسرے غریب محتاجوں کی لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ بھی متفکر نہ ہو۔ سے بچے بچوں کی
 تعلیم کے ساتھ ساتھ قوم کے دوسرے بچوں کی تعلیم کی فکر بھی ہے جس کی دھنسی ہو جو ان

ہا اور تیسوں اور بچوں کے لئے بھی پسے دس کوپے مکوں پاتا ہوں کے یہاں
 ققوں کے گرد ققے اور جو ققے تیرا دی ہڈ کوڑہا کے ققے ہی کسی نکاح و سر کے شکر ہیں۔
 مع ققے "ترہاں بے زبانی" سے مرعش کر یہ بچا ہونے ہے۔ کاش "ہم" سے دس کے کانوں
 سے سن لیں

()

اسلامی تہوار — تہذیب و شائستگی کا نمونہ

[illegible]

اس میں مثال جوئی صاحب کا وہ خطاب ہے جو انہوں نے اس موقع سے کیا ہے
 انہوں نے کہا کہ ”ہندوؤں میں واپس آ جانے کے بعد ان کی کاتھہ ہے کہ خواتین اور مرد بچے
 بدلاؤ کی بجائے ہماری سرپرستی کرنا چاہتے ہیں۔“ یہ ایک حقیقت ہے کا انہوں نے
 لے۔ اور انہیں یہ ادنیٰ حقیقت پر غور رکھنے تو یہ جو اس قدر صحیح ہے۔ انہوں نے ان کا
 مرد کا دھرم بھی کیا۔ یہ طاقت اور پاکیزگی خلیوں کے جاننا مسلمانوں کی جانی تو ہو سکتی ہے۔ ان
 واپس بھی یہ ہندوؤں کو پس کر سکتی۔ اور جو یہ حقیر مر کھنک و ہندوؤں کی گلیاں۔ اس
 تہوار میں دے۔ پھر اس کو مرے۔ کا طور پر ملتی بھی لگا کر ہے۔“

فتیہ۔ کے تہوار قومی دھند میں آئی ہو گی اور اس کی وجہ سے ملک واپس

[illegible][illegible]

وہری خلیفہ مسیحیوں کی امداد کی خاطر حجاز سے واپس آئے۔ اور ان خلیفہ کو اپنے غریب بھائیوں کی مدد کے لیے عید الفطر کے موقع پر ہر صاحب استطاعت مسلمان پر صدقہ عجرہ لگانے کا حکم دیا۔ وہی عید کے روز مسلمانوں کو شہر کی طرف لے کر آئے۔ اور ہر صاحب استطاعت پر اس کی مالیت میں ڈھائی فیصد

ذکوۃ واجب ہے جو ہم طور پر رمضان المبارک ہی میں نکالی جائے ہے اسی لئے عیدِ الفطر میں غریب سے غریب گھر تک بھی گئے پکڑے ملتا ہے۔ وہ چند ٹائمرسی آؤں تو ہو کر کھاتا دیتا ہے۔ غریب سے قرباں مطلق کی معنی ہے قربانی بھی خوش حال مسلمانوں پر واجب ہے۔ قربانی کے گوشت کا ایک حصہ غریب پر اور ایک حصہ اپنے قریبا اور رشتہ داروں پر خرچ کیا جاتا ہے، پھر جو خورد کی کھال مروخت رکھے اس کی قیمت بھی غریب کو ملوں غریب صرف کی جاتی ہے۔ کچھ اسلامی طریقہ پر اگر عیدین کو منایا جائے تو اس میں فصولِ قربانی کے لئے کوئی ٹکڑے نہیں ملتے۔ غریبوں کی اعانت خوشی کے ہر موقع پر ملحوظ ہے۔ خود فرمائے کہ لوگوں کی تعداد میں صورتیں بنانے پر کسے ہر حالت آتے ہوں گے؟ پھر زبائیں و تاراش، روٹنی اور گانے بجانے پر جس قدر خرچ ہوتا ہے؟ پچھلے پچھلے دنوں کے لئے دکانداروں سے حیرت انگیز رقم وصول کرے ہیں، جگہ جگہ راہ گیروں سے چند دھوکے لیا جاتا ہے۔ غریب مزدوروں تک کو ٹھیکہ بخش جاتا اس کے لئے جھگڑے بھی ہوتے ہیں، اور ایسے بھی ہوا ہے کہ اس جھگڑے نے قس و قائل کی صورت اختیار کر لی۔ پھر یہ کروڑوں روپے چند دنوں کے بعد پانی کی بند کر دیئے جاتے ہیں، نہ خود پیو دے والوں کو اس سے کوئی نفع حاصل ہوتا ہے، اور نہ جانے سے غریب ماگوں کو اس سے کوئی فائدہ ہو سکتا ہے۔ حالِ عمران بھاری رقوم سے لاکھوں غریب انسانوں کو کئی دنوں بھوک سے پیایا جاسکتا تھا۔ اور ان کی روزی، ولی کا مسئلہ حل ہو سکتا تھا۔

اسلامی تیماردی کا سب سے بڑا انتہاءِ رحم و رحمت اور تہذیب و شائستگی ہے۔ نہ جلوس سے نہ ریلی، نہ تلواری نہ نمائش ہے۔ ان نمائش کی انتہا نے ہیں نہ قتلِ بادی، نہ دھوکہ دہا دیئے، نہ لاشوں و گناہوں، نہ دوسرے مذہب کے مانتے والوں کو گھبرا دینے والا، نہ استغالی، نہ گنہگار، بلکہ ہر مسلمان کے سر پر ہمارا حق، جمیع پیرے ایمان ترحوہ ہونا کر، گھر سے میرے گاہ کی طرف نکلتا ہے، ہاں پر نکلے تھے ہاں میں، انہما میں بھی۔ اپنی بڑائی۔ کسی کو فکا، بلکہ خدا کی کبریائی اور حمد و ثناء، میرے گاہ سو نیچے، اور بہت فدا وانی، پہلے قربان، پھر یہ شان و شہن پر رکھی، دوکانے شکر انا کہ خدا کا عظیمہ اور عظیمہ سا ایک دوسرے کو مبارکباد

غم کے زیرِ سایہ عید

کیوں نہ کہیں کہ آج عید سید کاون ہے؟ عیدِ امن مرا کہ بھرتی ہے عیدِ خوشیوں
 کی سوغات ساتھ لان ہے عید سے سب کے شے کھلے ہو غم کے دل چھٹ جاتے ہیں۔
 عید تو سرشاری ہے بے کو حریف کی تھوڑا یوں تک ہر جگہ خوشیاں ہاتھی سے اور پروہ
 شادی میں کرکاشنوں سے تاروں تک ہر جانتیگی ہے مگر کیا ہے آج کی اس عید پر غم
 کی ٹھانیں چھائی ہوئی ہیں آج آنکھیں روشنی کے سوؤں کے بجائے، اکتاہٹ غم کا
 یہ رہتی ہوئی جیسا رہا ہے پر غم سب کے بجائے نا۔ دھڑا چاہتا ہے دل میں خوشی
 دسرت نہ تھی نہیں۔ بلکہ صدمہ لاسوں کے کنارے ٹک ہے ہیں۔ غم خدا کی نیت جس
 بجلی میں موسم برتنے درفوضت کپڑے سے عید تہا ہیں، لیکن یہاں جس پر لگا ہیں تو
 عید طاق نہیں آتی نہ چڑائی میں نہ عیدوں، قسم کا قہقہہ قہقہہ ہی ہیں۔

آواز۔ یہی ہم ہیں بے صفاں عرب نے دیکھیں سلام کا چار محبت لے کر آئے،
 یوں ناکارہ کے ساحل پر تر دو کوئی سندھ کے بحر اداں میں خیریں برا اس۔
 جس قبہ کو زنی و صحت کا نظام نا مانہ غول اور انہ لوں کے درمیان کمر لہرائی کو اور
 لہجہ تھا، اسے مٹایا دیے کچلے لوتوں کو اور پر افخا، مجر توں کو حیا کی چارہ بھائی اور عرت
 احترام یہی کی رسم خرمی کی لہجہ لہجہ کے طے آواز ہوتا، صدمہ خدا کی صدا
 لہان انسانوں کو تلوک کے سامنے جبین بدلی تم کرنے کی دل سے راہ اورے کی سہلی
 و صاف مئے محبت کے ہو، کمر ناکے جہلم کو دکا جہد و تہ کے، غم تھا، یہ اندھ بکا
 راوی اوق، کسی کو پتا نہ ہو کہ بول کرنے پر مجبور ہیں یا وہی نے میں صدمہ پیر چپک
 نے خدا دل سے آواز و احاطہ کے ہے چہ نہ جہد خدا نے اپنے دل اس نے
 کے عید شہنوں وہاں نہ ہوا، جس توں میں کسی تھا، وہوں شادی نہ ہوتی، یہ

رہے تھے وہی ان کی حفاظت نے لیا کہ غری ہو نہیں۔

نہ جس آئندہ سب اس ملک پر ہی مرجع مد سے نہ بدست سوری ان کی
ظہر مد کی اولوالعمری کا پیام نہ نے تو طلوع ہوتا تھا اگر قوم غن بہتر ج کرنے کا
مزاج رستی تو سبھاؤں کے سوا کسی کا وجہ اس راہ کو نکلنے کے لیے بھی غلبہ باقی نہیں رہا۔
اگر مسلمان جبر و قہر کے سوا دوسری نوسوں کو مسلمان نہ نے کے ناکل ہوتے تو چند شخص ہی
اس ملک کی قسمت بد لئے نے ہے کالی بدشہ و استعہ ہل عرصہ کے بعد بھی کفریت و
انکیت کا جھڑپاتی ہیں وہاں مسلمانوں نے سیاست و جنگ کے میدان میں حقی طاری
آرائی کی، اگر انہوں نے اس کی آیت چوتھی، بلکہ اس سے بھی کم ہمت و عجب اسلام کے
لیے صرف کی ہوئی تو یقیناً یہ ملک گلشن اسلام بن کر چوری انیا و مہر پار کرے کے موافق
میں ہوتا لیکن مسلمانوں سے نہ جو علم و جبر و اکر لائق دور، اختیار کی جس سے اللہ اور اس
کے رسول نے منع فرمایا ہے اور جو یقیناً مسلمانوں کے شانیں شوں نہیں اور نہ دعوت دینا
کے اس فریضہ کی طرف توجہ دی جو اس کا شخصی فریضہ اور اس کی سہی ہے۔

اس طویل عرصہ حکمرانی میں انہوں نے وسیع تر متحدہ ہندوستان کا تصور یا غریوں
کی فراموشی و راہ کی دی، حکمرانی رستہ و لہجہ و علف کی، تحفہ و اہد باب کے سنی دینے
ساشی و حکامہ بخشا، ۱ سے ۳۰ نے ہی چایا بنا، ہر اس چایے کے بل، یہ تو چنے کے
بجائے سے سوراخے اور نکھارے رہے، اس ملک کے چپہ چپہ کو مسکن و جمل ہی رتوں،
پر شکوہ و غصوں ملک ہوں بنا دیں اور ہر ہر با پچوں کے جنوں سے بچایا اور اس کی عزت و
شہرت کو وہ چند کیا، لیکن چوں کہ اس بار آور سز میں ہر ایمان کی قہم دیری ہیں کی تھی اور اس
گلشن کو گھائے جاہلیت سے سوار سے کی کوشش نہیں ہوئی، اس لیے پا آحر پندرہ وری و
ظہر مد کی کے سورج سے پامانہ پھیر لیا و عقلی کی نہ خیر نے ہر سے ملک کو پا یہ جوں
کر کے رکھ دیا۔

اس عہد نامہ میں بدست انہوں نے اس ملک کے اصل باشندوں کے درمیان
نکرت کی بھتی گائی و ایک ہی مادہ رفر کر لی شروع کی جو سب دلیل و ثبوت تھی اور جن کا

۲۔ حق کا آئینہ عہدہ ماہرین مسجد کا مسئلہ ہے۔

کھانا کھانے کے لئے منہ دوسرا کر کے سبکدوش ہو گیا تھا، لیکن یہ بات، علی حدیث کیا روئے طلاقاً، قابلِ عین سے نہیں لے سکتا۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ برہمچاریاں یہ بھی ۱۰۰ روپے کے حور کی دہاں میں ہانپ کر غمر کیا ہے۔۔۔ اس میں اس کا کہہ سکتا ہے دوسرے خود بخود سے اس کا کہنا ہے کہ یہ برہمچاریاں دہاں سے معلوم ہوئے کہ مارا اور دھکے تو پہلے ۱۲ میل ۱۵ منبر ہو چکا، چنانچہ پراسیسور بری اسٹوٹ گھسائے، اس شخصوں کی بھی شہادت لی کہ ہمارے غلام نے یہاں سے آئے ہوں (برہمچاریاں) یہ دھیس (جو عورتیں تھیں) تھیں بے پروا)۔ یہ بھی لکھا ہے۔ یہ برہمچاریاں دھیس تھیں۔ (۹۶)

میں شخص سے کہتا ہوں کہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس وقت کو بھرنے کا یہ جو طریقہ ہے۔ اس کو اس شخص کے مزاج و مذاق کی مر سے مطابقت دینا چاہیے، اس سے پہلے سے کہ اس کی بطور متوجہ کے بعد اس سے اس وقت کا مطالعہ معلوم ہوتا ہے، یہاں کہ یہ شہید مذہبی تہذیب کا ادبی پس منظر اور مذہبی روح کا بہت ہی زیادہ دلچسپ رکھتا ہے، مصلحت مزاج غیر منظم ہو، نہیں سے کہی ہو، اس کا اثر یہ کہ ہے۔ دلچسپ پر ماد سے پہلے کتاب کا مطالعہ کرنے سے پہلے حصہ میں ہا۔ کے ساتھ ساتھ اور تنگ لی کی بہت قریب کی ہے۔ اس سے اور میں نظم سب میں بھی سب سے بہت شریک تھے وہ بہت دور گویں سے یہ کیفیت سے پیش آ کر تھا۔ پھر میرا یہ کہنا کہ اس کی کوئی شجاعت نہیں کہ یہ مصلحت نہیں لیا جائے کہ پھر شریک اسٹریٹ کے کھاتے کہ اس کی کوئی شجاعت نہ ہو جو کہ اس سے کہی کسی متوجہ اور اس کو بہت دور پہنچنے کی بنا کوئی نظم دیا کہ اس کے پڑھنے کی رائے پڑھنے کی تھی میں کہ یہ وہ پڑھا دھ جس سے کہی دور دلی دور اس کے لیے کہی کا چھوٹا دور (۱۹۰۰)

مشہور نقاد سید حسام الدین عبدالحق نے اپنا نایاب ”مسلمان شہرہ“ کی کتاب

[illegible][illegible]

غیر کو سائل مراد تک پہنچا، لہذا عیہ کے ل جو احاطہ (حاضر و اکابر) سے وہاں ہوگا اور
اسے کو خوشیوں سے ہم کن دفرہا جو دست دولت اور سہولتی کے دے دیتے۔ جیسے اور اپنی ہے
و قیری کی خبریں سننے سننے، یوکی دن میری کے وہ سے گدہ کی ت اسے سب سے
سرفراز فرما اور اسی سے سہلی کو، جس کے لیے برکت و عادت دلوں و تنہا و عزت،
و کا د کا سار، بخدے! **وَمَا تَقْنَلْ مَنَافَاتُكَ الشَّيْخِ لَقَدْ تَقْنَلْ** 'میں نے رپ
الطاس:

(۶ دیکھو ۲۰۰۲ء)

نئی یاد رکھو، جیسے پھر کسی قربانی اس وقت غنیمت کی یادگار ہے جس میں یہ ہنجر ہے
اچھے کھانے کا پتہ تین غلہ کی خوشبو کی قربان گاہ میں ہے۔ چہ جائیکہ جبرائیل
نہیں ہو۔ عزم ہے۔ یہی روایت ہے لیکن اسے چھوڑ دو، ان کو گناہ۔

[illegible]

اسان کے لئے اس طرح کے اجتماع کا صواب نہ ہے۔ خاص کر اس وقت میں جس میں حال
وہمہ امیہا راجہ ہے۔ جس سے ہمیں جو کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ ہم سے کہیں
عصر کیا کہ یہ۔ مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے میں۔ جو ہمارے لئے بہت زیادہ
فائدہ مند ہے۔ اس لئے ہم اس کا غور و خوض میں لے رہے ہیں۔ اور سب
حالت کے لحاظ سے اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ سب سے پہلے ہمارے سامنے ہے۔
اس لئے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ہم اس کا کام لے رہے ہیں۔ جس سے ہمیں
بہت زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔

ہے وہ اس میں اپنے آپ کو حکم شریعت کا پابند بنانے کا اصل تقویٰ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر اوقات انسان کے لئے فقاہ مذہب کا اجتماع آسان ہوتا ہے، آدمی حسبِ توفیق کچھ ذکر و تسبیح بھی کر لیتا ہے، لیکن اپنے آپ کو اس قطع سے دوستی نہیں رکھتا و شہ ہوتا ہے جس کو شریعت کا خوف نہ ہو اور جس کو آج کا سودی نظام ملال کئے ہوئے ہے۔ یہ مبالغہ ہے کہ جہاں سودا ابروئی ایک صاحب ایساں کے سامنے آئینہ بن کر آ جاتا ہے وہ اس میں اپنے ایمان، حکم خداوندی کے سامنے تسلیم و رضا اور شریعت الہی کے سامنے سرائفگی کی تصویر دیکھے اور خود اپنے آپ کو تو نے کہا اس نے جانور کی قریانی کر کے علاقہ حق پر خدا سے خود پروردگی کا جو وعدہ کیا تھا کیا وہ نہ ہوئی کے ہر موڑ پر اس وعدہ کو لگا کر رہا ہے؟

(۷۱ اور ص ۷۲)

ہجری کیلنڈر

پچھلے کیلنڈر نے ایک عرصہ فی امت ویرہ پ ۱۳۶۸ء کے بجائے ۱۳۶۹ء ہے
اسلامی کیلنڈر "ہجری کیلنڈر" کہلاتا ہے۔ بغیر اسلام ہونے والے ہجرت کی طرف سے کی
تبعیت ہے، عربی زبان میں "ہجر" سے معنی چھوڑنے سے ہیں، اسی سے ہجرت کا لفظ ماخوذ
ہے، ہجرت ایک اسلامی اصطلاح ہے، وہاں کی حفاظت، اور یہاں کی اشاعت کی غرض سے
ترک وطن کرنے کو "ہجرت" کہتے ہیں، "تارکین وطن" آج کل ایک میں قومی اصطلاح
ہے، ہر ملک میں ہر کسی وطنی جو وہاں رہتی یا قدم رکھ کر وہاں آباد ہوتا ہے،
یہ تارکین وطن ہیں، انہوں نے معاشی اور سیاسی مقاصد کے تحت اپنا وطن چھوڑ دیا ہے، ان
کو "ہاجرین" کہتے ہیں، "ہجرت" کے معنی ہجرت کے ساتھ انصافی ہے۔

ہجرت دراصل ہجرت میں کی امت سے شیعہ ہی کوں خلیفہ دینی کو ہجرت کرتی
پڑی، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ادا علیہ السلام وغیرہ کی ہجرت
نے واقعات کو خود قرائن مجید میں مذکور ہیں، لیکن عرب میں ہجرت کے نام سے جو مشہور
آپ ﷺ کی ہجرت کو ہوا، کسی اور ہجرت کی ہجرت کو وہ مشہور حاصل نہیں ہوئی، آپ ﷺ
۱۵۵۰ء میں مدینہ منورہ گئے اور اُنہیں ۱۰ سال کی عمر یعنی ۶۱۰ء میں آپ کو نبوت سے سزاوار قرار دیا
گیا، آپ ﷺ کی صدقات و دیانت اور خلافتی نوادوں کا پورے ملک میں بے جا تھا، آپ ﷺ
نے اپنے پیچھے ہر جوانی اسی ملک میں رہا، نبوت سے بعد آپ ﷺ نے خلاف قیاس کے ہر
طرح کی ایہ اور ساری کار متاقلید ہی نہیں کیں، انہی زعمی قرآن آپ ﷺ کے نزدیک رہا
اور کوئی دوسری تفسیر قرآن آپ ﷺ کی رہا، آپ ﷺ کی یہ تفسیر۔

۳۳ سال آپ ﷺ سے مکہ میں ایک بار چار و بیہ فانی ۲۰ سال ایسے
مکہ کے کہ شبہ و شبہ آپ ﷺ کے قرار ہے۔ کسی طرح انہوں نے ہندو نہ کو پائیں۔

تک بات کی صورت طامیر و چارو و گھنٹے گھنٹے میں گھوم گھوم رہا تھا۔ سب سے میں گھر کے قریب ایک دربارہ رہتی تھی۔ وہ دربارہ میں ایک ایک سے ملنے اور اس کی خوشامد فائدے دیکھیں بہت کم تھے جنہوں نے آپ کو اس کی دولت پر بیٹھ کر، کٹھنیت ان کو ان کی حق کی روشنی اس کے سامنے دے دی تھی۔ آپ کی طرح عمل کرنے والی تھیں۔ آپ کی رو بہ پیش کو چھوڑ دے پر۔ تاکہ انہیں قصہ کیوں کر سیکھ لیں گے۔ ہوا چلا دیکھ۔ قدامت و زمانہ کی کیفیت تھی۔ آپ اپنے نو بہن بھائی تھیں۔ ہر ایک آپ کے کچھ سے متاثر تھے۔ یا کثرت یا مسکن غمزدہ کو رہتے تھے۔ اور آپ اپنے اپنے اہل خانہ کے ساتھ درخت کے پتے اور پھل تک کھا کر پر بخور تھے۔ جسم اللہ کی پرکھت کی اور جو غفلت اٹھائی تھی، نگہ میں پسند و اہل نہیں لیسے کی کوشش کی تھی۔ رشتہ میں کائنات بچھا کر رکھے، جیسے کسے گئے اور نالیاں بچھیں تھیں۔ آپ کو کافر حلقہ اور جوڑے شہور کیا تھا

بہت کے سال آپ نے طائفہ کا رخ کیا، شاید ان کو تو یہ سہم کی قوت ہو لیکن طائفہ کی زمین سے بھی دیا۔ رحمت ثابت ہوئی۔ انہوں نے نہ صرف ان کا کیا بلکہ آپ کے پیچھے ہوا باشیڑوں کو بھی گا دیا، یہ آپ کے ہر چہ پہنچنے والے آواز سے ہتے اور تسکین کرتے، جسم و سہاں ہو گیا۔ طیفن ساری میں سول نم گئے۔ زمین کی ہوتے، آپ کے پیچھے جاتے، یہ آپ کے بولنے اور دیکھنے حضرت ربیعہ میں جاری ساتھ تھے۔ انہوں نے آپ کے کو کاندھوں پر اٹھالیا اور ایک سے لے کر پانچ لے کر بڑے دلدار اٹھارے گھنٹوں سے آپ کے خدا کی طرف حویج ہوئے جب مخلصین ہو گئے تو بڑی پروردگار فرمائی۔ آپ کے قرب۔

اے آپ کے ضعف، آپ کے سوسائلی اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی سہم کی فریاد آپ کی سے کرتا ہوں۔ آپ جسم لہنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ قادیانہ سول کے پورے کار آپ کی تھے، آپ کی برکت سے ملک میں آخر آپ کے بھی نہیں کے ہوئے اور یہ

[illegible][illegible][illegible]

فیکس شدہ کونسل کے روبرو اس وقت کوئی حیرت نہ ہو۔ یہ انگریزوں کی طرف سے صورت حال سے پہلے
 "کافر" کی نسبت پر چارے غصہ کیا ہے۔ وہ کچھ انتہائی پرہیزگار ہے
 اور یہ بہت عبادتگاہ پر پرہیزگار ہے۔ یہ "بگنل" سے اور چھپتے چھپتے جہادوں
 میں مدد کرتا ہے۔ آپ کو — مردانہ پرائیڈ منتر ہوا چھپتا ہے۔ وہوں
 نے چھپائی واپس تھیں۔ آپ کو یہ دیکھ کر فیکس شدہ صورت ہو گئی
 جان پہنچنے کی خوشی میں کوئی کسر نہ رہی۔ یہ وہاں کی توجہ کے سامنے ساری تدبیریں
 انکار تھیں۔ انہوں نے کاجو تھپ تھپ کر میں طلوع ہو ا تھا۔ یہ دیکھ میں ہو رہی تھی۔

شیر ۱۶

[illegible]

ہجرت کا یہ واقعہ ایک طرف مسلمانوں کی قربانی اور دین کی حفاظت و شاعت کے لئے شہرِ اسلام ﷺ اور نبی کے رفقاء و اہلِ عیال کے ایشاد و قہار کاری کی یادگار ہے۔ دوسری طرف آئندہ اسلام کو جو فلاحات اور کامیابیاں حاصل ہوئیں، ان کا مقدر یہ بھی کہ سے مدینہ کی طرف ستر نہیں تھا بلکہ مشوریت سے قلب و عقیدہ کی طرف اور مقہوریت سے طاقت و شوکت کی طرف مرقعہ بظاہر مسلمانوں پر زمین تنگ ہو رہی تھی، لیکن خدا نے اسی تنگی میں آفاق کی وسعت کو سمو لکھا تھا۔ یہ قدنا امید یوں میں مہدی کرن سے روٹی نہ کرتا ہے اور جو صدقہ کی حالات میں آمد و خود کا چرخ اٹھاتا ہے اور اس بات کو بھی یاد دلاتا ہے کہ کبھی کسی قربانیوں اور جانثاروں سے خدا کے اس دین کو سر بلند کیا ہے اور کس قدر جان و ہونے کے ذریعہ حق و صداقت کے اس شہرِ طوبی کی آبیاری فرمائی گئی ہے؟

حضرت عمرؓ کے سامنے عیشیہ قبیلہ ایک کاکل آتی جس میں تاریخ و ریح قبیہ سال و ریح تھا۔ آپؐ کو خیال ہوا کہ مسلمانوں کا اپنا کیلندر ہونا چاہئے۔ آپؐ نے جس شوقی میں یہ تجویز دی تھی وہ غالباً حضرت علیؓ کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ اسلامی کیلندر و قاعدہ ہجرت پر مبنی ہونا چاہئے، چنانچہ مسلمانوں کی ریب دہی قائم رہی جو اسلام سے پہلے عربوں میں سرور تھی، بحر سے آغاز اور روالجہ پر اختتام۔ او سال کا آغاز و قاعدہ ہجرت کے سال سے مانا گیا۔ اس طرح ۱۲۱۵ھ کا مطلب یہ ہے کہ شہرِ اسلام ﷺ کے واقعہ ہجرت کو اتنے سال گزر چکے۔

کیلندر بھی کبھی قومی اپنی شناخت ہوں سے، اس سے قوم و ملت کی تاریخ واریت ہوتی ہے، ابھی کیلندر پر غور کر جائیے، اس میں اکثر مہینوں کے نام وہ ہیں جو سماجی عبادات اور مسلمانوں کی مذہبی رسالت کی شان و ہی کرتے ہیں اور تمام ہی سے ان مہینوں سے متعلق عبادات اور واقعات کی طرف رہن و نشان ہوتا ہے۔ دوسری قوموں کے جو کیلندر عراقی ہیں، وہ بھی ان سے عہد کی افکار و روایات کا نظریں دیکھی حال ہی میں اور بہتوں کے نام کا ہے۔ Monday اور Sunday کے الفاظ میں یہ غور کیجئے، ان کے معنی ہیں

مردیج کے دن اور چاند کے دن۔ چوں کہ اہل یوں کے یہاں ایک دن سورج کی پرستش کے لئے مقرر تھا اور ایک دن چاند کی پرستش کے لئے وہی نے مختلف دیر تاؤں کے نام سے دنوں کے نام ہوا کرے تھے۔ کچھ ایسی طرح کا معنی میںوں کے نام کے پیچھے بھی لکھا ہوا ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے ان کیلنڈر میں کوئی لکھ کر مایا، جو اس زمانہ میں مردیج تھے

جیسا کہ اسلامی کیلنڈر مسلمانوں کی اپنا ایک پہچان ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس کیلنڈر کو رائج و جاری ہونے والی سطحوں کو اس کے یہی منظر اور اس کی وہی دلی حیثیت سے واقف کرانیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ بھری کیلنڈر کے چاروں گوشوں کو ہر سال کی سورج کی سعی کرنا فرض کتابی یعنی مت کا جہی فریضہ ہے۔ یہ کیلنڈر ہمیں ہمارا شخص یا روزگار چاہے ہجرت کے ہجرت میز اور موعظت گنیز واقعہ کی طرف نہیں متوجہ کرے۔

(یکم سنہ ۱۹۸۸ء)

اسوۂ حسنین علیہ السلام

رسول اللہ ﷺ کی جانب سے صحابی اور غیبی جی پہنچے ہوئے تھے۔ اللہ نے نبوت کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا تھا جسے اللہ نے آپ کو نبوت جسکی تعلیم، مدد و ہدایت کے لئے منتخب فرمایا اسی طرح آپ ﷺ کی وہ امت اور صحبت کے لئے بھی اس امت کے منتخب اور برگزیدہ اشخاص کا انتخاب ہوا، اسی لئے حضرت عید اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے بارے میں فرمایا: ”انہم تھالی نے ان کو آپ کی صحبت کے لئے منتخب فرمایا ہے“۔ عذر اللہ بھیدہ، مای طرح اللہ کی جانب سے آپ ﷺ کے اہل بیت اور پاک بیہاں بھی سرور اور کی برکات اور امت کے لئے مانی اور نئی دنیا کی کاموں پیش کر کے لئے اللہ کی جانب سے منتخب تھے۔ اس اہل بیت میں آپ ﷺ کی صاحبزادیاں بھی، اور بن صاحبزادوں میں آپ کی بیوی اور بیوی صاحبزادہ حضرت فاطمہ الزہراء ہیں، جن کو رسول اللہ ﷺ نے حواصن جنت کی سرور اور فرود یا لہ وحی کے بارے میں امام محمد بن حسن حضرت جعفر بن محمد بن ابی جعفر آپ ﷺ کو دیکھیں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ سے تھی۔ حضرت کا طرز اپنے ننھے ننھے لہار پتے پھرے میں حضور سے بہت زیادہ ملت۔ ہمیں اور آپ پر مہم کا کہیں قدم رکھ چکا کہ بعد صلا۔ میں بھی شاید حق اس کی کوئی مثال مل سکے۔

حضرت فاطمہ کے شوہر جو تھے حلیفہ راشد سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ سے سب سے قریب ترین شخص رکھنے کے علاوہ اسلام میں دعوت سے شرف تھے، اور حضور ﷺ کی نگاہ میں ان کے عام و مرت کا حال یہ تھا کہ آپ ﷺ سے قربت یا کرم میں جس کا دوست ہوں، مل کر کے دوست میں، گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تھیں اور محبت کو آپ نے اپنی محبت کا معیار بنادیا، اہل سنت، انجماعت کے معتبر علماء کا اس

۱۔ پراختیاء ہے کہ حضرت عباسؓ وہ حضرت علیؓ کے لئے مہم میں پہنچے اور
 علیؓ سرس نے جو فرائض ادا کرنا اس میں حضرت علیؓ کو حق پر رکھنا چاہا۔ حضرت
 علیؓ نے مخالفین کو حد تک میں "من باعید" (باقی نہ رہے) فرودیا یا حضرت
 فاطمہؓ کے لئے وہ حد تک ہے اور حضرت حسنؓ کے لئے وہ حد تک ہے۔
 - یا ایہا ربے دلوں میں علیؓ و اولاد حضرت علیؓ کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی سرور کے لئے کہ
 سلسلہ کے یہ ہیں۔

حضرت مسیح اور حضرت عیسیٰ کو کہ رسول اللہ کے نوجوان صحت کا
مراقبہ اور یہ کہ یہاں صحت کے یہاں آخرت کے تقویٰ ہے۔ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کو کفر کے اور جتنے اسناد میں ان دونوں سے صحت کفر رسول آپ
میں ان دونوں کے (جاری حدیث میں ۳۷۷) کہ صلی علیہ وسلم نے
اور شافعیہ میں کو کفر کے صحت کے دونوں سے صحت کے (صحیح ۱۰۰۰)
میں اپنی (۱۰۰۰) کہ یہاں سے کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت حسین بن علی
مراقبہ کے بھی جس پاک خلق سے حق میں ایک بھی رہا ہے جب حضور
میں نے لی شہادت کا حق تو میں نے اور صلی علیہ وسلم کا حق ہے یہ تھا حضرت
ام سلمہ کو جب اس میں فرما جائیگی اطاعت رسولی تو اہل حق پرست بھی اور
ان کے لئے بکامل وہی رہائی (ج ۱، ص ۱۰۰) اور آئینہ بھی ہے خوب
فرما پاکہ آثارہ تھا۔ میں کا کلام ممکن ہیں سے، دیکھا اور میرے حاضر رہی
حق پرست میں صحت میں داخل یا یا آپ بھی بھی حضور علیہ وسلم کے شہادت
میں میں (۱۰۰۰) (۱۰۰۰)

حقیقت یہ ہے کہ اہل بیتؑ سے محبت کے بغیر کسی یا کسی نہ کسی کی بنا پر
 اہل بیتؑ سے نفرت ہو رہی ہے۔ یہ نفرت کا بول بول چال ہے جو سچ ہے۔
 یہ نفرت ہے جو سچ ہے۔ یہ نفرت ہے جو سچ ہے۔ یہ نفرت ہے جو سچ ہے۔
 یہ نفرت ہے جو سچ ہے۔ یہ نفرت ہے جو سچ ہے۔ یہ نفرت ہے جو سچ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رحمہ اللہ سے کہنے کا کہ جب آپ نے وقت حاصل ہوئی ہے، مجھے آپ کی بات سے مانگوں گی، سوائے اس کے کہ آپ ان مسکنین سے محبت رکھتے ہیں، حضرت ابو ہریرہؓ سے کہہ گئے، اور فرمایا: میں کوئی دین ہوں کہ ہم کو تک ضرور سے ساتھ ایک سر میں نکلتے ہیں، مگر حضور کے حضور سے جس شخص سے روئے کی آوارگی، حضرت وہ سر بھی ساتھ نہیں آپ تیز چلے، واپس نہ چلے، اور فرمایا کہ: اس سے بیٹوں کو کیا ہوا؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ: کیا ہے؟ آپ اچھے اچھے مفکر ہیں، دیکھ تو پائی کہ ایک ہزار بھی نہیں تھا، پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھ دوسرے پانی کے بارے میں فرمایا، وہی ہوگئی، پانی بہتوں کی طرف لپکے، ایسی افکار کہ کسی کے پاس پانی موجود نہیں، تو آپ ﷺ کے بارے میں بارہی حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو اپنی زبانیں کھانے کو چاہا، جب انہیں سکن ہوا، تو آپ ﷺ کو اطمینان ہوا، حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا کہ اسی لئے میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں (اسی منہ کیج، مجمع خروارہ ص ۱۸۰) اس سے اندازہ چاہا جاسکتا ہے، یہی گشتن محمدیؐ کے اس غیو ہائے مدد بارہ کیلئے ہائے مفکر، اس سے یہی محبت رکھنے تھے کہ عام قہر انوں کا خوف بھی اس کے ظہر میں مانتا ہے۔

لیکن کیا حضرات حسین سے دست لی پر محبت اور دربارِ ماستِ تاب میں
 ان کا یہ درجہ و مقام صرف کیا چیز سے تھا کہ یہ حضور ﷺ کے نواسے تھے؟
 یقیناً یہ نسبت بھی اسی محبت میں کا و فرما ہے لیکن ان سے یہ کہ حضرت اہل بیت کا
 سوا اور ان کا کردار ہے، جو قیاس تک کے لئے تفسیر کا ہی ہے، حضرت ابو بکر
 رضی اللہ عنہ کی یہ کہ سوا لی اللہ خبر لای پر تھے، اور آپ ﷺ کے پہلو میں حضرت
 زید بن خطابؓ تھے، آپ ایک دلو لوگوں کی طرف دیکھتے، اور ایک دلو حضرت حسن
 رضی اللہ عنہ کی طرف، و دربارِ شاد و مایہ و میر و بنامسید (بردار است) ہے، یہ ہے کہ
 اللہ تعالیٰ اسی کے دو بیو مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح فرما دیں گے

جو شرف حاصل تھا اس پر غار نکلتیں قربان اور نچھاور تھیں۔ یکے میں سے ایک کہ سلام جس ۱۰۰ میں یا ۱۰۰ ملوکیٹ اور حادان پادشہ کے دور تھا، اس وقت کی معلوم دنیا میں جہاں بھی یہودی ہوئی حکومت تھی، اس کی اساس خدائی پادشاہت پر تھی، اسلام نے تمام رعب کی کے واسطے شعبوں کی اصلاح کی، وہیں نظام ساست کی بھی اصلاح کی، اور غلط کا تصور ۱۰۔

خلافت میں وہ ۱۰ میں عمت کی حامل ہیں ایک پر کہ اس منصب کے لئے یہ شخص کا انتخاب یا جائے۔ جو اعلیٰ و درود کے اعتبار سے ممتاز حیثیت کا حامل ہو۔ دوسرے سمعائیل کے اور اب علی و القدر سے اس کا انتخاب کیا ہو، اسی اصول پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و اس وقت ۱۱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ کئی مجلسی دعویٰ اور ان مجلسوں سے تمام مسئلوں کے مشورہ ۱۰ ہر مجلس میں الیہ کے درجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت نبوت کے عدل و عدل اور ان کا حق۔ ۱۰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بیعت کی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جہن سما کو خلاف قرار دیا، وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مارے میں تھا، اس کی جانب سے دوسرے میں کسی و کلام نہیں تھا، اور اس لئے تمام اہل سنت و الجماعت کا مرجع ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے بھی آپ اپنی خلافت کا اعلان نہیں فرمایا، بلکہ اس جہ سے وہ صحابہ نے آپ سے ہاتھ پر بیعت کی، چنانچہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے حسن رضی اللہ عنہ سالہ حالت راشدہ کی پیشین گوئی فرمائی تھی، وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے چھ۔ علی علیہ السلام پر بھی ہو جاتی ہے۔

و یہی تشریح ہے یہ سے حدیث کا آگاہ اور ان کے لئے یہ ہے۔
سلسلہ میں اسلام کے مزاج سے چودہویں صدی میں، و ان کو براہ راست رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی وصیت حاصل نہیں تھی، اسوں سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرما کر سندھ سے لئے یہ کہ قلعہ حرا کر دیا جائے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، اور ان کا برصغیر ہندوستان میں موجود تھے، ان کو عکبر فی کے اس سے طریقہ سے اس قدر اختلاف تھا، جتنا حضرت حسینؓ کو، لیکن بعض صحابہؓ نے فقہ کے اندیشہ سے خاموشی اختیار کی اور بعض سے امت کو اختلاف سے بچانے کے لئے یہ کراہت خاطر اس تصور کو قبول کر لیا۔ اب اگر تمام صحابہؓ اس صورت حال پر کسی وہ یہ قیاد کرتے اور کسی کی طرف سے مزاحمت نہیں ہوتی، تو آئندہ یہ بات بھی جاتی کہ اسلام میں خلافت علیؓ کے ساتھ ساتھ عہد چالیس کی مرہون ہو کر بھی تھی، چنانچہ حضرت حسینؓ نے اس کی مزاحمت کو ضروری سمجھا۔ یہاں تک کہ اپنے رجا دار اہل خانہ کے ساتھ نہایت عداوت دور کی سے شہید کر دیئے گئے، اور کائنات حسینؓ سے جہاں آخرت میں اپنے لئے اللہ کے عذاب اور ابدی خسران کو محفوظ کر لیا، وہیں دنیا میں بھی قیامت تک کے لئے اہل ایمان کی نگاہ میں محبوب قرار دئے۔

اس میں شبہ نہیں کہ حضرت حسینؓ کی یہ ہم یہ ظاہر کامیابی سے ہندوستان ہوئی، لیکن حضرت حسینؓ کو معنوی فتح حاصل ہوئی۔ چنانچہ امت کے علماء و فقہاء اور ارباب علم و فضل اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام جس نظام عکبرانی کا راہی ہے، وہ خلافت ہے۔ کہ خلافتی بادشاہت، حالانکہ مسلمانوں کی تاریخ کا واحد اس بادشاہت کا ہے، لیکن اس کے باوجود آج اسے اسلامی فکر کے خلاف یہاں سمجھا جاتا ہے اور کیوں اس رویہ کو قبول نہیں کیا گیا؟ یقیناً اس میں بڑا عنصر حضرت حسینؓ کا دور آتا ہے۔ بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی مزاحمت اور اس کی راہ میں شہادت کا ہے۔ دور بعد کے لوگ سمجھتے کہ اس عہد پر مسلمانوں کا اجتماع و اتفاق ہو چکا ہے۔

لیکن حضرت حسینؓ کا دور یہ ہے کہ امت کو اختلاف و تنگنہ سے بچانے کے لئے اپنے قدر کی قربانی گوارا کیا جائے، اور ایمان سے کام لیا جائے، اور حضرت حسینؓ کا دور یہ ہے کہ جب دین میں کوئی طاقت کی پیشی کرتا ہے اور

اسلام کی صحیح تصویر و مسیح کرے کے اور پے ہو تو چاہے اس کے لئے اپنی رگہ رگوں کو کٹا لی
 پرے لیکن بہتر قیمت اس کے دین اور شریعت کی فکر و رسدوں کی حفاظت کی
 جانے و آٹھ کے حالات میں یہ دونوں شعوے امت کے لئے متعلل راہ میں امت
 کی وحدت و برقرار رکھنے کے لئے جہد و جہاد کا ایسا اور ۱۰ جن کی حفاظت و میانیت
 کے لئے اپنی جان عزیز تک کی قربانی"

(۹ مارچ ۱۹۷۰ء)

اسلام میں زکوٰۃ کی اہمیت

انسانی معاشرے میں کچھ لوگوں کا حالات مند اور کچھ کا عیال ضرورت مند ہوتا ہے۔ قدیم قدماء اور مسلمانوں نے اس کی ضرورت ہے کہ اس کے خوش حال اور اصحابِ شہادت اپنے ضرورت مند اور عیال کو مدد اور ان کی ضرورت کی تکمیل کے لئے اپنی دولت کا کچھ حصہ اپنی متعدد کے لئے نکالیں، ان سے پھر سب کو ایک ہی زکوٰۃ جمع کیا جائے گا۔ یہ قرآن مجید کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مال کا ایک چوتھائی حصہ زکوٰۃ کے لئے نکال دیا اور اس کا نام زکوٰۃ رکھا۔ (سورۃ النساء: ۷)۔ حضرت سیدنا محمد (ﷺ) نے بھی اپنی دولت کا ایک چوتھائی حصہ زکوٰۃ کے لئے نکال دیا اور اس کا نام زکوٰۃ رکھا۔ (سورۃ النساء: ۷)۔ حضرت سیدنا محمد (ﷺ) نے بھی اپنی دولت کا ایک چوتھائی حصہ زکوٰۃ کے لئے نکال دیا اور اس کا نام زکوٰۃ رکھا۔ (سورۃ النساء: ۷)۔

ہر چند کہ باطل میں اسلامی پاسبانوں کو دماغوں سے سب کچھ غریب کی ہے۔ لیکن اب بھی اس میں کچھ سمجھ و فہم و شعور ہے۔ صدقہ و خیر کی فطری ہے جو اس قدر اور چاروںوں میں: سوال حصہ واجب قرار دیتا ہے۔

”اور میں نے پیدا ہونے والی دنیا کی (سوئیہ حصہ) خیرات کے دین میں سے کچھ اور خیرات سے بھاری ہو۔ صدقہ کی ہے، اور خداوند کے لئے پاک ہے، اور اس کے لئے جس اور بھیڑ بکری یا جو جانور چاہے لی گئی ہے اسے نیچے سے سداۃ اور اس کی وہ بھیڑیہ ایک چاروں خداوند کے لئے پاک خیر ہے۔“ (سورۃ النساء: ۳۵)

یہ کس آدمی کے لئے اس کے علاوہ ہے، حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جو سداۃ دی گئیں

ان میں ایک یہ بھی تھی کہ

دوست مند منکر منقول سے زیادہ خود سے اور نہ غریب اس سے کم دے (خروج ۱۵۴) دوسرے مذاہب میں بھی نذرِ قربانی اور قربان کا حق موجود ہے فرضِ امان خدمتِ عربوں کی یہ اور حاجتِ مہدوی کی حاجتِ برآں مذاہبِ علم اور اسانیِ فطرت میں ایک مشترک دھڑ ہے جسے اسلام نے نہ صرف پائی، بلکہ اس کو خدائی برکت کی کام دہنہ عطا کیا اور اس کی اہمیت میں اضافہ کر کے یہ سمجھ رہا تھا کہ نیت کو اس کا ایک مرتبہ کلامِ عطا فرمایا۔

اسلامی تعلیمات کا ان میں اور مستند ترین سرچشمہ قرآن مجید ہے قرآن مجید نے رکوع کو کچھ اہمیت دی ہے ہاتھ کا اندازہ اس سے لیا جاسکتا ہے کہ اس نے ہمیں مقامات پر رکوع کو اسلام نے ذکر کن اولیٰ مدار سے دویش بدویش ذکر کیا ہے ہاتھ سے حساب پر صریحاً رکوع کا اور چند مقامات پر صحت کا ذکر آیا ہے مختلف ساقی میں رحمتِ خداوندی کا حق وار ہوئے گئے ہیں ویترونی کے ساتھ رکوع کی انگلی کو بھی شریعت قرار دیا گیا (ہر اب ۱۶۵) اور فرمایا گیا کہ کوہِ تمبار سے مال میں فی کا جب تک کہ برکتِ راتِ فدا کا باعث ہے وہاں تو بے غم رہیں رکوعاً ثریٰ بقدر و رحمة اللہ فانزلک ہم المصطفون (ار ۳۶) آخرت میں اس کا جو ثواب ہے اس کو اللہ تعالیٰ سے اس طرح بیان فرمایا ہے

اللہ کی راہ میں قربانی کرنے والوں کی سزا اس لئے تجھے دے دی ہے جس میں سات ہزار سال کی آئیں اور ہر سال میں سو گنا ہوں۔
 اللہ جس کے لئے چاہے میں وہاں چند کروڑے ہیں، اور وہ رحمت والے
 اور رحم والے ہیں (اب ۲۸)

جو لوگ رکوع کو اللہ کی راہ میں قربانی کے لئے پہنچائیں، ان کے لئے
 کی حدِ حیرت کب ہر ہے۔

جس دن سونا چاندی و درخت کی سب میں نرم کیا جائے گا، پھر

بلکہ واضح ہو جاتا ہے (مکتوبہ عرب) : "جو مسلمانوں کو دیکھیں اس میں پراسائی
طرف سے قطعاً جواب نہ دے (تقریباً) یہ کہ یا میں اس کی مدد کرے گا اس پر
نیا شریعت ہو، یہ کہ حدیث میں عربی ہے اس مسئلہ میں شور و غوغا کی اثرات غیر
وہاں تک نہیں کیے گئے ہیں۔"

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : اے جماعت مہاجرین !
پہلے تم لوگوں میں کچھ قرآن مجید پڑھاؤ اور پھر (مسیحیوں سے
پرومگے) : "وہیں کہ حدیث سے حد کی بنا چاہتا ہوں کہ تم اس
کتابوں میں مٹاؤ، جس نام میں کھلے ہو یہ کاروان سے نہیں ہوں
میں طاعون اور میں تکلیف دینا یا اس چیزوں کی ۔ پہلے کہ
لوگوں میں نہیں ہوتی وہاں تک کہ یہ بولیں کہ میں نے جو فحش کتابیں اور
سکرتوں کا جو وہ علم ان پر ہوگا جو وہ دانا نہ کرے گا، وہاں سے
غورم تردید کیے جائیں گے اور (میں جانتی ہوں) چاہوں تو شاید
ان پر بالکل عیب با اثر نہ ہو، اور اس کے بیان کو تو میں کے تو
دشمنوں کو جو کفار ہوں گے ان پر مسئلہ روئے گا اور ان کے قصہ
سے انھیں جبر میں جبر میں ملے گا اور مسلمانوں نے جو ضرر فرما رہے ہیں
کے مطابق یہ حد نہ کریں گے اور احکام الہی کو نہ چھوڑیں گے اور حد
تھاں ان کی قوم کو بہم نہ لگراوے گا۔"

(میں نے عربی میں عربی میں ۱۹۱۵ء، ۱۹۱۶ء)

غور کیا جائے تو یہ بات حدیث میں چند مرتبہ سے دیکھی جا سکتی ہے، تو اس
مغرب میں ہمارے ایسے مراض کو دیکھو کہ ان کے کانوں میں اس کا اٹھا ہے، مگر اس
کا نظروں کو قطعاً شکست پہلی : طاعون پر اس کے جسموں کا مسدود تلاء یا ہر قوم پر نہیں ۔
مادریں جنہیں یہ پیراں دھوپ کی طرح سامنے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ
"حقان تک میں اور ہر ماہی کا ایک نام جیسا کہ حدیث کا ترجمہ تو ہے نصیب و

بے حسرتی ہو۔

حور نیچے گوندا جب ان کے سر کا طوطا ہند سے تعلق اور محبت ہے وہ کتاب کی رہنمائی اور تھنوں سے ملی تمام مہمروں میں تون کے ساتھ بخود نکلتا، آتش کو لوں میں متشعل اعتقاد کو شعلہ اور مسلسل لڑائی رکھتا تھا۔ سب کا اپنے اپنے خیرو عقیدہ کے مطابق خدا سے تعلق کے اظہار کے ساتھ کہتا ہے؟ مدام سے ہی متفقہ تے لئے محمد کا سامنے پہ گیزر و اڈا انگیز نکلتا رکھتا جس میں رہا سہا نہ سیکھیں با سو اور پاؤں اور جسم کا ایک ایک حصہ خدا کی بارگاہ میں حاضر اور حضور رہتے ہے، نگر و نور کی کہ اجتناب سے کہ مہمات اپنی پیشانی تک جاگ پروردہ تھا ہے

لیکن عشق مع الفتہ ای وقت اونی سال کو پہنچ سکتا ہے، جب کہ یہ عمر سے بے غفلت کا اظہار ہے، یا میں جو جہ سے زیادہ واسطوں کو کھینچتا اور ایہ فریضہ سون سے زیادہ اہل و دولت ہے، ان کی جہیں ازل سے اے بے تہہ کرتی ہے بھرہ دولت و دولت کا شہر و دار، رخ پر ہے، اور یہ دعوہ و انکاراں لیے لگتا ہے، یہی "کرم" میں و اخلاقی کے لئے سمجھا کہ کل ہے ہمارے خود غرضی جدا ہوتی ہے، یہ کہ نہ یہ سمجھتا ہے، ان لوگوں کے حقوق کو وہ دھوکا مل بھٹکتا ہے، یہی دولت کے کے خود اپنے نوے بار و کثر ہوتے ہیں حیاں جز پکڑتا ہے

”رکوع“ کی ماں کی بہت کو تم کہتے ہو۔ ”نماز“ خدا سے تعلق کا رہا تھا۔ اور ”رکوع“ غیر خدا سے بے تعلق کا عنوان ہے۔ ”ی کو رکع“ کہہ جانا ہے اس سے تواضع کا حیلہ نکلتا ہے، بناء کا حوالہ پیدا ہوتا ہے، رتوۃ کا عمل بدھ کہتے ہیں، کوٹا پر کرنا ہے کہ جو چمکے ہے، خدا کا عطیہ ہے، اس میں خودی کی قوت و قدرت نمودار ہیں یہ اس بات کا انکار ہے کہ خدا کی خوشنودی کی قربانیاں گاہ پر وہ دولت دیا کو قربان کرے نہ لئے تیار ہے۔ ایمان کی، دلی سے، وسوسہ کی تفسیر ہے عقیدہ اور باطن کی صفوں ہے اور اعمال کی پالی ہے، اس لئے اس کا نام ہی ”رکوع“ رکھا گیا، جس کے معنی ہی پانی سے میں، قرآن نے رتوۃ میں، کے ج سے والی بہت احسان اور رکع باطن کی خاص

صلاحیت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے **لَا يَجْزِيكَ مِنْهَا شَايْءٌ اِلَّا بِمَنْعَةٍ** (توبہ ۱۰۲) اس کے مابین میں سے صدق لے لیجئے، اس سے زیادہ آپ نہیں دیکھ سنا کر دیں گے۔

یہ تو زکوٰۃ کا خدائی اور روحانی نیکو ہے اس سے داری اور سماجی فائدہ ملتا رہتا ہے، کوئی بھی سماج دولت مند اور غریب طبقہ سے مالی نہیں ہو سکتا، کوۃ ۲۰ مان کے قریب طبقہ تحفظ و حفاظت عطا کرتا ہے بغیر اسلام کے لگنے خوب فرمایا ہے کہ اگر قرآن لوگ۔ زکوٰۃ کو کرے تو کسی کو خدا اور لباس سے محروم نہ بناتا ہے۔

اللہ نے اہل دولت پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے وہ اتنی مقدار ہے کہ فقراء کے لئے کافی ہو جائے، اگر یہ ہوئے، پے پس اور پریشان نہیں رہیں تو یہ اختیار کے فریضہ زکوٰۃ ہوتا نہ کرے کی وجہ سے ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ وہ قیامت کے دن ان کا حساب کریں اور ان کو اس پر عذاب دیں۔

یعنی ہے کہ اگر دولت کے اعتبار سے تین درجات کئے جائیں، ایک وہ لوگ جن پر زکوٰۃ واجب ہے، دوسرے وہ جو زکوٰۃ کے قدر ہیں، پھر ان لوگوں کی دولت اور اس کی شرح کوۃ کا حساب کیا جائے جن پر زکوٰۃ واجب ہے، اور ان لوگوں کی غربت کو ملحوظ رکھ کر ان کی ضروریات کا حساب لگایا جائے اور ضرورہ زکوٰۃ کی ضرورت پوری کر دے گی مکاشفہ عباد و مشاہدہ سے اس کی تحقیق کی جائے تو اس مشاہدہ سے آپ ﷺ کی یہ پیشین گوئی ایمان و عقیدہ کی آنکھوں سے نہیں بلکہ سری آنکھوں سے دیکھی جائے گی۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کا خود اہل ثروت کو یہ فائدہ ہوگا کہ غرباء و یتیم۔ جس کی محبت اور جہان بخشی ہی ہر چراغ عیش میں شعلہ رہتا ہے اور جن کے دم سے ہی عزت کدو حیات کی ساری جہاد قائم ہے۔ جس ان کے خلاف غربت کے جذبات پیدا نہیں ہوں گے اور وہ ان کو اپنے حدود و پکی خیرات نہیں لگے۔ مغربی سرمایہ داری میں رزقہ کے لئے تو کیا حکم ہوئی؟ سو

کے غریب عاویذ ۱۱۶ روپوں کی سرتار رکھی ہے، یہ سزا اس تحقیق و محنت بخش طبقہ کے اعلیٰ حالات کے خلاف مخالف جدوجہد کو دہرا دینا ہے، اگر ججز کا تاج ہے لیڈریت تو یہ ایسی وہ عمل بھی پیدا ہوئی، سلام سے رکھو کہ نہ یہ اس کا طالع کیا ہے اور دولت میں تو اس کا خزانہ ہے کی کوشش ہے

(۲۲ نومبر ۱۹۵۲ء)

دیکھا حال سنا: حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ یہ سب بھائی بھائی ہیں اور مائیں (دوسرے کے سرخراپ ہیں)۔ انہم احقوا بعضہم من بعضی (مجمع، ج ۲، ص ۳۳۷)

اسی طرح کا ایک استھان حضرت عمرؓ نے بنے ایک اور مسجد جسے حضرت سعید بن عامرؓ کے بارے میں کیا۔ حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ وہ اپنے گھر میں بہنوئی کر کے نہیں رکھے، حضرت عمرؓ نے ان کے لئے دس ہزار بھیجے، سعید بن عامرؓ کے پاس پہلوی رقم گھر پر بھیجی اس رقم کی تلف تمہیں اس طائر مختلف لوگوں کے پاس پہنچانے لگے، شریک حیات نے پوچھا کہ یہ کہاں لے پور ہے؟ حضرت عمرؓ اس کے پاس جو ہمیں اس کا قطع دے چاہیں اس طرح پورے پیسے تقسیم کر دیئے، تھوڑی سی رقم جو وہی بچوں کے لئے پہلوی، جب یہ معمولی رقم گھر کے خرچ میں کاسہ مچی تو یہی بے عرض کیا کہ جس لوگوں کے پاس قطع کے لئے رقم رکھی ہے ان کے پاس جائیں اور کچھ قطع اس کا وصول کر کے انہیں کو گھر پہنچے، وہ وہل منزل سے کام لیتے رہے، یہاں تک کہ جب ریاضہ عمرؓ حسیث گیا اور بیوی کا مطالبہ جاری رہا تب جا کر حضرت سعید بن عامرؓ نے حکم کیا کہ قطع دینے والے سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات تھی، جو آخرت میں بے نیاز قطع کے ساتھ اصل واپس لے گئے گا۔ (حوضِ سامی)

اس سے علاوہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور ان کے وراثت خانی کا کیا بھرپور جذبہ اور وہ اللہ تعالیٰ کے دست میں ملتا کر کس قدر خوش ہوتے تھے؟ اور یہ نتیجہ کیا بخیر اسلام حضرت عمرؓ کی تربیت کا، خود آپ کو اس سے یاد کوئی چیز گریں۔ بھولی تھی کہ آپ کے پاس پیسے جمع ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ ﷺ دعا دے کر دریا ہی خرید لیا، ۱۰۰ تھ میں ۳۰ نے کا ایک کھڑا تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف حرم ہوئے اور فرمایا اگر کچھ (۱۰۰) کا تھا، وہ پائے اور اس کے پاس یہ موجود تھا، وہ اپنے رب سے کہی کہے کا؟ پھر آپ ﷺ نے اس میں اس سے کھڑے ہونے سے پہلے سے تقسیم فرمایا اور اُسے پیرا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس بات سے خوش نہیں ہوگی کچھ (۱۰۰) کے ساتھ تو اس پہاڑ کے برابر ہوتا اور چاہی کہ اس سے دعا کے واسطے میں خرچ کریں اور اس میں سے ایک دینار بھی نہ بھائیگی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن

میں سے علاوہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اور ان کا دشمن خلق کا کیا کیا
بھر پور جذبہ اور وہ اللہ تعالیٰ کے دستِ علیٰ ہا کر کس قدر خوش ہوتے تھے؟ اور یہ نتیجہ کیا
تھی؟ اس اسلامِ محرابِ محمد ﷺ کی تربیت کا خدا آپ کو اس سے یاد کوئی چیز کریں۔ یہ سبلی تھی کہ
آپ کے پاس پیسے جمع ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ ﷺ
رہا، کہہ دیا میں بخیر ہوں۔ ہاتھ میں سونے کا ایک ٹکڑا تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ
طرف حجب ہوئے اور فرمایا: اگرچہ (ﷺ) کا تھا، ہو جائے اور اس کے پاس یہ موجود نہ ہو
اپنے رب سے کہی کہے گا؟ پھر آپ ﷺ نے جس گیس سے کھڑے ہونے سے پہلے سے عیس
فرمادیا اور اُسے پھاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اس بات سے خوش نہیں
ہوئی کہچہ (ﷺ) کے ساتھ تو میں پھاڑ کے برابر ہوں اور چاہی کہ میں وہاں سے راست
میں خرچ کریں اور اس میں سے ایک دینار بھی نہ بھاگئیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن

عیاں رخصی ماہ تہہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے ایک دیوار پر دم باندھا اور بائیں کچھ بھی نہیں چھوڑا، بلکہ آپ ﷺ کی ذرا سیلک ایک بیوی کے پاس نہیں صانع (ایک کوٹھل سے پر) جو کے بدلہ میں لے گئی، کسی جو نے آپ ﷺ کی در آپ ﷺ کے محلِ عیال کے کھانے کی ضرورت پڑی تو بیوی لے گئی اور جوہرہ بنو سہمہ جب وفات کا وقت آیا تو راستہ دینار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ یہ سوٹھل کے پاس بھیج دو آپ ﷺ کی بے سوئی کی وجہ سے حضرت عائشہ میں اللہ عنہا مشغول ہو گئیں، یہی بات ہے۔ یاد نہیں آتی مگر آپ ﷺ کو ہوش آتا آپ ﷺ دینار حضرت علی ﷺ کو بھیجے گا سمجھائیے، پھر بے ہوش طاری ہو جاتی، حضرت عائشہ آپ ﷺ کی دیکھ بھال میں ٹنگ جاتیں، آخر حضرت عائشہ نے وجہ دیکھ کر دیکھا، حضرت علی ﷺ نے اسے صدقہ کر دیا جس دن آپ ﷺ وفات ہوئی اس دن چہ رخ میں تھیں تک پھر نہیں تھیں، حضرت عائشہ نے اپنے قرابت مندوں میں سے ایک خاتون کے پاس چہ رخ بھیجا کہ وہ اپنے رتن سے پرانے کمانے کا سون صیلا کر دے۔ (مجلس الزمان بحوالہ طبرانی ۱۳۲۵ھ) اس سے ظاہر ہو گیا جاسکتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے یہاں کیا اصول تھے کائنات آپ کے قدموں میں تھی، لیکن آپ ﷺ ہمیشہ گوشاں رنج کہ چائے مہارک متاعِ دنیا سے لادہ سے پائے ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے راستہ میں خرچ کر کے اور غریب انسان کی مدد کرنے کی حقِ قیام کی ہے، کم نیکیاں ہیں جن کی اس قدر آپ ﷺ سے قریب دلی ہو۔ آپ ﷺ نے اور ثارِ فرماؤ کہ چرمی دافر شے اتارتے ہیں، ایک تہا ہے سے اللہ خرچ کرنے والے، اس کا بدلہ عطا فرمائیے اور دوسر کہتا ہے کہ روک رکھتے ہا سے کو نقصان پہنچائیے۔ (امام ابو مسلم بن علی سرحدی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ خود فرماتے ہیں اسے کی آدم خرچ کرو میں نے چرچ کر دوں گا (بخاری و مسلم بن ابی حرم) ایک بار وقت کہا کہ کہوں ما صدقہ اجر میں جو حاصل ہے اور ثار ہوا کرتا اس وقت صدقہ کرے آپ صحت مند ہو، یہی سب سے قریب۔ سو اور فقر کا تھیشہ بقی ہو یا نہ ہو کہ جب جان مطلق نہ پہنچے

ہے تو کیا فلاں کو یہ اطلاع کو یہ دے دیا جائے۔ یہی طعن فقیر نے لایا ہے۔ یہ
میں نے کہ جانتی تھی کہ اسے ایک خلیل عیادہ سے ملے گا (یعنی میں نے
بروقتہ انہیں اپنا آپ کے دوست و فریاد کیا جس کو سب سے دور یہ آدمی ہے بلکہ
میں نے غافل اس کا بے علم کیا مانا تھا کہ اس نے فرمایا جس سے افسوس کا مطالعہ
نہ مانگا جائے اور اسے بھگتی نہ دے (معدومین میں ص ۸۰)

صدقہ پر صرف آخرت میں ثواب ہے بلکہ یہاں بھی صدقہ کے بڑے فوائد
ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: صدقہ کرنے میں جس
نور کوئی کہ بلا صدقہ کم پہلا تک نہیں پائی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۵۸) یعنی صدقہ انسان کو
انوار آرمایش سے بچاتا ہے۔ حضرت اس حدیث سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا
کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کی بخشش غصب کو بچھڑاتا ہے اور یہی موت سے بچاتا ہے۔ اور وہ اب
چاہتی فصل اللہ (حضرت عیادہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو
نہایت سے خاک جو شخص کسی مسکین کو پہنچا دیتا ہے تو جب تک میں نہ پھرے گا ایک بھر
بھی دے گا اس کی حفاظت میں رہتا ہے۔ (ترمذی میں ابن حبانہ مشکوٰۃ ص ۱۵۹)

یہ تو صدقہ کا عمومی اثر و ثواب ہے، لیکن مصلحت اللہ کے جس صدقہ اور احسان کا
ثواب کئی چند ہوتا ہے۔ و نشانیں جہاں میر در خط نقش کا سیت ہے وہیں انساں کے
مردم کواری اور جس ملک کا بھی میر ہے اور اس لئے دوسرا خط لکھتا ہوں کہ ہمیشہ صدقہ
نہایت سے لکھیں رمضان المبارک کے مہینہ میں اس میں مایاں عروج اصرار ہو جاتا ہے۔
اس لئے وقت کی غیروں کے اس موسم بہار سے ناکدہ تھا یا جائے اور آخرت کے خزانہ کو بھرا
جائے توں مولانا صاحب الدین حاصل ۔

خدا کی راہ میں دین ہے گھر کو بھج لینے

اور ۱۰ یا کہ دین ایش خراں ۔

(۲۷ دُورہ ۲۰۰۳ء)

یہ گئے ہیں۔" شاد ہوا اس سے بھی بڑی بات چیں آئی ہے۔ ہمارے بے خبری سے پچھو آ کر کیا واقعہ پیش آیا ہے؟ فرمایا میرے پاس دیا آپٹیل ہے کہ میری اہلیت کو راب کر دے اور حق نے میرے گھر میں قدم رکھا۔ ایسا ہیہ بے تکلیف صورت حال سے واقف ہیں تھی، کہنے لگیں، پھر تو اس سے نکتہ پانے کی کوشش کریدو حضرت سعیدؑ نے گفتگو کے اس مرحلہ کو نتیجہ پانا اور دریافت فرمایا کہ کہ تم اس میں میرے تعاون کو کیسی تیار کی ہے؟ تعاون کا حقیر لایا۔ حضرت سعیدؑ نے اسی وقت پر سے اس کا مختلف فیصلوں میں رکھے اور ضرورت مندوں کو روک دیا۔

اس وقت پر بہت عرصہ گزرا تھا کہ خواہ حضرت عمرؓ شریف نے۔ اور لگاؤ لگیں۔ لوگ کسی قدم لگا لگاؤ کے، وہی تھی اسی لئے لوگ اس کا "جھجکاؤ" کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ جب محض میں مروکش ہوئے تو لوگوں سے حضرت سعیدؑ کے بارے میں بھی، سہرا لگایا۔ اپنی شیخ حسب عادت شکایت سے باز نہ رہے اور چار باتوں کی شکایت کی۔ میں حضرت عمرؓ کے چاروں معتمد پہلے لوگوں سے شکایت دریافت کیں۔ لوگوں نے کہا کہ میرے گھر سے کتنے لگتے، سوچ چکے تھے ہیں۔ آپ نے حضرت سعیدؑ سے جواب طلب کیا، فرمایا میں نے یہ سنا ہے چاہتا ہوں اور حقیقت میرے یہاں کوئی خلاف نہیں ہے، میں شام کے کام کوئی خود ہی کرتا ہوں، آج کو نہ جاتا ہوں۔ میں پانچ بول رہا ہوں کہ وہ لوگ اس سے باز آئیں۔

لوگوں سے عرض کیا کہ انہوں نے صاحب سے کوئی سے وقار۔ نے ادارہ نہیں ہوتے حضرت سعیدؑ نے کسی قدم پانے سے جواب دیا انہوں نے میں جس بات کے اظہار سے یہ پتا چلتا تھا، اسی کا خلاف رہا ہو رہا ہے، پھر فرمایا کہ میں نے اس اور بات کی تقسیم کر دی ہے، اس لوگوں کی ضروریات سے لئے بات لے کر عبادت کے لئے کیا گیا کہ میرے میں ایک دن تو ایسا گزرتا ہے کہ گھر سے باہر ہی شریف نہیں لے تھے حضرت سعیدؑ۔ میں گداؤں کے گدا میرے دوستوں میں سے پاس کوئی حال نہیں اور آپ ابھی صرف یہی ایک سے بہتر ہے۔ ان کے ہاں میں یہاں اسی کو دیکھتا ہوں، کچھ سے شک ہے۔

تقدیر کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ دن سنا آخری حصہ میں باہر آتا ہوں۔

ایک شکایت یہ بھی کی گئی کہ محسن وقتاً فوقتاً دھڑکتے ہوئے ہوتے ہیں اور جاتی ہے اور آپ حاضر میں سے خیر ہو جاتے ہیں حضرت سعید نے وضاحت فرمایا کہ ایک روز خیر نظر میری آنکھوں میں پھر سے گناہے میں اس وقت وہاں سے غور تھا اور کہ میں اس غول میں شامل تھا جو صوبہ کی مقلدہ شہادت کا گویا "قائد" دیکھ رہا تھا دشمن ان کے جسم کا ایک ایک ٹکڑے کاٹتے جاتے اور پوچھتے جاتے کہ کیا تم کو یہ پتہ نہیں کہ تمہاری جگہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے؟ مگر۔ خوب تھا اس کرب و تکلیف کی حالت میں بھی جتے جاتے کہ مجھے تا بھی گواہ نہیں کہ میں اس سے بچ ہاں اور اس کے بدلے آپ نے کو ایک کاٹنا بھی چھو جائے۔ جب بھی میری آنکھوں میں یہ نظر آتا ہے کہ وہ جاتا ہے اور خیال کرتا ہوں کہ میں سے جو اس دن اس جاں نثار رول لے گا وہ انہیں کی شاہد اس کی وجہ سے اللہ مجھے معاف کرے اور یہی احساس مجھے ہوش دے گا اس سے محروم نہ رہتا ہے"

حضرت عمرؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کا گمان اور انتخاب غلط ثابت نہ ہوا۔ واپس جا کر پھر حضرت سعیدؓ کے لئے ایک ہزار دینار بھیجے۔ جی نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ اب آپ کی خدمت کی حاجت نہ رہی، اسی سے کوئی حاح فرما کر دیں۔ حضرت سعیدؓ نے استفسار فرمایا اس سے بہتر بہت نہ تھا؟ جی نے وضاحت چاہی فرمایا: کسی ایسے شخص کے حوالہ کریں جو اپنی ضرورت کے وقت ہمیں واپس کرے۔ ایسے سے پوچھا اس کی کیا صورت ہوگی؟ فرمایا ہم اللہ کو ہمیں حشد یہ ہیں! جی نے بھی آنحضرتؐ سے سعیدؓ کی قسمیں، شہرہ کی جو یہ کہ پوچھنا تو کیا۔ کھس قسم بھی۔ بولے کہ طبعی جلدی حضرت سعیدؓ نے چھوٹی چھوٹی ٹھیلیوں میں دینار بھرے۔ جن خاتون کے لئے وہ لکڑی مرحوم کے خیمہ بچوں کے لئے ہو لکڑی لٹاؤں فرما دے گئے اور وہ چند لکڑیوں میں خیمہ بھی خلی ہرگز اور حضرت سعیدؓ کے قاصت پندہ کو بھی فرمایا

ہر رنگ ریب و نگہ ہند، استہاں کا ایک بد قسمت محسن ہے جس اس لئے کہ اس نے

تھرو ہندوستان کا قصور و پا اور ہندوستان کو ایسی وسعت عطا کی جو وہاں سے پہلے اسے حاصل تھی اور وہاں کے بعد پھر حاصل ہو سکی اور "بدقسمت" اس لئے کہ چند منصف مزاج سوشلزمین کو مجبور کر رہے تھے اس کے ساتھ انصاف اور احسان ناشناسی ہی کو رادار رکھ کر اس کے بعد وہ منشی صحت و شہ کا حامل یہ تھا کہ اس نے اپنی آخری وصیت میں ہدایت کی تھی کہ اس کی کلی ہوئی نوٹیوں کی قیمت میں سے چار روپے دو آٹے لے لیے جائیں اور اس کے بقیہ پر خیراتی کامے جائیں اور کتابت قرآن میں اس سے جو اجرت حاصل کی تھی، اس میں سے تین سو پانچ روپے بیکار رہے ہیں، جو اس کے رافٹی اخراجات کے لئے لے لیے ہیں، یہ اس کی موت کے دن فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔

یہ واقعہ نہ فرشتوں کی دنیا کے ہیں نہ عالم بالا کی کسی مخلوق کے، یہ اسی دنیا کے واقعات ہیں اور اسی زمین پر پیش آئے ہیں۔ جبہ دل کی دنیا جلتی ہے اور لگرسر کاغذ کاغذ کا ہے تو کر دہائی بلندی کے سوسے سامنے آتے ہیں۔ جو آخرت پر یسویں شدہ کھتا ہو اور حد کے خوف سے مذہبی ہو۔ وہ گرد و کی بھٹی کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتا، اس طرح میں جو شخص جس قدر اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو گا، اسی قدر خیانت، خود غرضی اور بے نیازی میں بھی وہ ممتاز ہو گا، وہ اس کا مس اور، بیکھڑس کا منہ داتا ہو گا اور خدا ترسی اور آخرت کی جواہری کے احساس سے جس کو حصر ملا ہو گا، وہ یقیناً اپنی بادشاہی کو بھی خیر و دور ویش کے سانچ سے آراستہ رکھے گا اور اس اختیار کی قیصری کی لذت و طاقت پر حاس و دنیا کی سلامتی لذتوں کو قربان کر دے گا اس کے لئے آسان ہو گا!

(۷ مارچ ۱۹۷۷ء)

بہترین خطا کار

انہیں حیر و شر کا مجموعہ ہے، یہ نیکیوں پر قادر ہے، لیکن برائیوں سے عاجز نہیں، نہ فرشتہ ہے کہ برائی کا خیال تک دماغ میں نہ آئے اور نہ شیطان ہے کہ مصلحت و گمراہی سے کبھی دل بدل ہی نہ دے، اس نے اسے اس "احساسِ گناہ" میں رکھا گیا ہے کہ وہ دیکھ جائے کہ اس کی نیکیوں پر حق پاتی ہیں یا برائیوں پر نیکیوں پر غالب آتی ہیں، انبیاء کے سوا کوئی انسان جسکی جرحِ غلطی وہ خطا سے بیکسر محفوظ ہو، کو یا غلطی انسان کی سرشت میں ہے، مگر یہ نہ ہو تو انسان فرشتہ میں جائے، انبیاء نے بعد سب سے کامل انسان وہ لوگ ہوتے ہیں جنہاں کو انبیاء کی رفاقت اور غفرت کے بے منتجب کیا جاتا ہے، لیکن اس مقام اور درجہ کے باوجود بعض اوقات پیغمبروں کے اصحاب سے بھی غلطیاں صادر ہوئی ہیں، مابین اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کو نورِ اسی نے گناہ پر غرہ استار و پوشیدگی دینی ہے اور اس طرح یہی نہیں کہ ان کی یہ غرہ مت اس گناہ کی خطائی کا سامان بننا چاہی ہے، لہذا ان کا اس طرح گناہ کرنا اور پھر گناہ کے بعد اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کے مطابق پشیمان ہونے بعد سے خود ہمت کے لئے اسوہ قرار پاتا ہے۔

آپ ﷺ نے اسی حقیقت کو اس طرح ارشاد فرمایا کہ ہر ایک آدم ضرور ہی خطا کرتا ہے، لیکن بہترین خطا کار وہ ہیں جو گناہ کا ارتکاب کرے کے بعد اللہ تعالیٰ کے دروازہٴ مغفرت پر اپنی دعا مست کی پیشانی رکھ دیں اور توبہ کر لیں، **خوبو العاصیون التوابون**، ظلوک کا حرج یہ ہے کہ وہ انتقام لے کر خوش ہوتی ہے، اس سے اس کے چہرہ بانا کی تسکین ہوتی ہے اور کبھی غصہ ہوتا ہے، نیکیاں نہ خالی کی ذات و اوصاف پر رحمت کا عباد اور وہ رحمان و رحیم اور بخود دریم ہے، اسی نے اسے گت گاروں اور گناہ کاروں کو مطاق کرتے

وٹنی ہوتے سے ملک انتظام کے لئے ہوتے احمد نانا۔ اور یہ تھائی یہاں سے
مغربت کے لیے دہلتے ہیں۔ یہی ہے کہ اگر عجمی پڑی ہوئی، کہ عجمی کہہ کر یا
نور دین تو ملک مرہ سے دور اور مرہ کے درمیان کے نامہ احمد نانا۔ یہ تھائی یہاں
کہ چوہے تھائی مرہ کے کہہ۔ جس نے مرہ کے جسم کے عجمی کے کہہ کہہ کہہ کہہ
رہی ہے۔ صدقات الہی لٹا ہوں۔۔۔ وہ ہے یہ۔۔۔ یہ احمد نانا کی شہر مرہی ہے کہ
بچو نے بچو نے جس کی بیوی پر انساں نے نامہ احمد نانا۔

[illegible][illegible]

۴۔ جس نے اصل محرم کے لئے جوہر یا عقیقہ کی حساب کتاب کی ہے

گناہ پر مامیت اور بیانی مستور کرے، اپنے سر ہوں کو یاد دہانے کے اس کا دل لرزے گئے۔
 حدائے ماسے اس کے ہوتے لپکے تھیں، انھوں نے سودوں کی بے چینی اور
 خطر اب تک کوئی دین و دار کا خمیر گناہوں کے بوجھ تلے ہے آپ خود ہر محسوس
 کر سہ اس پریشانی اور بے مامیت کے بغیر محسوس نہیں ہو سکتا، یہاں تک
 نہیں ملتا، پر وہی قلمی کیونکہ لکھنے کے ساتھ کیا اثر مرتب ہوتا ہے اس کو آپ
 سے ایک مثال سے واضح فرمادے کہ ایک اور ہی مسئلہ جب کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو
 سے یہ لگتا ہے کہ جیسے اس کے سر پر بھاری بھر پور بوجھ ہے اور وہ محسوس نہیں کر سکتا
 ہے اس کے گناہ سے جس محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوئی گناہ ہے، یہ کہ پریشانی ہوتی ہے، ذرا
 ہاتھ ہلکا کر دیکھیں، ایک اور ایک مسئلہ ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو اس
 کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اگر وہ یہ کرنے کو تیار ہو جائے تو
 جس جس گناہ سے لگتا ہے، اس سے بچنے کے لیے، یہاں تک کہ پورے قلب سیاہ
 ہو جاتا ہے، یہ نہیں لگتا، کرتا ہے اور اس کا اس سے بچنے کا طریقہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسات کے لئے ہے تو قلمی سے بڑھ کر کوئی حروفی نہیں جیسے دیا
 میں بہت سے سرائی میں اس سے آدمی دیا ہوتا ہے لیکن یہی چھپے ہوئے شاید "ہوئی"
 سے بڑھ کر کوئی کلمہ نہیں اس لئے نہیں کہ اس میں تکلیف پیدا ہو سکتی ہے بلکہ اس لئے
 کہ اس میں مزاج کو اپنے سر میں ہونے کا احساس نہیں رہتا، وہ بے ہوش ہے، نہیں اپنے
 "پ" کو صحت مند تصور کرتا ہے، اس کو طبع کی صورت ہوتی ہے لیکن وہ اپنے "پ" کو
 طبع کی صورت سے بڑی سمجھتا ہے، اسی طرح نوپ سے ہے تو قلمی ایک "رومان جنون"
 ہے کہ انسان گناہ میں مبتلا ہے، اس سے پاؤں تک لگتا نہیں ڈوبا ہو ہے، لیکن ہے گناہ بگڑ
 ہوئے کا کوئی احساس نہیں کرتا اور بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ حد کی چوکھٹ پر نہ مت اور
 شرمندگی کی چینیانی رکھ کر اور اچھا لگائی، یہاں تک کہ اس کے کوئی احساس اس کی عروسی
 اور ملتی ہے وہ چاہتا ہو۔

توپ کے لئے پھیلنے کے پند اس کے ساتھ مشعل کا حزم معبر بھی ضروری ہے،

[illegible]

ہر گز سے تباہ کا ایک عیاں طریقہ نہیں بلکہ جس کے لئے بھی شریعت نے کچھ
 وسوسے مقرر کر دیئے ہیں جن سے ان کے لئے قرآن وحدیث میں کوئی کفارہ و عقوبت درج
 نہیں ہوئی تو یہ ہے کہ کفارہ لایا جائے جس کی تلخیص سے صحت کا کفارہ درود و دوز
 پاتہ ہاشم درود کے رکھنا اور جس پر قدرت نہ ہو ساتھ مسکینوں کو کھانا کھانا اس کا کفارہ
 ۱۰۰۰۰ (تقریباً) تھیں سے پورا کرنا، قرآن کا کفارہ دس سینوں کو کھانا
 کھانا دس سینوں کو کھانا پانا ہے (۱۰۰۰۰ سال نمازیں سے قیامی ہے کہ ان کا
 کفارہ ۱۰۰۰۰ سال نمازیں سے قیامی ہے۔

مفسر کو مایوس نہ ہو سیریت نے قضا واجب قرار دی ہے جیسے کہ مفسر کی بنا پر روزہ فوت ہو گیا تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے، خوش و خوش کی حالت میں قرار میں قضا ہو گئی تو اس کی بھی قضا واجب ہے یہ گویا نہوں پر اہمیت کا وزن ہے جس کی اصل کلی وجہ ہے اس کو اہمیت تو یہ بھی ہے روت شدہ روزوں کی قضا کی جائے، اس طرح بعض عبادت کے فوت ہوئے پر قضا واجب قرار دیا ہے، جیسے کوئی شخص بہت ضعیف یا مریض ہو روزہ روئے پر کاربند ہو، عظام مستقبل قریب میں صحت یاب ہوئے کی بھی تو نفع کئی آئیے شخص کے لئے یہ بہت ہے کہ ہر روز کے لئے اس ایک نہ یہ ادا کر دے نہ کئی ایک غریب محتاج شخص کو دے اور بات کا کھانا کھائے یا سونا فطر کے قدر قدر سے دے۔ اہل میں تو یہ عکس روزہ نے سلسلہ میں آیا ہے (ایضاً ۱۸۴) مگر فقہاء نے روزہ پر قیاس کرنے سے باز رہا میں بھی اس کی جائزت دی ہے کہ جن لوگوں کی قضا فوت ہوگئی اور وہ سب نماز پڑھنے کے وقت رہے یا ان کا احتیاج ہو گیا تو اس کی نوبت

شہرہ روم کا لعل، الملوک کے "روح" (۱۱۱) (۱۲) پوس جی۔ کیا ہے "حاکم"۔
جب کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو جی کے تمام گروہوں میں پیسے تقسیم ہو جاتے ہیں۔
"کھانا" "م" "قدیر" ۱۲۔ اس کی کوشش میں پائے گا کہ اس سے ترقی کر کے حاصل
ہوگی۔

[illegible]

اس کے لئے CH_3COOH ملا کر پیسے میں ڈال دیا۔ اس کے بعد شریک

کافہ نہ ہوئی ہو۔ مگر ایسے کسی قہر کا عکس نہ ہوتا جس پر خود اللہ کی طرف سے شرعی سزا عیاں ہو رہی ہو جیسے رونا، بھڑکنا، کسی سلطان پاک و امن شخص پر قسمتِ اندھ کی شراب نوشی وغیرہ۔ ان سے لئے بھی خوب کڑکڑا کر تو یہ کہنا چاہیے اور جس بھی انتقام کی کڑت رہتی چاہئے تاکہ یہ اس کے دانت اور تارانت نہ کھائیں تاکہ وہیں جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوقاتِ ایک ہی مجلس میں مترسار بار سہارا فرمایا کرتے تھے۔ یہ مہمانِ مبارک کا عینِ جہاں تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت، علق اور دعاؤں کا بیون ہے۔ وہیں تو وہ انتظار کئے لئے بھی اس سے بہتر کوئی موسم نہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ رحمتِ مہلا رہتا ہے اور وہ راج کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

(۱۳ دسمبر ۱۹۰۰ء)

مانگئے، پھر مانگئے، پھر مانگئے

انسانی کس قدر عاجز ہے کہ یہ خود اور کج و شام جس چیز کا ضرورت مند ہے اسے بھی وجود میں نہیں لاسکتا۔ نہ وہ چاہی اور نہ ہیوں کا ایک دانہ چھو کر سکتا ہے، خدا اپنے لئے پانی کا کوئی قطرہ وجود میں لاسکتا ہے۔ نہ وہ اور آسمان کی نیکیوں کی تلقین کر سکتا ہے، جس کے بغیر چند سوکھے گی جس کی زندگی باقی نہیں رہ سکتی۔ نہ اور خدا کس قدر قادر، قادرِ عظیم ہے جس نے اتنی بڑی کائنات، ہمارے لئے، بچائی ہے، اور ہر لمحہ لاکھوں بچل پھول ہیں، جن کو وہ پیدا کرتا ہے، مگر صمد، بان اور دم دل بھی کس قدر ہے، کہ اس نے سورج کا ایسا چارٹ بنالیا رکھا ہے، جس کی روشنی ہر آنکھ میں پہنچتی ہے، اور جس کے حکم سے گھٹا نیم رحمت بہاؤں ہو کر ہر کھیت کی پیاس بجھاتی ہیں، یہ آنگن کسی مسلمان کا ہو یا کسی کا رکھ، اور یہ کھیت اللہ کے قمرانہ فاروں کے ہوں یا قمرانوں کے!

جو کہ اس قدر قادر مطلق ہے جس کے خالقہ قدرت میں ہستی کی کوئی کمی نہیں،
بمیرا محتاجی اور دانا ہے کہ دنیا میں، جیسے رہے کائنات کے ہر سب کو دیتا ہے خوب و بڑا
ہے اور دامن بھر بھر دیتا ہے ماس سے بڑھ کر کون اس لائق ہو سکتا ہے کہ بڑا بڑا مقرر اور
ضرورت و حاجت مند کی کا پٹا انہیں اس کے سامنے اتھ بھگائے، اور اپنی ضرورتوں کے
مطلوبہ اس کے سامنے رکھو کہ انہیں اپنے ایک فقیر نے نرا اور گدائے ہے آخر پر کام
کرم فرما اور اپنے جود و سخا اور دانا و بخش کے دربار سے اس کے عاجز ماقبول کو حاجت بہ
کر کسی ہوا سے بھی کا کام نہ دیتا ہے۔

دعا کو اس طرح میں پڑھ کر حیرت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہی ایمان سے فرمایا ہے کہ وہ اللہ سے مانگے اور اس سے دعا کرے، (خاطر ۱۳: ۱۶) اللہ تعالیٰ نے یہ

مکی فرمایا کہ تم مجھ سے مانتو میں مبارک ہو، ہاتھ ملانے کا اذکار بھی اس وقت لکھ
 (۱۰۰) اپنے ایک عہدوں کی تحریک کرتے ہوئے لکھ کے دیا، یہاں کے یہو ہوتا
 ہے حدیث ہے میں اس خوف و شمع کے ساتھ ہے پروردگار کو بکا گئے میں وہ جو (۱۰۰)
 ایک وقت پر بدعتوں کے رہا، یہ اللہ کے کہنے سے نکلنے کا حکم دیا، یہ وہاں کے یہو
 میں فصلہ (۱۰۰) میں اس حدیث نے تو میری یاد میں رہی، یہ وہاں کے یہو
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 (۱۰۰) میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 کا سفر فرمایا (۱۰۰) میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 اور میری حدیث ہے۔ آپ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 سو گئے ہیں (۱۰۰) میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 مکی، جس سے اور اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 اللہ کا احکام ہے۔ (۱۰۰) میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 یہو میں (۱۰۰) میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ

م۔ خود را توگ مصیبت نے وقت کی دعا کرتے ہیں یہ عہدوں خود عہدوں کی بات
 میں حضرت علیؑ کے یہو میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ
 میں اس حدیث کے پسند فرمایا کہ اللہ کے یہو میں یہاں ہے، اس کے بعد ہو اللہ

تمہارے پروردگار، جس حیاء والے اور کریمہ میں وجہ پندہ، وہ پھیلانا ہے تو اس سے حق
نکرے ہیں؟ اس کے سامعوں کو سنانے کیلئے کہ وہیں (مکملہ ۲۲۲۲) سے اٹھانے سے
میں نیکیت اور بے خبری نہیں ہونی چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر مایہ کر کے انسانی متباد
تقسیم کی جائے۔ مگر اسے تو اس کی تمام باتوں میں سے شریفیکہ حد پار کی سے کام نہ
ورفتہ یا تمہارا کہ جلد باقی سے لیا مراد ہے؟ آپ اللہ کے کریمہ یوں لکھے ہیں
سب: ہمارے ہیکل ہیکل ہے نہ ہی دعا قبول نہیں ہوگی، چنانچہ ہمارے ہمارے مراد ہے، ہمارے
(مکملہ ۲۲۲۲) میں اس لئے آپ اللہ کے ارشاد فرمایا: ”وہ شہابی اور کشادگی کا
استقامت کی اصلاح قرین عبادت سے۔“ (مکملہ ۲۲۲۲) (مکملہ ۲۲۲۲)

میں نے اپنے دل کی جانب سے یہ کہہ دیا کہ میں نے تم سے کبھی نہیں ملے گا۔
 یہ کہہ کر اس نے میری طرف سے ہاتھ ہٹا دیا۔

فہم مسلم ۳ و احمد و صحیح ابی داؤد (کتاب النکاح ۱۰۱-۱۰۲) کیوں کہ جب تک دعا کے قبول ہونے کا یقین نہ ہو وہ کیفیت و اہمیت پر غور نہیں کر سکتی جو دعا کے لئے مطلوب ہے، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ دعائے وقت تکبیر بعد صلی کی طرف متوجہ ہوں ماقبل در پردہ، یہ ضروریات پر دعائے کھانا، ہوں تو سردی خستوں خشک، معصرت اور بریدہ سے سرو کی کیا ہے؟ اے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی مخلوق اور کائنات کی دعا قبول نہیں فرمائے میں (بخاری ۱۶۶۶) خود اللہ صلی نے ارشاد فرمایا کہ دعا کرنے پر لڑائی کجائیت مومن جو نے اذہو (نکھتہ مصرعہ و غصعہ) (۵۵ عرب)

قلب کے ساتھ ساتھ روحانی قربی، سے بھی دہلا کر دے گا۔ نئے بندگی اور عجز یا ناکامی، ہو، چاہے بچے آپ سے فریاد کیا کہ جب اللہ تعالیٰ سے مانگوں بتیلیوں کی طرف سے رکہ پوشنی چاہے سے بھی بتیلیوں پر میرا کر کھو کہ پشت اور پھر پٹی بتیلیوں اور اپنے جہود پر بھیجیو اور مشکوٰۃ میں اس مہاں ۱۳۳۳ھ حضرت عمرؓ کی پندہ ۲۰ سے سے کر دیا کا طریقہ سے کہ تجھے مہرہ میں سے منہ بل مانع کے قریب ہو دیا۔ ۱۰۰ میں ضرور انکوائی ملے۔

بھکاری ہے جو پناہ مانگتا ہے۔ خود رسوں کے ہاتھ کا معسوسہ سارے بھی سب قہر۔
(شکوۃ ۱۳۵۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ "مانگھ سمنوں کے ساتھ ہوا"
چاہے جسکو اللہ کی سزا کا تھوڑا نقصان ہے۔ (شکوۃ ۱۳۵۷)

آپ ﷺ کے دہائی کے کلمات کے بارے میں بھی قراب بتاے حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ: "ماتے پیچھے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کریں جو نئے لوہا آپ
ﷺ پر درود پھر دعا فرمائی چاہئے (مجمع الزوائد ۱۰: ۵۵۰) حضرت فقہاء بن عبید سے مروی
ہے کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب نے انکار پر بھی پھر دعا
کرنے لگے کہ "اے اللہ! مجھے صاف قراب آپ ﷺ سے فرما۔" یہ دعا پڑھنے والے تم سے
جلد بازی کی جستار پر طوطو بیٹھا، پھر تقدی کی حمد و ثناء پھر پھر پروردگار تعالیٰ کی حمد و ثناء
کرو چنانچہ اس نے اسی طرح دعا کی تو آپ ﷺ سے فرمایا کہ "اے کرہ بولی کی حاسے کی۔"
سن تعقل (مجمع الزوائد ۱۰: ۵۶۱) کہتے ہوئے آوارہ پرست اور آہستہ ہو جاتے۔ کیوں
کہ خود اللہ تعالیٰ دعا کے آداب میں یہ بات فرمائی ہے کہ: "یہاں دیر بہت ہوتی چاہے
اور تک ۵۰ کیوں کہ بہت آوارہ رہیں مگر اللہ کے ساتھ یہ تم ہے، اولیٰ اپنی ضرورت
کے مطابق دعا کر سکتے ہیں، اس سے رخصت کی نسبت پھر اہولی ہے، آج کل دنیا کی صورت پر
عام کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں بعض اوقات دعا "محبوب دعا" بت جانی سے روق۔ او
نہایت کی نسبت یہاں تک ہوتی، پھر چونکہ ہر شخص کی ضرورت میں الگ الگ ہوتی ہیں اس
لئے "اس" اپنی ضرورت کے مطابق دعا سے وہاں نہیں لڑ پاتا دعا کے آداب میں یہ بھی
ہے کہ دعا خواہ کسی کے لئے کرنی ہو، دعا کا آج تو یہ بات ہے کہ "مجمع الزوائد ۱۰: ۵۶۱"
یہ دعا اللہ تعالیٰ کیوں کر اس سے لڑا اور اللہ کے سامنے تضرع کا ظہار ہونے سے او
ر اس کی کیفیت دعا اگر دعا سے میں مطلوب ہے

چند خاص اوقات ہیں جن میں دعا مقبول ہوتی ہے، مائت کے سفری اور مسافر
حصہ میں یہاں تک کہ صبح ظہور ہو جائے (مسند محمد بن حنفیہ) یہ دیکھی معلوم ہے کہ
میں سے کہے کہ وہ دوسرے کے وقت دعا کی اور اللہ کے وقت دعا کی ہے (یہ)

اس کے علاوہ فرض نمازوں کے پھر شب قدر اور بعض خاص راتیں دعائیہ قبولیت کے خاص مواقع ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ ہیں جن کی دعائیں کو آپ ﷺ نے خاص طور پر قبول فرمادیا ہے۔ ان عین خاص منکوم ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کے اعتبار سے تو اسی کیوں نہ ہو روزِ روز روتا آنکھ لفظ رکھ لے، اور سہا فرما کر تکرار میں آجائے (الحج جلد ۱۰، ص ۱۰۱-۱۰۲)، ام عباس کی دعاء اور باپ کی دعاء اپنی اولاد کے حق میں مقبول ہے، (مشکوٰۃ ص ۱۰۱، ص ۱۰۲) کسی شخص کی غیر موجود مسلمان بھائی کے بارے میں دعاء بھی مقبول ہوتی ہے اور جھوٹا دعویٰ میں اس کا ذکر ہے (ترغیٰ عن علیہ السلام بن عمر) حاجی کی دعاء مکہ واپسی تک، اور حجہ بدی دعاء جہاد سے فارغ ہونے تک بھی مستجاب دعائیں میں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۰۲) جیسے ان لوگوں کی دعاء منجلی ہوتی ہے اور اس میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے، ویسے لوگوں کی دعاء مادہ اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے، اسی طرح حضور ﷺ نے فرمایا کہ اولاد اور مال پر بددعا کرے کہ کہیں وہ وقت دعاء کی قبولیت کا ہو اور پسے ہو عام غلہ نہ قبول ہو جائے۔ (مسلم بن یار)۔

بعض لوگ خود اپنے لئے دعاء کا اہتمام نہیں کرتے، اور لوگوں سے خواہش کرتے ہیں کہ میرے لئے دعاء کیجئے یا مجھے نہیں اپنے لئے خود بھی دعاء کرنی چاہئے، کیوں کہ انسان خود اپنے لئے جس رقت اور سہولت کے ساتھ دعاء کر سکتا ہے ظاہر ہے کوئی اور نہیں کر سکتا، کیوں کہ انسان کی اپنی دعاء میں اس کا تم چہاں کہ جگر کی طرح شامل ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں اسی بندہ اور وہی قدر و قیمت ہے لیکن اگر کسی سے دعاء کی درخواست کی جائے تو اس میں بھی جتنی باتیں حضرت عمرؓ و اہل بیتؓ میں نے رسول اللہ ﷺ سے مروی چارہ چاقی و آپ ﷺ نے اجازت دی اور فرمادیا ہے میرے چھوٹے بھائی! مجھے بھی اپنی دعاء میں شریک نہ کرنا، اور بھول نہ جانا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا یہ کلمہ ہے کہ اگر اس کے پائے پوری ہو جائے حاصل ہو جائی تو اس سے بڑھ کر خوشی۔ ہوتی (ترغیٰ عن عمرؓ) بعض لوگوں کو خیال ہوتا ہے کہ جو ہم چیز ہمارے کی دعاء کی جائے، ہمارے چیز کا اللہ سے مانگی جائے ایسا بھی درست ہے حاصل میں انسان چھوٹی سے چھوٹی

اور جلی سے بری تمام سرور قوس میں امدنی نکلتی ہے اس سے برمیوں میں ضرورت
 امدانی سے نکلتی ہے کہ کئی اور سے کیوں کیجئے امداد مطلق ہے، اس سے حق
 اس میں محتاج مطلق دھنا خود صرب نہیں ہے۔ اس روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 سرور تائیدی سے نکلتی ہے، چاہئے یہاں تک کہ جو تے کا سرور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے نکلتے ہو، ایک روایت میں ہے کہ تکلیف کے لئے بھی امدانی سے طلب کار جو ۱۰۰
 میں دس روٹ اور کوئی نہ ہو کر انسان میں سے کسی چیز کا حلق نہیں وہ کھل کر لی جاتی
 ہے لیکن انہی نا بے ماس لئے قطرہ قطرہ اور نہ رو رو میں حد اکامتا ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ گمراہ ہے۔ ایک دن کا موسم بیدار دینی و محسوس ہو جن میں
 کامیور خود و گمراہ اور رخ سے نجات کا مہینہ عروسیوں کے طلاق اور بڑی عمارت
 مہینہ وہ مہینہ جس میں خود خداوند سے کسی طرف توجہ ہوتا ہے، اور کئی عقیدے کے ساتھ
 ماحر اور گمراہ کار ہواں سے جو بات کرتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت کا طلب گار کہ میں اسے
 معاف کر دوں، کوئی ہے روئی کا خواستگار کہ اسے روئی عطا فرماؤں اور کوئی ہے کسی
 منصبیت و ضرورت سے دوچہرہ کی حالت بخار دینی کروں۔ پھر یاد آتا ہے کہ
 اور پر بھی فقر، اپنی ضرورت کا، کوئی پھیل نہیں گئے اور دین میں اس سے ماسے
 میں کھولیں گئے، کہ جس کے خزانہ قدرت میں سب سامنے سے روئے کر خوش ہوتا ہے اور
 اس کے دلوں سے خوش ۱۰۰ نام حقیقت میں اس نے کیا خوب کہا ہے

نکلتے، پھر نکلتے، پھر نکلتے

تاک میں نہ مندوں انجلی نہیں

(۱۵ دسمبر ۱۳۵۳ء)

خشک سالی — شامیتِ اعماسا!

سوم کا مستدل اور متوازی ہونا بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے، جامِ حلاوتِ نیرۃً میں پر پیلے ہوئے نیزہ رادوں اور لہذا میں شرعی سے انکسار کیا کرتے ہوئے خشک عواض کی قدر و قیمت معلوم نہیں ہوتے لیکن جب موسم گرما میں سورج کا گہرا سناٹا ہے، گرم پونگ ہوا میں درختوں کو بے روح کر دیتی ہیں، سو کے چھوٹے مسافر کے لئے پیامِ صحت ثابت ہوئے لگتے ہیں اور میں باورِ ماحول کی نقشہ سے کروٹیں لے کر دھن بے سون ہو جاتی ہیں، میں وقتِ حقیقہ اور موسم کی بہت معلوم ہوئی ہے، اور اتنا ارہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے!

اس وقت پورا ملک گرمی کی لپیٹ میں ہے، اور بہت سے علاقے ہیں جہاں خشک سالی سے زندگی کو دو بھر کر دیا ہے، دراجستان اور گجرات کے ایک علاقہ کا تو بہت ہی بڑا علاقہ ہے پیسے کے پانی کے نئے لوگوں کو پتے ہوئے دیگر اوروں سے گزرد کر سلیوں دور جانا پڑتا ہے، جانوروں کو چارہ سے سیر نہیں، اور ان کی قصہ میریا دیکھ کر رحم آتا ہے پانی کی شہدِ کثرت کا سامنا ہے، ان حالات میں لوگ گندے پانی بھی استعمال کرنے پر مجبور ہیں، بارہ ترقی احمد سے پتہ چلے گا پھیل فطری بات ہے، ہندوستان کے چند دوسرے ممالک میں بھی یہاں تک کہ قبائلی سرعہ علاقوں میں بھی خشک سالی اپنے قدم پر جا رہی ہے، مگر ملایا سیرابرا بھر اور درختوں اور جنگلات کی کمرات سے پیمانہ جانے والا ملک بھی اس کے اثر سے آزار نہیں۔

خشک سالی کی ایک طبی وجہ ہو سکتی ہے، طبی وجہ کا تعلق بھی انسان کے اپنے نقصان ہی سے ہے، لیکن پر جنگلات اور درختوں کا وجود قدرت کا بہت ہی خوبصورت اور اونکھ تھا ہے، اگر قدرت کا کام تھا ان درختوں کی قلت نہ کرے اور زمین کو ان درختوں سے قدرت

نہ چھوڑ دے تو بوقتِ حادثہ کس دوار و دروازہ میں روئے گی۔ کی سے نہ حلال کار تھا، نہ
 نہ راحت میں نہ عمر رتے ہیں یا عمر رتے ہوئے اندھ قند و عسل و عسل
 الطور و عسل (۱۶) اس وقتوں سے ہاں نہاں کو کھائی کو حد و حد سے
 اور سوچی گزریوں سے وہ بھی فریج پر غنائے میر اور کوٹ ۲ کا کاندہ ہے اٹھائے ہیں وہ
 رہیں سے اور کراہت کو حدوں و گھسار پارٹس نے ظلم کہ سوزوں سے میں بھی یہ
 جہاں، اور اجازت میں، تجویز کے دیگر سبکی نہائی کے سمجھ پر نہایت ہی پر ڈاکہ
 ہے یہی میر و جہاں سے معمول سے میر کا ڈھنگی طبعیں بڑھ چکا ہے اور یہ حقیقت
 مجموعی ۱۹۷۰ء سے اب تک تھیں ہیں میں رہتا کھلے اور جہاں سے میں ایک کی اور
 زیت کا حد و حد ہے، سانس انوں کا خیال کے یہ خاصوں کی کھلائی نہ دنگاات کا ساتھ
 اس کا بڑا جب سے ہاں سے اس میں نے شجر کاوی اور کاشت کاری کی بڑی کو صلہ خراں
 سے دوسرے ہندو کی کے رہا کہ میں جس کوئی درخت کا تابہ تھی درخت سے جو
 یہ حیدر ہونا سے ہندو کی میں نے لے ڈاکہ کر لکھے ہیں، (۱۷) ابوبہ اصحابی جمع
 (۱۸) (۱۹) حضرت ابوبہ اور اس سے مراد ہے کہ ہندو کی کے فرمایا کہ جس سے برکت
 لگایاں میں سے وہی ہے کہ ہندو کی ولی کا حق ہے خود میں کے لئے حدود سے (۲۰)
 (۲۱) اور درخت کو آب و ہوا سے برکت انوں کے لئے ہے۔ لیکن یہ حد و حد سے
 نہایت کثرت کا حد و حد (۲۲) (۲۳) برکت میں عاقبت سار حقیقت ہے۔
 طریک کا حد و حد ہے

املا بہ سے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلا سارے درختوں کو کٹنے سے منع کیا
 ہے۔ یہ میں سے سطور پہ ہیں اور یہاں سے برکت ہوتے تھے۔ اس لئے ناظمی طور سے
 حد و حد میں میری سے نہایت کا ذکر کیا ہے۔ مغرب علیٰ حقیقت سے مراد ہے کہ وہاں
 سے نہ وہم و یا نہ وہم میں ناظمی طور سے کہ یہی کا درخت کا کٹنے والے پر اندھ کی حد
 ہو، (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰)
 (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰)

اور حوالہ سے بخاندہ سے تھتھلی نے مصلحت پر مبنی ہیں۔ سان کی اصاعت فرماں برداری اور معصیت و نافرمانی۔ بارش کا بھی نظام حلق ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کہ تمہارے پروردگار مقرر کرتے ہیں کہ اگر میرے بند سے میری اطاعت کریں تو میں رات میں اس پر چار سو تھن برسوں اور اس میں اس پر چوبیس کا ترے (مسند احمد جمع الزوائد ۲: ۱۱۰) اسی لئے رسول اللہ ﷺ سے جب جود کے دن پادشہ کی دعا کرنے کی خواہش کی گئی تو بعض روایتوں میں ہے کہ آپ ﷺ نے کہا کہ میں نے پانچ اٹھارے اور صحابہ سے فرمایا کہ اپنے پروردگار سے معفرت طلب کرو کہ وہ چار معفرت کرنے والے سے استغفر اور جبکہ وہ کمال عفو و (جمع الزوائد ۲: ۲۰۶) غرض خشک مابقی تھک رہا تھا اور موسم کی غیر معمولی قناریں تھتھلی کی طرف سے ایک عجبہ پہ کر انسان یہ جھوٹا بدستور یاد کرے، خدا فرمائی سے پاؤں سے اور اپنے عمل کی اصلاح کرے کہ اس سے نہ صرف اس کی آخرت کی بھلائی ہے بلکہ اس کی دنیا کی فلاح بھی اس سے تعلق ہے۔ ہم سے کم مسلمانوں کے لئے تو یہ حقیقت جزا دینا ہے، اگر مصیبت میں اور فسی بھی اس سے کو خدا کی طرف متوجہ کرے سے قاصر ہیں تو اس سے زیادہ بد بختی اور کم نصیبی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

بارش کی کمی اور عبرت و موعظت کے کچھ پہلو

جوانی قیصر ہے، بے قیصر ہے، دوسرے حال یہ ہے کہ کھد میں منانہ وار کی ہیں اس کی کالی ڈان فیس، کچھ کر خیال گذرنا ہے کہ حق تو چپہ چپہ کو بیہ روزانہ داس کر کے ہی جھوٹ کی لیکن کسی دھڑے ہو۔ مجبورت کی طرف انھیں پیاں کر کے گدہ پان ہیں وہ بہت دیر سے سات ایک کسان پریشان ہیں کہ ان کی میت یوں کر لہجہ میں گئے در کبھی ہیں کی امیدوں کے سچے کھٹیں گئے، دھڑے میں گئے داسے بے جھڑ ہیں کہ وہ پہلے ہی سے پانی کی کمی سے دوپہ ہیں، ان کے غلے کیوں گرتے ہوں گے؟

اس صورت حال سے اس وقت ہم سب پریشان آ رہے ہیں، یہاں تک کہ وہ تنہا بھی اب اس مسئلہ پر غور کر رہی ہے جو کہ شرعاً اور دین سے جیسے ان کو پانی داسے کے لئے صوبہ منصوبہ کر رہی ہے، اور اپنے گوش کی منصوبوں اور دین اور جمعہ یہاں سے نہ جانے کتنی بار احادیث کی ساری لہجہ کی آفتی سرخروں کا سرواں کر چکی ہے

وہ ان کے لوگ کائنات میں پیش آنے والے وقت کی طبیعت اسباب سے کسی مقرر میں دیکھتے ہیں اور ایسی ہی تدابیر سے ڈرجہ کی کے علاج کی ہوتے ہیں۔ بارش کیوں نہیں ہوتی، اس لئے کہ ہوا کا دباؤ موافق نہیں ہے، جگہ سے کتنی بار رہی ہیں اور، حیاتیاتی آلودگی یا مٹی بارش ہے، ان اسباب کی اہمیت سے ٹکار رہے ہیں، بجلی بحیثیت مسدوس ہوا ہے، بے پکائی نہیں، مٹی کی گولگی کی سرحدیں کی تہ بہت پر ہے میں ہماری بات کا نہیں دیکھتے ہیں کہ اس کی راحت و آرام اور صحت و مشق کے جو دھڑے ہیں آتے ہیں اس کے پیچھے دین نہیں آتے، اس پر ہوتے ہیں، ان انھوں کوئی مخلوق ہے کلم سے بیکر لہجہ کئی، بلکہ یہ کائنات کے مطلق مالک کے حکم کے تابع ہیں، تاہم جو کہ

پیش آتا ہے، اس کے کچھ بڑی سبب ہیں جن میں ہم دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں لیکن اس کے کچھ بھی اسباب بھی ہیں جنہیں آف اور سرنگھیں سنیں و کچھ خلیوں اور ہم اپنے ظاہری حواس سے اس کا اور آہ کمرے سے کام میں لیگی اجزاء کے ریوٹھان کا حالت لے کر اور اگر کام نہیں سمجھا یا اور سوچا یا ہے وہ ہمیں اس میں نظام سے رہے ہیں؟

[illegible]

اس صورت حال کا تقاضا ہے کہ ہمارے لئے جو غرضیں اور اپنا ضرورہ کا جائزہ لیجیں۔ ہمارے لئے جو غرضیں اور اپنا ضرورہ کا جائزہ لیجیں۔ ہمارے لئے جو غرضیں اور اپنا ضرورہ کا جائزہ لیجیں۔

لائے خوب دعا کی، مگر یہ ویرانی فرماتے رہے اور پھر وہ رکعت نماز اور فرہانی (ترندی حدیث نمبر ۱۵۵۸) حضرت عائشہؓ روایت اور مختلف روایات میں اس موقع کی دعا مذکور ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر پڑھنے ہی بجلی نہ کرکے اور ہر ایک شروع ہوئی اور اسی بارش ہوئی کہ آپ کے عید گاہ سے مسجد سوی ہو مجھے نکالے پر پڑھنے کا یہ ہے بھاگ بھاگ کر اسی جگہوں کی پناہ لی جہاں بارش سے بچے تھیں، آپ نے کچھ کو بے اختیار پانی آگئی اور بارش اور فرمایا میں گودلی رہتا ہوں کسانہ ہر جے پر کارور ہیں، اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں، (ابن ابی نعیم حاشیہ نمبر ۳۰۷۷)

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے دعا پڑھ کر اکتفا فرمایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کائنات تھا آپ ﷺ نے خبیثہ دے رہے تھے اور لوگ بارش نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے ایک دیہاتی کھڑے ہوئے اور عرض کیا؟ جانور ہلاک ہو رہے ہیں اور سال بچے بھوکوں مر رہے ہیں، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگے دعا فرمائیے کہ ہمیں بارش سے میرا بچہ فرما دے، رسول اللہ ﷺ نے دست مبارک اٹھا دیا اور اوی کہتے ہیں کہ جس وقت آپ ﷺ نے دعا شروع کی آسمان پر کھنکھول کا گرجا نہیں تھا، آپ کے دعا کرتے ہی گرجا میں چھا گئیں، بارش شروع ہو گئی، یہاں تک کہ جب آپ منبر سے اچھے اترے تو بارش مبارک سے پانی کے قطرات گر رہے تھے یہ بارش ایک ہفتہ جاری رہی، اسی بارش کے درمیان ”مکہ و مدینہ“ آپ جوہ کے خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے، اسی بارش میں نے یا مکی اور مدینہ کے چلی عرض کی کہ مکاتات گمرہ ہے ہیں اور مالی و مالیات آپ رہے ہیں دعا فرما دیجئے کہ بارش ختم جائے، آپ نے دعا فرمائی: **حَوَّلِیْہَا وَلَا عِدْہَا لِمَ یُطِیْعُ** مدینہ میں بارش نہ ہوا اور مدینہ کے گرد و پیش میں بارش ہو، آپ کی دعا کا اثر یہ ہوا کہ مدینہ شہر سے بادل چھٹ گیا، لیکن مدینہ کے مقامات میں رات دن دھواں نیک یا نیک بیتی رہیں (بخاری حدیث نمبر ۱۰۲۳)۔ عرض کہ میں قحط سائناتی میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے جو جس کی حکومت چاہے عالم آسماں و زمین میں ہے، اور جس کے ہاتھوں میں پانی اور تمام نعمتوں کا۔ ختم ہونے والا آخرت ہے۔

شہزاد اسد اللہ کا اور تمام بھائیوں میں گھوڑا اور بڑا رتھ بھی فسطوحا تھا، اس کے علاوہ ایک بڑا بڑا

[illegible]

زلزلہ خدا کی تنبیہ

پچھلے چند دنوں پہلے شہر کے کچھ حصے میں سالانہ عید تہی سکھ زلزلہ کا جھکا محسوس کیا گیا۔ یہ جھکے بہت ہی کم وقت کے لئے تھے مگر اس لئے اللہ کا شکر ہے کہ یہ ہفتھان نہیں ہوا۔ لیکن انسان انسانہ جزو اور کمزور ہے کہ اسی کائناتی حادثے نے بھی اسے ایسی وحشت اور گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا کہ دوسرے دن بہت سے لوگوں نے گھر سے باہر سرسراہٹیں گھومیں اور کئی روز زلزلہ یوں تو کائنات کا ایک طبعی واقعہ ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان واقعات کے پیچھے اصل میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اسی کا فیصلہ کار فرما ہے۔ اللہ کا ایک عجیب نظام ہے، جو کائنات میں پیش آنے والے ہر واقعہ کے پیچھے ہے، جیسے دنیا میں انسان کے افعال سے بعض حادثات متعلق ہوتے ہیں، مثلاً تواریخ کے کھانے سے معدہ خراب ہوتا ہے، کچھ چیزیں جگر کو خراب کرتی ہیں، انسان بیمار دار لگا دیا ہے، ہاتھ پر مارے تو یقیناً ہاتھ کٹے گا اور موت بھی گامی طرح اللہ تعالیٰ کے بھی نظام میں انسان کے نیک و بد اعمال پر احوال مرتب ہوتے ہیں، ہر ملک طوفان و بھلچا، قحط و غیر معتدل بارش، دباؤ، امراض، سب اوپر سے آنے والے حوالے ہیں، اللہ کی ہدایت، خلق اللہ کے ساتھ حسن سلوک، صدق و صداقت، عدل و انصاف، اور ان کے مقابلہ میں اللہ کی باخبرائی، خلق اللہ کے ساتھ ظلم و جور، جھوٹ، دھوکہ، دھوکائی اور دیندہ اور سارے اعمال ہیں جو زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہیں، جیسے اعمال، سچے سے جائیں گے ان ہی کے مطابق اللہ کی طرف سے احوال و واقعات ظاہر ہوں گے اس لئے ایک مومن کی نگاہ میں طبعی اسباب کسی واقعہ کے لئے ظاہری سبب کے درجہ میں ہیں، انھیں دور سے واقعات کا مکمل سبب خدا کا ارادہ یا تادم ہے اور انسان کے اعمال کے اعتبار سے اس کی رحمت و غضب کا زمین و آسمان کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

اس طرح کے واقعات دراصل حقائق کائنات کی طرف سے "الارٹھ" ہیں تاکہ نفسِ خدا اپنے اول کا سایہ کرے اور "سپا" اپنے احسان کا ریسہ نچا کر دے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قربِ قیامت میں گناہوں کی کثرت ہوگی اور رُزلہ کے واقعات بھی چمکیں گے۔ یہاں تک کہ کائنات پر رُزلہ عیامت برپا ہوگا، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورہ "زلزالہ" میں ہے۔ یہ رُزلہ چاروں طرف سے واقعے اور ارض کو اپنی پیٹ میں سے لے گا، اور قرآن کی حیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طویل اور شدید رُزلہ ہوگا، خود زمین، جھٹکے پر ٹھیکے دینا چاہے گا، اور پروردگار کائنات پر وڈ ہو کر رہ جائے گی، کشتہ دہ اور منٹوں کٹنے لگے تھے آگ پر لگا رہا کرتے ہیں یہ ہر شخص جانتا ہے۔ اسی سے اس شدید اور طویل رُزلہ کی ہولناکی ہے۔ اور یہ سانپوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا نبی و اول میں معمولی تغیر پتر آنے سے بھی بے قرار نہ دیتے۔ اللہ سے جوع ہوئے اور خوف و خشیت کی کیفیت آپ ﷺ کے چہرے میں بھولی، حضرت ابو دودہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر کسی شب حیر ہو جائے تو آپ ﷺ بے قرار ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے اور جب تک کھانچا نہ جاتی، قحط کے قصور بندہ پر نہ جے، سورج ٹھن یا چاند گہن نہ کیا تو جب تک گہن نہ ہو جائے، نماز میں مشغول ہوتے، (یعنی طاعتِ حدیث سے دور رہتے) حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار سخت تاریکی چھا گئی، ایک صاحبِ خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یہ کبھی مصور کھڑکے زمانہ میں ایسی باتیں بھی آتی تھیں؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: معاذ اللہ! اس وقت تو ہم بھی تیر چلتی تو ہم لوگ قامت کے خوف سے مسجد کی طرف دوڑ پڑتے تھے۔ (فتح الباری، بحوالہ ابوداؤد حدیث نمبر ۴۷۹۷)

لیکن یہاں یہ طعنے لگانا کا حال یہ ہے کہ اگر وہ سے کسی بھی خوف ہوتا ہے، لیکن اللہ کا اور نہ قیاس کا، صرف یہ رہتا ہے کہ کلمہ بکر جائیں گے جائیں جاسکتی ہیں، ہل ضائع ہو سکتا ہے۔ یعنی اصل میں سوچیں کہ جس بات کا خوف ہو، چاہئے اس کا اول میں جہاں بھی نہیں گھومتا، لیکن اس آئی جاں اور اہل، فانی چیز میں کا خوف مسئلہ رہتا ہے، جن سے سوچنے والے کو نہ رہنا چاہئے۔ اسی لئے رُزلہ کے موقع پر یہ عقب طریقہ یہ ہے کہ تمنا تمنا ہو، یا چاہا چاہا،

میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ سنا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ محسوس کیا ہے۔

١٢٠ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢١ : الموضع في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٢ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٣ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٤ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٥ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٦ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٧ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٨ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٢٩ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور
 ١٣٠ : الصلاة في وقت حضوره في الموضع مأثور

وہاں تھا قہر پر چڑھی چ سے ٹھہرناٹ نے میٹھ پہ ٹکھراوینے والی راہوں سے مراد
میرے۔ نگاہوں کی مسلسل حرکت۔ قاروں کا خوشگوارات میرے تھوڑے کا سودا دارانہ قوالہ یہ رہی۔
مستطیل۔ رشتہ اس شخص کا چھینا، وہ شخص وہ عکس خوف وغیرہ میں جو چھینا ہو، اسے کہ
ہیرہ کہ وہ توں عجوبہ۔ یہاں اس طرح کی عکس قہر میں یہ راہی کاراستہ اختیار میں جس
میں اس کی کامیابی کو حساب ہے اور وہاں کے لئے اپنے دہب سے رنجیدہ ہے۔ سب سے
تعلیمات شہر میں ہے۔

حضرت عیہا الہ بنی مہار سے بھی کہہ دے کہ کونچ پر ہوا شے نے بغیر ہاتھ مار کر چھنا
خدا شے چھوٹے چھوٹے سے ملے ہوئے کونچ و درہیل بھی کر موقوف ہوا۔ پیر سے کے قائم تھے،
(میں نے ملے ہوئے کونچ ۲۰۰۰ سے ۱۰۰۰) میں سے ہوا کونچ چھوٹے کو اپنے تھوڑے کی
"ملا خوش سے حاصل کر کے اس کے اکر بھی حد انگوڑا ہی ہے۔ اچانے تو اچانے کوئی کی
صبر و جوش ملتا ہے۔" بعد ہی صرف سے نے دلی، نقول، کوئی، دل، جس ملے۔

[illegible]

کلیں نہ تو کام سے، ماضی میں عام سلام میں اسی طرح کے نہ سمجھا گیا، اوقات عجیب آئے ہیں،
۱۳۵۲ھ کے زلزلہ بہار کے موقع سے مفسر سلام حضرت مولانا ابو نعیم اسلم محمد پانے کے بارے
آج بہت حق و بیع مقالہ پر قلم فرمایا ہے جس میں تاریخ و اوقات (۲ باب سلام سیول) اور
مفسر دوسری کتابوں کے حوالہ سے ان واقعات کو نکھریا گیا ہے۔ اس میں زلزلہ کے حدود
اور مدت ملوثی اور کائناتی حوادث کا بھی ذکر ہے۔ یہاں خاص زلزلہ کے متعلق واقعات کا ذکر
ملاحظہ ہوگا

● اور ۳۔ میں دُشمن میں بہایت تباہ کن دھڑکتا ہوں۔

O ۱۰۸۷ شمس معشرش ایسا تخت رفیعہ پاک ستاروں پر کا منظر بہ نادر و عجیب متھو عالم کے

○ ۲-۳ میں خراسان و بلخ میں جہاز ترقی تاکہ ان شہروں کی ایک چٹائی آبی

فہرست مضامین

○ ۱۸۲ کے بھلاک، زور میں طاقتور کا شیعہ تاجدار، اور جو کھڑے ہوئے ہیں

۱۔ فسادِ پاک ہوئے

○ ۳۳۔ میں ایک ڈاکٹر تھا، جس سے بڑے بڑے فلاحی کام ہو گئے،

اطلا کیہ کا ایک پہاڑ سمندر میں جا گرا، اور وہی منظر کی خبروں کا بانی خشک سو گیا

○ ۲۸۰ جس شام نے شیر دہلی میں ایسا ہلزلہ آیا کہ صرف غلہ مکانوں کے باہر

ایک لادھیاسی پڑا ہوا شیئ پر تھک ہوئی۔

○ ۳۳۳ میں مسٹر علی بابا خورشید کا راجہ یا جس کا بڑا قریبی گھنٹے تک چاہی ہو۔

○ ۱۵۴۶ء کے پٹارے کو چھبے سالہ میں روٹے دی گئی تھیں طافہ مے

مئے ڈیڑھ سو گاؤں و محلوں میں جس جس کے حلقہ کار کی آبادی انھوں میں تھی صرف تیس ہزار پچھتر ہزار تھی۔

● اگرچہ کہ وہ میں ہی پیدا ہوئے، مگر انہوں نے ہندوؤں کے مذہب پر اس سے بڑی بات کیا۔ انہیں

• امر آتی پاک ہوئے۔

۵۲۹ کو بغداد اور ایک معاہدے میں قرعہ میں دیں طوبان، علی اور دلازلوں

— ﴿مَرْيَمُ﴾ —

گجرات کا زلزلہ اور ہمارا فریضہ

گجرات کا زلزلہ ایک طرف ہمیں اپنے احتساب کی دعوت دیتا ہے، تو دوسری طرف ہمیں مصیبت زدہ انسانوں کی مدد اور خدمت کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ حساب کی طرف اس لئے کہ یہ اور اس طرح کی قدرتی آفتیں اللہ کے غضب کی مظہر ہوتی ہیں۔ قرآن مجید نے حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر یہ طوفان عذاب زلزلہ آنے کا ذکر کرتے ہوئے کیا ہے

کیا بستیوں والے اس بات سے مطمئن ہیں کہ ان پر عذاب عذاب
راٹوں رات آئے گا، جب وہ سوتے ہوئے ہوں، یا کہ وہ اس بات کا
دار نہیں رکھتے کہ ان پر اللہ عذاب الیں چڑھے گا، جب وہ سو
عجب میں مشغول ہوں۔ (۱۸: ۶۷)

اس آیت میں اس بات کی طرف واضح اشارہ ہے کہ عذاب الیں کے آنے سے پہلے
کے عام اوقات، یعنی وہ ہیں رات، ورنہ چھتے رات کا وقت غفلت کا عذاب ہے، اور
دن چھتے وقت ہفتوں کے لئے لہو لہب اور پیش و عشرت کا۔ پھر قرآن ہی کے بیان پر غور
کیجئے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرشتوں کے چاروں گروں نے استفسار کیا کہ کون سا
وقت ہوگا جس میں ہم اپنی عمر طریوں کا خوسنہ اور آپہاچنے حیار کے مطابق خدا کی مثال
پیش کریں گے؟ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرما دیا: **وعد کعبوم المریضۃ (عہ ۵۹)** یعنی
یہ وقت ہوگا جس میں جو کچھ دن تیرہ کے جشن و سرور کا ہے، جس میں تم جشن مناتے ہو، اسی دن
خدا کی مثال، ظاہر ہوگی، وہی ہمیں دعوہ نماں کی توجہ کو بڑھانے اور فتوشِ عبرت کو نمایاں
کرنے کی غرض سے ایسے وقت کا انتخاب کیا جاتا ہے جو اس قوم کے لئے یومِ جشن ہو۔

ابو دیکھنے کو چند سال پہلے اقوام اور عثمان آباد میں تھیں تھیں نے وہاں رات سے وقت بچاؤ کی وجہ سے، اور مظلوم ہے کہ اس عرصہ میں کتنی بے اداسی و غم کا سب سے بڑا تصور اور اجتماع کا مروج ہوتا ہے دوسری طرف کجبرات میں صبح چڑھتے ہیں یہ مظلوم یہ کہ زلزلے آؤ بوجھا ہوا ۱۵ اگست ۱۹۵۰ء کے زلزلہ کی ۶۱ سالہ ساری نگاہ عبرت و سیکھنے اور قرآن کے پس منظر میں اس واقعہ کو دیکھنے تو صاف مظلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی چاہے سے ایک پکار اور سمجھ بے جیسے استاد ایک طالب کی سرپرستی کرتا ہے تاکہ وہ دوسروں کے لئے سبق حاصل کرنے کا ذریعہ بنے اور عداوت ایک بھرم کو سر اڑاتی ہے کہ وہ دوسرے بھرم کے لئے مایہ میرت ہو جائے اسی طرح وہ بکائنات کی قوم کے کچھ لوگوں کو بچے غضب سے بچاؤ کرتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اپنی زندگی کا محاسبہ کریں اور غفلت شعاری سے باز رہیں، اگر ایسے واقعات کو لوگ محض ایک اصول اور طبعی واقعہ کہہ کر گذر جائیں تو اس سے زیادہ کوئی بات سوسائٹس ناگہم ہوگی اس سے بڑھ کر کون کون محسوس ہوگا کہ چڑھتا چلے اور وہ اپنی آنکھیں بند کر لے دیکھ کر کتنی بے اداسی اپنے کانوں میں انگلیں نہ رکھ سکے؟ اور کوئی حبیہ بھی اس کے عظمت شعاردوں کو جھیش دینے میں کامیاب نہ ہوگا؟

یہ اس حادثہ کا ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک ایسی بات بنا کر دیا ہے کہ دوسرے اسے ذلالت کی شرکت کے بغیر اس کی سرپرستی میں بھی کوئی تعلق نہیں، اور جیسے وہ خوشی میں دوسرے کا شریک ہے مصیبت میں اس سے زیادہ دوسرے کا شریک ہوتا ہے، زلزلہ آئے، یلغار آئے، جاہل گنہگار آجائے، دہائی و سرائی گھٹیں جائیں، ایسے مواقع پر ایک وقت بڑا دلی افراتفری و مصیبت اور پریشانی سے دوچار ہونے ہیں۔ یہ لگنے والے مواقع پر تواضع کی راہ و ضرورت پیش آتی ہے۔

اسلام نے ایسے حالات میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی مصیبت و غم سے اور رحمت کا بہت بھروسہ، اور مصیبت و غم انسانوں کو بچنے والے محبت میں جگہ سے، اللہ تعالیٰ سے سونپنے کے اس خصوصی وصف کا ذکر کر دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو صبر اور نرمی کی تلقین کرتے ہیں و تواضوا بالفضل و تواضوا بالمرحمۃ (سورہ اسرار شریف ۱۷)

اس بات کی طرف تبلیغ اشد و موجود ہے کہ مسلمانوں کو جس لوگوں سے یہ نہ ہو چکی ہو، اس کے متنازعہ شر بھی مہر کی اجازت اگر سے دوران کے ساتھ بھی یہ فاروہ ہدم، لی اور جہد کا ہو۔ اس میں مسلمان ہر طرح سے مسلم کی تفریق نہیں بلکہ چوں کہ غیر مسلموں سے دوستی، چنے کا کام، گانا، ریادہ تھاہاس نے تجبیہ نہیں کر اس تہ میں ان ہی حضرات کی طرف توجہ دلائے مقصود ہو۔ کیوں کہ صبر کی ضرورت ایسی ہی حق مائیں اس بھائیوں کی مست سے زیادہ ہوتی ہے۔

قرآن نے مسلمان اور غیر مسلم کا فرق کے بغیر اس بات کی نہیں کی ہے کہ حق کے دنوں میں بھوکوں کو کھانا کھایا جائے قربت و رشتہ میں گایاں رکھا جائے اور حاکم مسکن کی رعایت لی جائے (طہر ۱۶، ۱۷) تہہ لی آفات کے تہ میں کتنے ہی لوگ فاقوں سے دوچار ہوتے ہیں، بچے شکی کا دارا بنے ہیں اور کل کے دولت مند آج کے ستیں ضمیر سے میں تو ظاہر ہے کہ خدمت کی کے اس ارشاد میں یہ مصیبت زور لوگ بھی شامل ہیں تو اس میں قیدوں کو کھانا کھلائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے گا بھی حکم آیا ہے (طہر ۱۸) اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے قید میں شریکین ہوتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے مراد وہ شریکین ہیں، جو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہیں (ترمذی ۱۵۹، ۱۶۰) اس سے معلوم ہوا کہ جو غیر مسلم پہلی شکل حالات میں ہوں، ان کی ضرورت پوری کرنا بھی اجر و ثواب کا باعث ہے، چنانچہ اس لہجہ کا مصابہ چوڑی پر پادشہ ہوا کہ خود و بدر کے سو فح سے مراد وہ ہے جن قیدیوں کو مسلمانوں کے حوالہ کیا، ان کا کیا ہوا کہ مسلمان خود کو بخش بھجور کھا کر دیا ہے اور ان میں سے دھم روئی کھاتے، اور روئی کو ہاتھ بھی نہیں دگاتے، ان کے اس ایثار کی وجہ سے ہمیں حیا، محبت ہوتی تھی (میرت ابن، شام ۲، ۵۷، ۱۵۷) کی طرح اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، اور اس میں مسلمان اور غیر مسلموں کی کوئی تفریق نہیں مفسرین بھی یہی کہتے ہیں کہ اس میں مسلمان اور کافر سب شامل ہیں، اور ہر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک مستحب ہے (ترمذی ۱۸۴۵) خداوند سے رویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حاصل کیا۔ نے دریافت کیا کہ کیا کفر اس پر بھی خالق نہیں جاسکتا ہے؟ فرمایا جو آپ میں سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۲: ۲۷۳ لی ہوئی، اور مسلمانوں کو عداوت دل گئی کہ ان کی عداوت سہارہ ہے۔ مہینہ ہے وہ تیر حرج کرنا تو تم کو بھی حرج کرو گے اس کا تمہیں پورا بدلہ ملے گا، درنہار سے ساتھ کوئی حق نکلے گی جس کو (تقریر ۵۵۶۷۵)

چنانچہ کتاب کے دہان میں غیر مسلموں نے ساتھ حسن سلوک کا سامان خیال رکھا تھا تھا، ام المومنین حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ انہوں نے اپنے بھائی کو رابہ دار کے لئے ستر دکنے بکھے تھے عداوت کی بھی نہ سنیں، سب صبیحہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس خدمت میں حاضر ہوئے اور چھ گواہی دہائی، غنہ صاف ہو، حضرت ام المومنین عرض فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی کیزے کے استعمال سے منع فرمایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے پیسے کے لئے نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ اس سے کسی اور طرح کا سودا بھلا، حضرت ام المومنین نے یہ ستر اپنے ایک بھائی کو، شریک تھے اور کہ میں تقیم تھے، تھوڑے ہیچ کیا (۵۵۶۷۵ باب ہدیہ لغیر مسلمین)

اگر غیر مسلموں پر کوئی مصیبت آتی تو حاکم طور پر ان سے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتے، چنانچہ جب مکہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو حاکم نے اس وقت میں مکہ کی مسلمانوں سے عداوت اپنے شہر پر بھی، نیکی آپ نے سزا دینا کہ وہ یہاں اور مسلمانوں میں آمیزش پانچ پانچ سو روپے بھیجے، کہ وہ اسے مکہ کے ضرورت مند اور محتاج لوگوں میں تقسیم کریں، اور سوا احمد بھیجے، کہ فی سبیل سے استدلال کرتے ہوئے نام محمد کہتے ہیں کہ کار حوالہ ۷۰ لیہ مویا دمی یعنی مسلمانوں کے ساتھ اس کی صلح ہو یا نہ ہو، اس کا مالی خدشہ نہ ہے، میں ۷۰ لیہ نہیں، لایعین المسلمون یعطی کافرا حرجاً و دعیہ (درالکرام - ۳۰۵)

اس کے مصیبت کی اس گمراہی میں مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر تو یہاں تو اس کی مدد کے لئے آگے بڑھا، ہر مسلمان کا فریضہ ہے، اس سے جہاں انسانی خدمت اور انسانی بہبود کی کافرینہ راہ ہوگا وہیں برادرانہ دامن سے نہایت استوار ہوں گے، مسلمانوں کو وہیں کی ہفت کو شکوک و شبہات کی جو کچھ ہو وہ پرستوں نے برادرانہ دامن سے دونوں میں

ہوئی ہے، اس کی پہچان بھی ہوگی۔ محبت اور اعتماد کے پھول نکلیں گے، اور باطن بڑھے گا، اور
دعوت کے مواقع پیدا ہوں گے، تجارت اچھلے، جو اس وقت پرے ملک میں فرقہ پرستی
کا مرکز ہے، بھگتوں کے خلاف بیٹھی مسودے بناتے ہیں پہلے تجارت اور اثر برداشت میں
اس کا تحریر کیا جاتا ہے، ڈیوائی جی کی رقم ہاتھ آئیں گے شروع ہوئی، اور اس وقت اس
صوبہ میں کتنی ہی مسجدیں ہیں، جو لوہے کی کتوں میں ہیں، اور برادران وطن کا ان پر
فاصلہ ہے، لیکن رزل کے مواقع سے مسلمانوں کو جانوں نے جس ابتلا سے جوہر
نہ مت کا ثبوت وہ اس سے پتھر کو نکھلایا، اور ایک حد تک نفرت کی آگ کو بجھا رہا ہے یہاں
نیک کو احمد آباد میں ایک مسجد جو مسلمان غیر مسلم آبادی کے دو پہلوں میں اور مسلمان وہاں
جائزہ مار رہے ہیں، مگر تھوڑے عرصہ میں مسلمانوں نے اسے دھویا، صاف ستھرا کیا، اور
مسلمانوں کو مسجد آباد کرے گی، دعوت دی، یہ معمولی اور واقعی اظہار کا کرشمہ ہے، اگر ہم
ایسے مواقع سے فائدہ اٹھاتے اور مسلمانوں کے فلاح کا کام کرتے ہوئے اپنے غیر مسلم بھائیوں
سے تعلقات متواتر کریں، اور انسانیت کی خوشی کے رشتہ کو بن پر واضح کریں تو ہندوستان جیسے
ملک میں حکومت دین کے وسیع مواقع بھی پیدا ہو سکتے ہیں، اور غربت کا جو آتش فشاں یہاں
لگا ہوا ہے، ہم محنت کی شین سے اسے بجھا بھی سکتے ہیں؟

اپنی عیال کو آگ سے بچائیے!

انسان پر جیسے دوسروں کے حقوق ہیں، اسی طرح اس پر خود اپنی ذمت کا پاب ہے۔ کچھ اور اپنے عزیزوں کا بھی حق ہے، بلکہ یہ حق نسبتاً زیادہ اہم اور کامل توجہ ہے اور آخرت میں اس کے مارے تک جواب دہ بھی رہے۔ اور عداوت پر اس کی دانت کے بعد اس کے اہل و عیال کے کیا حقوق ہیں اور اپنے زیر پرورش لوگوں کے تئیں اس پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں؟ قرآنی وحدیث میں جا بجا اس کا ذکر ہے۔ یہ حقوق انسان کی باطنی ضروریات سے متعلق بھی ہیں اور اس کی دینی اور اخروی حاجات سے متعلق بھی اور یقیناً اس کی دینی حاجات سے متعلق حقوق ساء ہم ہیں۔ کیوں کہ ہر ضرورتوں کا تعلق تو ایسے مستقبل سے ہے جو چند سالہ ہے اور جس کی انتہاء قبر کی منزل پر ہو جاتی ہے لیکن دینی اور اخروی ضرورتیں ایسے مستقبل سے متعلق ہیں جن کی کوئی مہارت نہیں، اس لئے ایک صاحب ایمان جو آخرت میں جواب دہی کا احساس رکھتا ہو اور جس دنیا پر یقین نہ رہے، یقیناً اس وسیع اور غمزدہ عالم سے اپنے مستقبل سے بے پروا نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید سے انسان کو اسی کی طرف توجہ کرتے ہوئے متنبہ کیا ہے، کہ اپنے ”سب کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ“ ﴿لَقَدْ أَوْفَقْنَاكُمْ زَوْجَيْنِ فَلْيُكْمِلُوا﴾ (نور مجید ۶) یہ آگ سے بچانا کیونکر ہوگا؟ ایمان کو مکمل حاصل کے درجہ ایمان کیا ہے؟ قرآن وحدیث میں جن جن باتوں کا ذکر آیا ہے، ان سب کو، خاص کر بے کم و کاست اس کا یقین کرنا ایمان صریحہً کلہ پڑھینے کا نام نہیں، اگر ایک شخص اپنی زبان سے خود میر کا قہر کرنا، اور قرآن کے کسی علم کا انکار بھی، رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتا ہو، لیکن ”سب کو“ کی کسی سخت کاہت ادا نہ کرنے سے بھی گریز نہ کرتا ہو، آپ کو بھی، نہ ہو لیکن آپ ﷺ کے بعد

کہ وہی سقے کے قابل ہو تو چلیں وہ صاحب ایمان محسن ہوتا ہے جس کی نجات میر
 و دوسرے کے لیے ہے۔ ایمان کا مسئلہ بہت نادرک ہے، اچھے لوگوں کی دعا میں
 خیر و نفع اور خیر و عافیت کی دعا، تمیں جو چاہا ہے وہ اسے دوست ایمان سے کروا کر دیتی
 میں ہر اسے جبر علیہ نہیں ہوتی ظاہر ہے کہ اسے دوست خدا ان بھروسے سے بچنے کے لیے ایک
 کی دعا سے اور وہ ہے علم سے زیادہ آیت اور احکام پر اسے دلائل ہوتے ہیں۔ بے علمی و دعا
 آئی و جہالت و دعا کی بات کو دیکھ کر سہارے والی ہے بلکہ اس کی سہرت پر دل
 دیتی ہے

مگر بے بچنے کے سے وہی نہ وہی چن عمل صالح سے عمل صالح سے عمل
 اچھے کام کے ہیں کوئی کام اس وقت سلام کی نفاذ میں نہ آئے گا جب تک کہ اس میں
 اس میں پائی جائے۔ اول وہ قصہ کہ انہی کے مطابق ہو، و اس عمل و عمل سے
 کے طریقہ پر اس کا دیا جائے۔ نیز اسے اس کا مقصد اس کی حوصلہ دینا اور خدا کا عمل کرنا
 ہو شہرت و نام و مادی و عہدہ و مال و تہی علمی حصول ہونا کر۔ تیسرے میں جمع ہوں تو وہ عمل
 صالح ہے اور اس میں سے کوئی ایک یا سب بھی۔ پائی جائے تو وہ عمل صالح نہیں۔ حاسر سے
 کہ عمل صالح کو چاہئے اور اس کو اختیار کرے کے لئے قہر مقدم پر مبنی ضرورت ہے بقایہ
 وضو اور نماز کی کو کوئی بچنے کے اس سے متعلق کتنے مسائل و احکام ہیں؟ انسان بخدا
 ہر چاہے اور اپنی پوری عمر بیکار کرے پھر بھی اس مسائل کا احاطہ نہیں کر پاتا شکر کریں کہ خدا
 دیتا ہے، اہل علم سے استفادہ کرنا چاہئے۔ بعد خدا اسی سے علم بھی آپ اس سے سے رجوع
 کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، اللہ کا ایک سہارا ہے جو اس کی اعمال میں مدد دے اور اسے
 سے عبادت ہے۔

غرض اس میں سے اپنے آپ کو اور اپنے مال پر کچھ غرت کی آگ سے بچائے اور
 بہنم کی عقل سے محفوظ رکھنے کا وعدہ اسے ایمان اور عمل صالح بجا اور ایمان ہو یا عمل صالح،
 جب تک کہ اس کا علم ہو یا دعا مشرعیّت سے آگئی نہ ہو کتاب و سنت سے اقلیت اور نیک
 فہم ہو حاصل ہیں ہو سک اور ایمان و عمل کا حق چاہے وہ آگئی کے ساتھ اور انہیں کیا ہو سکتا

[illegible]

اس نئے یقیناً قرآن مجید نے آپ کو جو اپنے اہل بیت و جوار کو گم سے بچانے کا حکم دے کر بالواسطہ ہمیں طرف توجہ کیا ہے۔ ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے، اور اسے سرکار کی انکم قسٹیم میں تیزاوی کے بعد ہی سے ہندو مذہب کی چھاپہ ڈالنے کی کوشش دینی سے، نکلنا بڑی کوشش ہے۔ اس اور تیز رفتار ہے، مسلمان بچوں کو شکر کا۔ مگر اسے مانوس کیا جاوے۔ بے سوچوں اور بے جاؤں کا تقدس اس سے فوہوں میں بٹھایا جاتا ہے، یہود و روموں کی عظمت اس کے کلوب میں راسخ کی جاتی ہے، مسلمانوں کی تاریخ کو انھوں اور لٹیروں کی تاریخ کی شبیہ سے پیش کیا جاتا ہے، کہ مسلمان بچے اس کا کٹری میں دھکا دیں، یہاں تک کہ خیر ہمسام اسلام کی سیرت و مبارک اور مسلمان کے قرب اہل کی تاریخ کو بھی مسخ کر کے پیش کیا جاتا ہے، تاکہ خیر اسلام دھکا دیں اور آپ دھکا کے رفتہ کی عظمت کی نسل کے دل سے نکل جائے۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کی نفس کے لئے کوئی تعمیراتی و حیرت پہنچے سے نہیں بڑھ گئی ہے۔

دفعہ تعلیم کا ایک درجہ تو ضرور یا متقدمین کی تعلیم کا ہے۔ یہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، اور اسے جو بیچ عسری رو لگا ہوں ہیں۔ ہر تعلیم جیسے کہ نئے ہی قوانین مجید کا

آخر یہ نظر ہے۔ پھر مقرر کا نقطہ رسول خدا ﷺ کی یہ بات ضروری تھی مسائل اور جواب دہوں کے مختلف احوال سے متعلق جواب دہوں کا حقوق ہیں۔ ان کا کام دوسرے مسائل پر لکھنے کے سرور کی ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ضروری ہوئی کہ اس کو کام کی اور مسلمانوں کی جان بھی پریشان نہ کرے۔ تا کہ وہ مسائل اور جواب دہوں کی طرف سے اور علمی مغربی مکتبی دہراں سے مراد خود مشنوں کے اہل علم جو عمر اہل کتب کے ہیں ان سے جواب دہوں کی یہ مسائل فرج کے ساتھ نقطہ فہمیں اور پر پختہ دہوں کے کام کو سمجھ رہے ہیں۔

عندہ میں حاصل کرے گا اور اور نہ ہے۔ مت میں کچھ کتب قرآن و حدیث کو
تفصیل کے ساتھ لکھیں گے۔ بہت سی کتابیں لکھیں گے جو عوام کی پرورش و ترقی کے لئے

[illegible]

۴۔ دنیا سے مستغفار رہے اور اپنے سونچنے لپکے کہ۔ کلمہ ۴ تاں علم و فہم عربی اور

[illegible]

قتلِ مہر اس کے کہ آخر علم میں کی طرف جانے سے اونچے طبقہ کی توجہ کیوں ہوگی
 سے؟ یہاں تک کہ ہر شخص کو اس بات کا احساس ہے کہ جو ہے، وہی عظیم حاصل کرتے ہیں
 ان کی تہذیب و دانشمندی اور ان میں کیا نوعیت کی چیزیں ہیں۔ اس تہذیب و دانش کے پائے سے
 ہر شخص میں سکون، سکھ، اور پس مندی کی حالت اور اپنے حقائق کے پیش جواب دہی کے
 مسائل کا غور و فکر ہے۔ اس کے لیے اس کے لیے باوجود تمام کاپی شعور و لوگوں سے
 و تحقیقات کے محروم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ دین اور محمد بن علی خدمت میں
 مسئول ہیں ان کے پاس ہادی و سالک نہیں ہیں، ان کو محض غواہی پر اکتفا کرنے پڑتا ہے یہی
 ایک بات ہے جس سے مادہ پرست، پان، اور جبر و فکر کے حامیوں کو علم، میں کی طرف
 سے سکھ کا جواب دہ رکھتا ہے کہ ان کے پاس کاشمیری کیا ہوگا، وہ کہیں تھیں گے؟

اللہ کی حمد میں ہے؟

اس سلسلہ میں مسلمان ماننے کے لئے دو باتوں میں کامل توجہ ہے۔ اول یہ کہ ہم مسلمانوں کا معاشرہ اپنے دینی تہذیب کے لئے ایک ایسے طبقہ کی صحیح طریقہ پر کثرت نہیں کر سکتا جن کی تعداد پہ مشکل ایک فی چار ہوگی۔ اگر مسلمان ایسا دوسری ضرورت کی طرح دینی خدمت گزاروں کو بھی ایسے سے ایک ضرورت بنا کر دیں اور فراخ جوشی کے ساتھ ان کے تعاون کے لیے ہاتھ بڑھائیں اور جہاں تک ممکن ہو ان کو کم سے کم معاشی اعتبار سے اس بات کی بنیادیں کھدواتر طریقہ پر مانج میں اپنی زندگی بسر کر سکیں، ہر یقیناً اس علم سے بے متناہی اور بے حدستی کا یہ کیفیت باقی نہیں رہے گی۔ وہ یہ کہ کوشاں نہیں ہے بعض دوقومیں جو باطل فکر و نظر کی حامل ہیں وہ اپنے مذہب اور مذہبی شہمیوں کے لئے کئی مدنی کاموں پر فصد وقف کی ہوئی ہیں، مسلمان بھی بڑی قوم ہے کہ گروہ بندی میں دین کے خدمت گزاروں کے لیے ایک ملی صندوق نصف فی صد بھی جمع مقرر کر لیں تو ان کے ایک سو گنا نفع ملے اور دینی کام کر کے والے بہتر حالات میں پائی۔ مذہبی گفہ و ستے میں اور بعض اوقات عورت و احتیاج کی وجہ سے کسی طبقہ میں خود کفالت اور بے بسی کی بعض پائش پیش آتی ہیں، ان کی فہمت بھی نہ رہے گی کاش مسلمان اس پہلو سے غور کریں، کہ نہ کہیں دین کے وفادار کو ہنہ کر، ورنہ اصل خود دینی کے فخر کو بلند کرنا ہے۔

دوسری ضرورت یہ ہے کہ آج کی دنیا میں معیشت کا مہم سے کچھ زیادہ دور باسی ہے، ہمارے ہاں شہر میں کتنے لوگ ہیں جو نشان اسلام کا سچا لگاتے ہیں، لیکن دینی تعلیم یا نہ لوگ ان کے ملازم ہیں اور دوست ان کے قدموں میں تار ہے، کتنے انجینیر، بیکار ہیں، اور کتنے انٹرنیٹ بے روزگار ہیں اور کتنے قلعوں کی عمارتوں میں خاک چھڑتے نظر آتے ہیں، ہمارے ہاں کتنے بے روزگار ہیں اور کتنے غلام بن کر یہ نقص ظہور میں حاصل کر رہے ہیں جو ہمارے ملک اور دوسرے ظلم حاصل کر رہے ہیں، اس لئے ہمیں "میں" سے نکلیں گے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ روزانہ ہر روز دنیا میں چاہیں تو چاہیں لکھے لوگوں کو غلام بنائیں، چاہیں تو چاہیں ہمارے ہاں ایک نظر یہ بھی بلکہ غور اور توجہ سے ملاحظہ ہے

کہ لوگ اللہ کے دین کے کام میں مشغول ہیں اللہ ان کو صاف نہیں کرنا اور میرے پاس
 کی شکایت کا رد سامان کو کہتا ہے۔ خدا کی مشیت وہی ہے جو حق تعالیٰ کی مشیت
 ہیں جو وحی پر مشتمل ہیں۔ اس سے طریقہ پہلے مشورہ بات چیت کرتے ہیں اور یہی ہے
 سامنے سے سب سے پہلے پہل سے پہنچا رہا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے وہی ہے جو
 محبت اس طرح اور بھی ہے کہ کئی مواقع پر یہ کہے سے اور طبع اثر ہو وہ لوگوں کی
 توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں۔ ان لیے جو وہ سب سے پہلے پہنچا رہا ہے کہ مسلمانوں میں اللہ کی
 وحدت کا یقین بھی نہ ہو اور تو یہ کہیں کھینچا رہا ہے۔ یہ سب دیکھا ہے؟

یہی ہندوستان کے موجودہ حالات میں اور عالمی حالات کے مجسمہ نظر میں بہت
 ضروری ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کی اہمیت کی طرف متوجہ ہوں۔ آج ہمارے ملک میں
 ہمارے اعلیٰ تعلیم کے خلاف فوری خطرہ ہے۔ تعلیمی حادی ہیں، یہی سب پر بھی ان کو بیدار کرنا
 اہمیت ضروری کا سر کر قرار دیا جا رہا ہے۔ یہ سب ان لوگوں کی زبان ہے کہ مسلمانوں سے جس کی
 بدولت ظاہر دیا پر ہے۔ امداد اسلام کا یہ سب سے پہلے ہے۔ جو لوگ حق و انصاف کے
 قائل ہیں وہ تو خدا کی وحدت کو سمجھیں کہ جو لوگ صاحب ایمان اور اسلام کے نام لیا
 ہیں وہ ان میں سے کئی حق رکھتے اور ان کی بات میں خدا کی توفیق کی اہمیت کو نہیں سمجھیں۔ اس
 مسئلہ پر زیادہ غور کیا جائے؟

اولاد کی فکر کیجئے!

انبیاء و مرسلین میں آپ کا نام ترین مہتمی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے۔ مسلمان۔
عیسائی اور یہودی گویا دنیا کی آبادی کا قریباً تریب تین چوتھائی حصہ آپ کی عکس پر متعلق
ہے۔ اور آپ کی امت پر ایمان رکھتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام صرف خود ہی تھے۔ بلکہ
ایمانیاء تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام
تھے۔ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے۔
پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹا بن گئے جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند تھے۔
یعنی حضرت یعقوب جن کے آپا۔ ابراہیم و تین پشت سے پیغمبر تھے۔ اور آئندہ بھی بنی
اسرائیل کے تمام انبیاء آپ ہی کی نسل میں پیدا ہوئے قرآن مجید نے ان کی وفات کا
واقعہ ذکر کیا ہے۔ جو اس طرح ہے

”کیا تم میں وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت آئی؟ جب
اس نے اپنے بیٹوں سے دریافت کیا تم میرے بعد کس کی عبادت
کرو گے؟ ان لوگوں نے جواب دیا ہم آپ کے رب اور آپ کے باپ
والہ ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کے رب کی۔ جو ایک
ہی معبود ہے۔ کی عبادت کریں گے، اور اسی کے فرماں بردار ہو کر
ہیں گے۔ یہ کچھ لوگ تھے جو گمراہ تھے، ان کے لئے ان کے اعمال ہیں،
اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، اور تمہارے لئے ان کے اعمال کے بارے
میں کوئی پوچھنا نہیں ہوگی۔ (انجیل ۲۲: ۷)

یہ آیت بظاہر حجت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام ہمیں شخصیت بن

کے یہاں چار بیٹوں سے بہت چلی دوستی تھی، جس کی اولاد میں بھی یہ تھے، اور آئندہ
 مسلمان ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے بہت سے انبیاء کو پوچھا تھا مایا شخص اپنی موت کے
 وقت اس بارے میں غور کیا ہے کہ وہ خود بہت کے چشم و چراغ میں کی پرستی کریں گے؟
 جب اس کے بیٹے اطمینان دلاتے ہیں کہ وہ توحید پر عمل کریں گے اور خدا کی اطاعت فرمائیں
 برادری کے دین پر قائم رہیں گے تو اب ان کو اطمینان ہوتا ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔
 اس میں مسلمانوں کے لئے حیرت و مبہوت کا سامان ہے، مگر ایک صاحب ایمان کو بھی
 یہی چاہی ہوگی کہ اپنی نیت کے بارے میں غافل نہ ہونا چاہئے۔ جیسے ایک شخص چاہتا
 ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ تجارت بھرت کر جائے، جیسے ایک کارخانہ دہی
 خود دیکھ رہا ہو کہ اس کے بچے صنعت کے میدان میں ترقی کریں۔ جیسے ایک ملازم نہ متنا
 ہوتی ہے کہ اس کے بچے اپنی سے اپنی سرکاری عہدے پر فائز ہوں، بلکہ انسان کا بس چلے
 خود آئندہ کے لئے سات بیٹوں کی معیشت کا انتظام کر جائے، ایک ہی طرح ایک اس
 سے بہت بڑا کر ایک مسلمان کو اپنی اولاد کے بارے میں غور کرنا چاہئے کہ ایمان اور
 عمل صالح کے حوالے سے اس کی اولاد صحیح راہ پر گامزن ہو۔ اور وہ خدا کی پرستار ہو اس کی
 فرمانبرداری ہو۔

اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ کتنا بھی دین دار خاندان ہو، کتنا بھی
 میں ملازم اور حفاظت دین کی دولت و شہادت کا کام کرنے والے لوگ ہوں، اسلامی
 شعور رکھتے ہوں، لیکن اپنی اولاد کی طرف سے مطمئن نہ ہیں، اور یہ سمجھیں کہ یہ بیٹے
 ان پر قائم رہیں گے، انہیں کتنا ہیاد سے چاہئے کہ ان کے خاوند اور کون ہو سکتا ہے؟ لیکن
 اس کے باوجود انبیاء اپنے خاندان اور ان کے عہد کے بارے میں بھی بے فکر نہیں رہے۔
 خود پیغمبر اسلام بھی اپنی پھر بھی اپنی اولاد کی خاطر دیکھ کر فرماتے کہ آخرت سے
 پیسے بچے کرنا، نہ مجھ سے قرابت بھی تم کو کام نہیں دے گی۔ اسی لئے قرآن مجید نے
 حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد مشورہ فرمایا ہے کہ ان کے اہل
 اس کے ساتھ رکھئے، اور تم بھی گواہی دینا کہ تم سے دور نہیں تمہارے بارے میں ایسا

تہار سے اعلیٰ کے مطابق ہوگا

یہ ہوگا۔ نہ اور ختم پر ایمان نہیں رکھتے، جن کا بعض میں ذات ہے کہ بھی
یا آخری دیا ہے وہ نہ کہ بچے ہائے بچوں کے لئے صرف، بلکہ اساتذہ اور علم و زکی نگہ
نہیں، تو مقصد حسبِ محسوس کہ ان کے ہر ایک قول و فعل میں اس کے لئے کوئی منزل ہی
نہیں، لیکن اگر مسلمان میں بھی ایسا ہو، تو یہ ایسا ہی ہوگا کہ جیسے کوئی مسافر
اس کو اپنی منزل سمجھے، لگے، بندہ وہاں کے، جو وہ حالات میں اس وقت ہر دو گوں کا
حال کچھ ایسا ہی ہے جو رہا ہے، یہیں میں تو عمری میں مشرقی اطواروں کے طور پر
چلے، دوسرے اسکولوں کے حوالے کر، گئے ہیں، یہاں جو امور سے، دنیا سے
بالکل بے بہرہ اور اپنی تاریخ سے قطع ہو، قہر ہوئے ہیں، حرج و مضحکہ۔ ہے کہ یہ
ہواری زبان سے بھی گنت جاسے ہیں۔ مسلمان علوم کا بہت بڑا سرمایہ اور وہاں میں
ہے، اس پر سے سرمایہ سے ان کا وقت نوٹ کر دیا جاتا ہے، گھر میں دین کا ماحول پیچھے
کے نہیں آتی، وہی نے صورت حال اتنی غراپ کر لی ہے کہ لفظ ان کو بچوں کرے سے
ظاہر ہیں، جس حالت میں آپ بیویوں کو ہمیشہ کر سکتے ہیں کہ آپ کی کتاب کے
بعد چلو، یہاں اہمیت کو سمجھتے ہیں، آپ کی کتاب میں وہاں گراہنہ نظریات
ان کا ہونا، نہ جانتے ہیں

اس لئے موجود حالات میں۔ ذات ضروری ہوئی ہے کہ مسلمان مباحثہ دینی
حکم کا آپ آزاد۔ خدا کا نام کرے، اور اس حکم کو جو میل بنائیں اس مسئلہ میں ہجرت
کا سارا ایک نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے، جہاں بہت سی حکم بیا دیا، اپنی کتاب کا حکم
قائم ہے، لیکن کافروں مغربیہ فریہ کتب کے چال بچھے ہوئے ہیں، اس کا نتیجہ اس وقت تعلیم
ایسے ہوتے ہیں کہ سرکاری اسکولوں میں اس کے بچے یا تو اسکول جاسے سے پہلے
حب میں وقت لگائیں، یا سکول سے واپسی کے بعد، مکتب کی تعلیم مانع میں ایک
زنی میں بھی جاتی ہے، یہی حکم پورے ہندوستان میں مسلمانوں کو نہا ہوا تاکہ
ہمارا اولیٰ پد بنیادی، اپنی تعلیم سے نا آشنا رہے، اس لئے اسے اندرونی نے سمجھا، اس کی

صورت میں ہمیں ایسا مرکز دیا ہے جس سے بہتر کوئی اور مرکز نہیں ہو سکتا، یہی سچہ مدرسہ ہے وہاں جو اہل سود نہیں اور سچہ کے تمام ہیں، جو مدرسہ مطہر ہیں مگر ہر سچہ میں مباحی اور مسائلِ تعلیم کا ایک مستحکم نظام قائم کر لی، انہوں نے ایک ایسا کورس مرتب کر لیا جس میں ناظرہ قرآن اور اذکارِ اذعیہ کے علاوہ دینی اور دنیوی سیرت، جہاد اور اسلامی تاریخ کی بھی مناسب تعلیم ہو جائے اور بچوں کی فکری تربیت بھی ہو اور وہ شعوری طور پر اسلام کو سمجھ سکیں۔ تو یہ بہت بڑا کام ہو گا اور اس طرح ہم نے دینی نسل کی حفاظت کر لیں گے۔

اس کے علاوہ یہ رہنہ گزائی تعلیمات کا ہے جس میں ذہنیہ ماہر اس سے زیادہ طلبہ کو خدمتِ ملی ہے، ۱۹۵۵ء میں کاغذ کو حصر کر نہیں ہے، مگر ہم ملی لاقات کا صحیح استعمال کریں تو اس تعلیم سے بھی بڑا کام لیا جاسکتا ہے۔ اس میں نڈل اسکول، پبلی اسکول اور کالج کی سطح کے طلباء کے لئے اسلامیات کا علاحدہ علاحدہ مختصر کورس ترتیب دینا چاہئے۔ جس میں ناظرہ قرآن مجید، کچھ سورتوں کا حفظ، سیرت نبوی، اسلامی تاریخ، فقہ اسلامی وغیرہ موضوعات پر سہاق دیئے جائیں، تعارفِ سلام خطبات کا نظم کیا جائے اور ان کو خلائی تعلیمات سے بھی حریں کیا جائے ماسک گر مائی اورنگ کا قیام وقت کی ہم ترین ضرورت ہے، کچھ اور سے اس سلسلہ میں کوشش کر رہے ہیں، لیکن صورتِ حال سے بہت زیادہ کی ہے، اور جہاں کہیں گرنی کلاس قائم کئے جا رہے ہیں، گوہ کوئی کار جو حاصل افزا ہے، لیکن اتنا نہیں جتنا چاہا ہے۔

اس کے علاوہ توجہ انوں کو اس موقع سے ناکہ اٹھانے ہوئے تعلیمی جماعت کے ساتھ وقت لگانا چاہئے اور سرپرستوں کو اس سلسلہ میں اچھے بچوں کو بھیجا جانا چاہئے۔ کیوں کہ جب انسان اپنے ماحول سے بہرہ رکھتا ہے اور کسی چیز کو حاصل کرنے میں یکسو ہو جاتا ہے تو کم وقت میں بھی زیادہ کچھ حاصل کر سکتا ہے۔ توجہ ان طلبہ کو اسلام سے قریب کرنے اور موجودہ مسوئہ ماحول سے بچنے کے لئے اور علمی وسائنسی احتیاد کئے جاسکتے ہیں۔

مذہبستان کے مسیود و مخالف شر و فساد، تمام طاقتیں و بی طرفت ائمہ و بزرگواروں کی کھلی سلس واپی فکر اور اپنی تہذیب کے ساتھ جذبہ نر میں و دین و دنیا کی فکری میرٹ سے محروم کر دیں۔ ان حضرات تین ائمہ سے عقیدہ ہے، حوری، نہ افراموشی، وود فرمودی سے کام لیا تو امر میں یہ کہ خدا کو اسے ہماری فکری اور ملی، جو ایک تھ پانچ - ن حاسے انکا مانعہ فکر کے پھوٹوں سے نور حق بھارت چاہئے گا، لیکن ضرور ہے کہ ہم اس کے لئے فاعلوں میں سرمدہ میں اور اس حقیقت کو سمجھیں کہ جو صحت ایمان ہمیں حاصل ہے وہی ہم ہمتوں سے رہ کر ہے اور ہمیں اس ممانت کو اپنی اگلی نسلوں تک پوری ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ پہنچانا ہے!!

(۱۳۹۵ء تا ۲۰۰۰ء)

باجاؤں کے ساتھ پڑھو گے، تم کو دو تھی سے سرسبب خوش، تم کو کھانا تیار کیا جسے تمھیں
 کھانا تا صابرا سے بے غلام تحیم کے گھر جہیز سے دور گیر سے چھپا کر حضر۔ عمر
 کی خدمت میں بھیجا تحیم آئے حضرت عمرؓ۔ سندیا سے فرمایا کیا نے جو سارا چاہی؟
 پھر حضرت عمرؓ کی طرف سے سناں بڑیا گیا، باپ سٹوٹ نے چھاپا، فرما کر کہ وہ وہ
 حسبی خود پر غلام ہو معلوم ہو گئے "نہ ہذا لطلبہ انور" پھر وہ بخت فرما، کہ تمام ہی
 مہاجرین نے اس سے سودہ کو کرکھیا ہے؟ تحیم نے عرض کی نہیں۔ یہ تو قبیلے سے خالص سودہ
 پر آپ سے لئے خواہات۔ عام طور پر ایسی خوشنما۔ باتیں فرما باپ اقتدار اور اس کتاب
 اختیار کو باغ مانع کر دیتی ہیں، دوران نے دل میں ایسے کادکتوں کی عزت بردار جاتی ہے
 لیکن حضرت عمرؓ کو یہ بات، فکر پسند نہ آئی آپ سچے غلام کو ایک حصہ کھرا کا
 لکھا کہ جو یہ۔ اہل کادس سے، یہ سیر کی تحت کا ہے اور۔ یہی مال اور سے آپ نے
 تحت کا ہے، "لیس من کھلا ولا من کھلا ولا من کھلا بیٹ" "پھر عمرؓ
 فرما کہ میں اپنی کھلاؤں کا جس کو ہم مسلمان سودہ کو کرکھیا میں۔ (تاریخ سلط - ۴۲)

[illegible]

انسان دوسرے انسان میں سمجھنا سیکھنا — — — — —
 یا خود اپنے آپ کو انسان سے بڑھ کر کوئی وہ تحقیق خیال کرے جسے تو — — — — —
 غم کی چوٹ اپنے لیے محسوس نہیں کر سکتا۔ سچے چنے انسان کے حق پر میرے متوہن اور

سالِ نوساعتِ سرمستی یا وقتِ احتساب؟

اے کمالہ توحق سے ہو بہت سی عفتیں علمائے ربانی میں اس میں ایک اہم ترین وقت "قت" ہے وقت کی اہمیت کا مدار اس سے لگایا گیا ہے کہ عباد اللہ توی نے قرآن مجید میں وقت کی قسم کھائی ہے۔ اور ایک مسئلہ سورت "العصر" کے نام سے : اے نبیؐ ہے۔ "عصر" کے معنی ہی رات و وقت کے ہیں۔ پھر دن و رات کے مختلف مواقع ہیں، جن کے لئے کتب اہلہ افشاء استعمال کئے جاتے ہیں جیسے دن و رات، صبح و شام، نکلنے کا وقت و درجہ و چاندی قرآن میں اللہ تعالیٰ سے رات کی (نفل) دن کی (واجبہ) صبح کی (واجبہ) جمعہ کی (واجبہ) اور سورج پڑھتے ہوئے دن کے وقت کی (نفل) (یعنی) تسبیح کھائی ہیں، مگر ان میں سب کسی چیز کی قسم کھائی جائے تو یہ اس چیز کی اہمیت کا عکاس تصور ہوتا ہے۔ اس طرح قرآن مجید سے بہار و وقت کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

پھر غور کیجئے کہ اکثر مہار میں وقت ہی سے متعلق ہیں و مہار ہنگامہ جو اہل رین عبادت ہے اس کا ایسا وقت ہے جو اہل رست و بار رست ہو یا اور مستحب و مکروہ عبادت و وقت سے ساتھ مربوط ہے و مردہ کی اہمیت و نجات و اہمیت سے اس وجہ متعلق ہے کہ اس میں دو چار دست کی بھی کی رہا ولی نہیں ہو سکتی ہیں بلکہ دوسری عبادتوں کا بھی ہے

وقت کی اہمیت کیوں نہ ہو کیوں کہ انسان کی نیکیاں و برائیوں اور ثواب و عذاب سب کا تحقق وقت کے صحیح اور غلط استعمال سے ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عبادت کے دو حصے ہیں ایک لوگ پہنچے ہوں گے جو سب نہیں دے دیں گے ان کو گنہگار قرار دیا جائے گا اور دوسرے لوگ پہنچے ہوں گے جن میں سے کسی کا عبادت میں کمی ہوگی۔ ایک کہ انہوں نے اپنی عمر کسی کام میں نہ صرف عمر

لیجیاد لکھا دوسرے اپنی جوائی کس کام میں صرف کی۔ جس صاحبہ لکھا، ابلا، نیر۔
 ہاں کس دویہ سے لکھا اور یہ کسے نہ وہیں خرق لیا۔ پانچویں یہ کہ اس نے جو کچھ لکھا
 اس پر سنا عمل کیا اور وہی ۲۰۰۰ اس سے معلوم ہو گیا اثرات کا سوا حاصل میں وقت تو
 کے حساب و کتاب سے متعلق نہ۔ اور دیا میں تو ہر شخص دن و ات اس کا تجربہ کر رہا
 ہے کہ وقت کی قدر کی انسانی کو جس قدر نقصان پہنچتی ہے، اور وقت کی قدر والی سے
 کس قدر نیک کامیاب ہوا کرتی ہے اس لئے اس کے ایک شاعر نے خوب کہا ہے

قدر گندہ نہایت تو کھئے صد کی گئی

اب چند باتوں میں ۲-۳ کا ذکر ہونے والا ہے۔ ۳۔ دوسرے کے بعد آئے والی
 رست کو جس میں گزری کا ناچار رہ جائے کو پیچھے کا، تو یہ صرف A.M اور P.M کی ہی تدبیر لی
 کس ہوگی بلکہ یہ ایک سال کی تبدیلی ہوگی بلکہ ایک نئے ٹینڈر کو وجود میں لانے کی دیا
 میں وہ اصل ہمیں دو باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ ۱۔ طبی کا حساب۔ اور ۲۔ آئندہ کا
 پروگرام۔ انسان کے لئے سب سے آپ کا ہی سہ ضروری ہے، یہ کام سہ ہر پہلو ہوتا ہے۔
 مگر یہ بھی ضروری ہے، مگر آپ کا جہز میں تو اپنی خودت کا جائزہ لیں کہ اس
 میں آپ نے کیا کچھ کرتی کی ہے؟ اگر نہیں کی ہے یا پیچھے ہے تو اس کے کیا اسباب
 ہیں؟ کہیں اس میں آپ کی کوئی کوتاہی نظر نہیں ہے؟ اگر آپ کسی نہ کاغذ یا غیر سرکاری
 اداروں میں ملازم ہیں تو خود کریں کہ آپ اس میں جو بہتر پوزیشن حاصل کر سکتے تھے یا
 اپنی اصلاح داری اور بہتر کارکردگی کے ذریعہ جو کام آپ کا پورا ہو سکتا تھا آپ نے کس حد
 تک اسے حاصل کیا ہے؟ اسی طرح ہر شعبہ زندگی میں اس اپنی کامیابی و ناکامی اور پیش
 قدمی، پس رفتاری کا جائزہ لیں چاہیے۔

شبان کا کسی چیز میں پیچھے ہو جانے کی بات نہیں نئی بات یہ ہے کہ اسباب کسی
 میں جتنا ہو جائے۔ وہ کام ہو اور اپنی ناکامی کے اسباب پر غور نہ کرے اس کے قدم
 پیچھے نہیں۔ وہ فکر مندی کی کوئی چنگاری اس کے دل و دماغ میں تھپے۔ پڑے وہ جھوٹ
 کھائے لیکن جو کس کے لئے ہمیز نہ ہے، جو شخص اپنے نقصان کا جائزہ لیتا ہے، اپنی

کتابیہ زندگی پر غور کرتے ہوئے اپنی کمیوں اور کوتاہیوں کو محسوس کرتا ہے، وہ حق پر کھڑا ہوتا اور اپنی منزل کی طرف دوںوں والی ہوتا ہے۔ جس میں اپنے احتساب اور اپنی کمزوریوں کے استراقِ کی علامت ہی۔ یہ وہ دیکھی جی منزل کو نہیں بنا سکتا

جیسے نیکی، عبادت سے اپنا حساب صراحت ہے، فی طریحِ دین، اخلاق اور حال و کردار کے اعتبار سے بھی احتساب ضروری ہے اپنی عبادت پر نگاہ دوڑائیں، اگر یہ مقابلہ گزشتہ سال کے اس میں اس میں کچھ اضافہ ہوا ہے یا نہیں؟ اپنے معاملات کو دیکھیں کہ جتنی دھرم اور مسرت و کرمات کے چراغ کا شریعت میں ہیں، ان میں ہم سے کوتاہی تو نہیں؟ اور ان سے مدعا کی کر اپنے اخلاق و سلوک کا جائزہ لیتا چاہئے، اولاد میں کے ساتھ، شوہر، بیوی کے ساتھ، اولاد کے ساتھ، رشتہ داروں اور خاص کر عرب و شرفداروں کے ساتھ، خاندان کی بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کے ساتھ، مسکینوں اور میر مسلمہ، یتیم خانوں اور کاہنوں، وفات کے وقت کے ساتھ، کارا کیا سلوک ہے؟ ہم ان کے لئے بھول جیا، رکائے، وہ ہم سے راحت و سکون محسوس کرتے ہیں یا خوف و ہشت؟ ہم بے انہیں محبت کی سوغات دی ہے یا نفرت و عداوت کا قند؟ غرض، ہمیں اپنی زندگی کے ایک ایک عمل کا جائزہ لینا چاہئے، اور خود اپنے حساب کرنا چاہئے کیوں کہ اسان دوسرے انسانوں کی نگاہ سے اپنی کوتاہیوں کو چھپا سکتا ہے، لیکن اپنے آپ سے نہیں چھپا سکتا، اسی لئے دوسرے ہتھ دھکے دینے اور ٹٹا فرمایا کر اس سے پہلے کہ تمہارا حساب کیا جائے، خود اپنا حساب کر۔ حاسبوا انفسکم قبل ان محاسبوا

(کنز العمال، حدیث نمبر ۴۴۰۳)

پھر اس حساب، آپ اپنے جائزہ اور خود حساب کی روشنی میں آنکھ سال کا نظام بنانا چاہئے، کیا ہجر کا ماہ اس نے کئے ہیں، جسے برقرار رکھے ہیں؟ اس ہجر کاموں میں معیار یہ عقدہ رکھنا ہے کہ اصدق کیا جا سکتا ہے؟ اور سے ان میں فلاں حد تک اضافہ کرتا ہے، کیا کوئی ہیں اور کمزوری ہیں، جس میں وہ اس سال دور کرے گا، وہ اگر وہ بحال طور پر انہیں اور نہیں کر سکتا، تو اسے کم کرے گا، دین کا معاملہ ہو یا دنیا کا، تعلیم کا

مجاہد جو یا نہ ہو کی کا تصور ہے کہ جو ملازمت میں سماجی تعلقات کی بنا پر نہ
مقامی معاملے سے نہ کچھ نہ پناہ اور پروردگار سے نہ کوئی تعلق ہے۔ وہ سماج سے اس
کی حق و کامیابی متعلق ہے۔

اگر روشی ہے کہ مشق پر عمل کرے

2000 2001 2002 2003 2004 2005 2006 2007 2008 2009 2010 2011 2012 2013 2014 2015 2016 2017 2018 2019 2020 2021 2022 2023 2024 2025 2026 2027 2028 2029 2030 2031 2032 2033 2034 2035 2036 2037 2038 2039 2040 2041 2042 2043 2044 2045 2046 2047 2048 2049 2050 2051 2052 2053 2054 2055 2056 2057 2058 2059 2060 2061 2062 2063 2064 2065 2066 2067 2068 2069 2070 2071 2072 2073 2074 2075 2076 2077 2078 2079 2080 2081 2082 2083 2084 2085 2086 2087 2088 2089 2090 2091 2092 2093 2094 2095 2096 2097 2098 2099 2100 2101 2102 2103 2104 2105 2106 2107 2108 2109 2110 2111 2112 2113 2114 2115 2116 2117 2118 2119 2120 2121 2122 2123 2124 2125 2126 2127 2128 2129 2130 2131 2132 2133 2134 2135 2136 2137 2138 2139 2140 2141 2142 2143 2144 2145 2146 2147 2148 2149 2150 2151 2152 2153 2154 2155 2156 2157 2158 2159 2160 2161 2162 2163 2164 2165 2166 2167 2168 2169 2170 2171 2172 2173 2174 2175 2176 2177 2178 2179 2180 2181 2182 2183 2184 2185 2186 2187 2188 2189 2190 2191 2192 2193 2194 2195 2196 2197 2198 2199 2200 2201 2202 2203 2204 2205 2206 2207 2208 2209 2210 2211 2212 2213 2214 2215 2216 2217 2218 2219 2220 2221 2222 2223 2224 2225 2226 2227 2228 2229 2230 2231 2232 2233 2234 2235 2236 2237 2238 2239 2240 2241 2242 2243 2244 2245 2246 2247 2248 2249 2250 2251 2252 2253 2254 2255 2256 2257 2258 2259 2260 2261 2262 2263 2264 2265 2266 2267 2268 2269 2270 2271 2272 2273 2274 2275 2276 2277 2278 2279 2280 2281 2282 2283 2284 2285 2286 2287 2288 2289 2290 2291 2292 2293 2294 2295 2296 2297 2298 2299 2300 2301 2302 2303 2304 2305 2306 2307 2308 2309 2310 2311 2312 2313 2314 2315 2316 2317 2318 2319 2320 2321 2322 2323 2324 2325 2326 2327 2328 2329 2330 2331 2332 2333 2334 2335 2336 2337 2338 2339 2340 2341 2342 2343 2344 2345 2346 2347 2348 2349 2350 2351 2352 2353 2354 2355 2356 2357 2358 2359 2360 2361 2362 2363 2364 2365 2366 2367 2368 2369 2370 2371 2372 2373 2374 2375 2376 2377 2378 2379 2380 2381 2382 2383 2384 2385 2386 2387 2388 2389 2390 2391 2392 2393 2394 2395 2396 2397 2398 2399 2400 2401 2402 2403 2404 2405 2406 2407 2408 2409 2410 2411 2412 2413 2414 2415 2416 2417 2418 2419 2420 2421 2422 2423 2424 2425 2426 2427 2428 2429 2430 2431 2432 2433 2434 2435 2436 2437 2438 2439 2440 2441 2442 2443 2444 2445 2446 2447 2448 2449 2450 2451 2452 2453 2454 2455 2456 2457 2458 2459 2460 2461 2462 2463 2464 2465 2466 2467 2468 2469 2470 2471 2472 2473 2474 2475 2476 2477 2478 2479 2480 2481 2482 2483 2484 2485 2486 2487 2488 2489 2490 2491 2492 2493 2494 2495 2496 2497 2498 2499 2500 2501 2502 2503 2504 2505 2506 2507 2508 2509 2510 2511 2512 2513 2514 2515 2516 2517 2518 2519 2520 2521 2522 2523 2524 2525 2526 2527 2528 2529 2530 2531 2532 2533 2534 2535 2536 2537 2538 2539 2540 2541 2542 2543 2544 2545 2546 2547 2548 2549 2550 2551 2552 2553 2554 2555 2556 2557 2558 2559 2560 2561 2562 2563 2564 2565 2566 2567 2568 2569 2570 2571 2572 2573 2574 2575 2576 2577 2578 2579 2580 2581 2582 2583 2584 2585 2586 2587 2588 2589 2590 2591 2592 2593 2594 2595 2596 2597 2598 2599 2600 2601 2602 2603 2604 2605 2606 2607 2608 2609 2610 2611 2612 2613 2614 2615 2616 2617 2618 2619 2620 2621 2622 2623 2624 2625 2626 2627 2628 2629 2630 2631 2632 2633 2634 2635 2636 2637 2638 2639 2640 2641 2642 2643 2644 2645 2646 2647 2648 2649 2650 2651 2652 2653 2654 2655 2656 2657 2658 2659 2660 2661 2662 2663 2664 2665 2666 2667 2668 2669 2670 2671 2672 2673 2674 2675 2676 2677 2678 2679 2680 2681 2682 2683 2684 2685 2686 2687 2688 2689 2690 2691 2692 2693 2694 2695 2696 2697 2698 2699 2700 2701 2702 2703 2704 2705 2706 2707 2708 2709 2710 2711 2712 2713 2714 2715 2716 2717 2718 2719 2720 2721 2722 2723 2724 2725 2726 2727 2728 2729 2730 2731 2732 2733 2734 2735 2736 2737 2738 2739 2740 2741 2742 2743 2744 2745 2746 2747 2748 2749 2750 2751 2752 2753 2754 2755 2756 2757 2758 2759 2760 2761 2762 2763 2764 2765 2766 2767 2768 2769 2770 2771 2772 2773 2774 2775 2776 2777 2778 2779 2780 2781 2782 2783 2784 2785 2786 2787 2788 2789 2790 2791 2792 2793 2794 2795 2796 2797 2798 2799 2800 2801 2802 2803 2804 2805 2806 2807 2808 2809 2810 2811 2812 2813 2814 2815 2816 2817 2818

[illegible][illegible]

لحہ گزر گیا تو سمجھئے صدی گئی

دسمبر ۱۹۰۰ء گزر دینے کو ہے، ہر ایک نیا صدی اب وقت کے دروازہ پر دستک دے رہی ہے، یہ سال کی اہمیت سے اہم ہے، کہ ۱۹۰۰ء ہر سال بھی نیا ہے۔ جس میں صدی بھی ۱۹۰۰ء ہر سال بھی پانچ سو تک پہنچے تو یہ سوچا جاتا ہے، آج کے دن کی جووری نہیں تاراج۔ صرف نئے سال کی شروعات کے ہی، بلکہ نئی صدی کا، نئے جہاز سلاک کا عقد آغاز بھی ہوئی، اس وقت ہر روز، ہفت روزہ، اخبارات کے لئے بھی اداروں، تنظیموں کے لئے بھی ادارہ جاتوں اور قوموں کے لئے بھی، اپنے اہتمام کا وقت ہے، کہ اسوں نے اس عرصہ میں کیا کچھ یا کر لیا ہے، اس وقت کی صورت میں جو تنظیمیں اس نے اس میں وہ کچھ کرنا ہے، اس کا کس طور استعمال کیا ہے، جو قوم جو پانچ سو تک پہنچی، اور جو ساعت اپنے گرجاں آپ تھا سے کی صلاحیت میں، دوسرے میں کے گرجاں تھا تھے، اور غیر دشمن کا حساب کر کے اس کا کھد چکانے میں، انھوں نے قدرتی سے بعض اوقات صدیوں کا نقصان ہوتا ہے، اور قوموں کو اس اعطاء کے بدلے میں، جس قدر چاہی جاتی ہیں

اسے قبول نہ کرنا، جو بہت سی قسمیں اس کا نیک نکل دی ہیں، ان میں ایک بہت بڑی بہت وقت ہے، اس میں سمجھتے ہیں کہ اس کی طرح صدی ہے، اس کے اوقات بڑھ رہے ہیں، لیکن درحقیقت عمر گھٹتی جاتی ہے، اور ہر لمحہ وقت کی حساب گریں، دیا اس کے ہاتھوں سے نکلتی جاتی ہے۔

ہو رہی ہے ہر عمل، ہر کم

پچھلے، پچھلے، لو، لو، دم، دم

وقت کی قدر و قیمت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں

کتنے ہی مقامات پر وقت کی قسم کھائی ہے، کبھی ست اور صبح کی قسم کھائی تھی، (۱۰ اپریل ۱۲۰۷ھ)۔
 ۱۲۰۷ھ ۱۲۰۸ھ کے مابین کبھی رات کے ساتھ شفق کی قسم کھائی تھی (۱ شوال ۱۲۰۷ھ)۔ کبھی فجر
 اور اس کے ساتھ دن راتوں کی (۱۲۰۸ھ)۔ کبھی دن کی روشنی اور رات کے چھایاے کی
 (۱۲۰۸ھ) اور کبھی خود رات کی، (۱۲۰۸ھ)۔ دنوں کی قدر و قیمت اور سورج و چاند کے طلوع و
 غروب سے اوقات کا علم ہوتا ہے۔ قرآن مجید سے چاہنا اہل حق کی حیثیت سے ان کا
 کر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت میں انہیں سے اس کی عمر نے، اسے میں بھی سہل
 فرمائیں گے کہ کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی، جس میں نصیحت حاصل کرنے والے
 لوگ نصیب حاصل کر سکیں، سو وعدہ معصوم کہہ رہا تھا کہ فیما بین قد کفر (۱۲۰۸ھ)۔
 رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ قیامت کے دن آدمی سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا
 کہ اس نے اپنی عمر میں کام میں گزار دی یا اور اپنی جوانی کو کس مقصد میں صرف کیا؟ حضرت
 عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، دو نعمتیں ایسی ہیں جن
 کے بارے میں بہت سے لوگ دھوکہ کھاتے ہیں، محنت اور فقر غنہ و دولت۔

سلف صالحین جنہوں نے اہل ایمان و ایمانہ قیمت طعن کام کئے ہیں، بڑے وقت کے
 ایک ایک سو کو وصول کرتے تھے اور ایک منہ کا خالص برتا بھی ان کو گوارا نہیں تھا، وہ سفر
 و مہنگ اپنے وقت کو مشغول رکھتے تھے، امام ابو یوسفؒ (موت ۱۸۲ھ) ساری تاریخ کے
 پہلے قاضی القضاۃ ہیں، ان کے بارے میں اہل مذکورہ نے قاضی بن جراح سے نقل کیا ہے،
 کہ وہ عمر و وفات میں امام صاحب کی عیادت کے لئے سو بچے، آپ پر پہنچتی تھیں
 تھی، اگر ہم پیچیدہ ہے، کچھ دیر میں بوش تیار، امام صاحب نے پوچھا کج میں عزت کی
 دی بیدار کرنا افضل ہے، سواری پر ۳۰ براہم نے مسئلہ سے عرض کیا کہ اس حال میں بھی
 آپ فکر تحقیق کو نہیں چھوڑتے، امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کوئی طرح نہیں، ابراہیم سے سنا
 تھا کہ جو کمری کرنا افضل ہے امام ابو یوسفؒ نے کہا بطلان سے ابراہیم نے کہا پھر بیدار دی
 کرنا افضل ہوگا فرمایا یہ بھی خط ابراہیم نے عرض کیا کہ جو ماہ سب سے بہتر ہے آپ سے
 ارشاد فرمایا نہیں فرمایا جس کی سے بدو کوئی اور دی جو ماہ سب سے بہتر ہے کہ انھیں سے بدو جس

کے بعد کوئی اور سی نہ ہوا۔ اسے سوار ہو کر، براہیم دہاں سے اٹھے اور امام صاحب کے گھر کے دروازہ ہی پر پہنچے تھے کہ اہل خانہ کے رونے کی آواز آئی، پہلے تو معلوم ہوا کہ امام ابو یوسف کا انتقال ہو گیا ہے۔ نبی امام ابو یوسفؒ میں جن کے وہ بے شمار متقول ہے کہ انہوں نے تیرے سال تک اپنے ساتھ امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں اس طرح شرکت کی کہ کبھی لجر کی نماز فوت نہیں ہوتی، یہاں تک کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی، بلکہ صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو تجھ پر و غمین کا انتقال اپنے اترتا اور پڑوسیوں کو حوالہ کر کے دروں میں شریک ہے، اور دروں سے محرومی کو گوارا نہیں کیا (مستطاب ص ۲۷۷)۔

ایک بڑے محدث، عید بن عیش گندہ سے ہیں جو امام بخاری، دو امام مسلم کے استاد تھے، ان کے وہ بڑے مجلس حافظہ تھے نے غفلت کی ہے کہ تیس سال تک مدت میں اپنے ہاتھ سے کیا ناچیں لکھایا، بلکہ خود دھیت لکھنے میں مصروف رہے، اور یقیناً اس میں فقہ دینی، جاتی (بر امام بخاری، ۲۵۸/۲) تھیں۔ عی شریفی (۲۰۰-۲۲۵ھ) عربی لغت، ادب، گرامر اور قرأت و میرہ کے بڑے مانی تھے، قریباً ہی قریب تھے، اور قطب کے نام سے مشہور تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ اگر وصیت دی جاتی تو قریب سے فرما لے کہ کھانے کے وقت ان کے لئے چڑے کے ٹکیے کی مقدار، تاکہ خلق ہو سکی جائے، جس میں وہ کتاب رکھ کر مطالعہ کریں (ادب علی طلب العلم، ص ۷۷) امام قطب کا معمول تھا کہ راستہ چلتے بھی ہاتھ میں کتاب رکھتے، اور مطالعہ کرتے جاتے، چنانچہ اسی طرح بکرا رہے تھے کہ گھوڑے نے مگر دی، گز سے شکر چڑے اور اسکا پوٹ آئی کہ دوسرے دن وفات ہو گئی۔

(ادب علی طلب العلم، ص ۷۷-۷۸)

ی کا نتیجہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اہل علم نے اتنا عظیم تصنیفی اور تالیفی کام انجام دیا ہے کہ اس کربلاہ چھ کر حیرت ہوتی ہے، اور آج ان کتابوں کو ایک شخص کا چارہ لیا بھی دشوار ہے، امام ابن جریر طبری بہت سی بلند پایہ مفسر، محدث اور فقیہ ہیں، انہوں نے اپنی عظیم الشان تفسیر ۲۰ جہ اور اوراق میں ۱۸۳-۲۰۰-۲۱۰ یعنی صرف سات سال کے عرصہ میں مکمل کی، پھر ایک تفصیلی تاریخ لکھنی شروع کی، جس سے ۳۰۳ھ میں فارغ ہوئے، یہ

دونوں کتابیں تین تین ہزار گویا ہزار صفحات پر مشتمل ہیں، پھر یہ کہ یہ تفسیر، دینی تعلیم و تہذیب میں منظر عام پر پہنچی ہے، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ طبری کی تصانیف کا حساب لگایا جائے تو جیسے ۱۴ سو فی مئلیٰ یعنی ۱۴ سو صفحات کا حساب ہوتا ہے۔

حافظ ذہبی نے تذکرۃ الکملہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے جو روشتانی خریدی، اس کا حساب کیا گیا تو اس وقت سودرہم کی قیمت ملا، یہ جان بیرونی کی وفات کے وقت اس زمانہ کے مشہور فقیہ ابو یوسف دلوایلی تھے، بیرونی کی حالت میں تھے ملا، جیسے شمس نے فرمایا کہ ہے تھے، اس وقت عام دلوایلی سے "عدالت کا صدر" دلوایلی کے حق میراث کا مسئلہ پوچھا، دلوایلی کو حرج آیا اور کہنے لگے کہ اس وقت بھی آپ کو یہ فکر پڑی ہے، بیرونی نے کہا کہ دنیا سے اس مسئلے سے واقف ہو کر چلا، بہتر ہے یا ناواقف ہو کر؟ دلوایلی نے مسئلہ کی وضاحت کر دی اور واپس ہوئے۔ کچھ ہی دھڑ آئے تھے کہ روئے کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ ملا، بیرونی کا انتقال ہو گیا ہے۔

وقت کی حفاظت کرنے والے بزرگوں میں امام سائین فصل بھی ہیں، جو بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی سب سے اہم کتاب "الغلوں" ہے، جس کے بارے میں بعض دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ اس کی ۱۸ سو جلدیں تھیں، اس کا کچھ حصہ آئنز جارج قادی مسشرق نے دو جلدوں میں ۱۹۷۱ء میں شائع کیا ہے، امام ابن جوزی کا شیخ اسلام کے بڑے مصلحین میں ہیں، وہ ان لوگوں کو بہت پسند کرتے تھے، سوچتے تھے کہ ان کے پاس ملاقاتیوں اور مہتمم خانیوں کی بھیڑ لگی رہے، خود بھی بے مقصدانہ ڈالنے سے بہت ناالاں رہتے، ملا، مجبوراً، ان لوگوں سے ملاقات کرتی، بوقتِ ملاقات سے ملاقات کے اوقات کو اسی طرح استعمال کرتے کہ اس وقت حسب ضرورت کا بندھن کاٹنے جاتے، جہم تروش لیتے، فوراً نکلتے، آتے اور قیام نہ لیتے، اس کا نتیجہ تھا کہ بقول حافظ ابن عربی شہید علی گولی تھیں، جس میں ابن جوزی کی کوئی کتاب نہ ہو، ان جوڑی کی تصانیف پانچ سو سے زائد ہیں۔ اور ان میں سے بعض تیس جلدوں اور بعض ۱۰ جلدوں پر مشتمل ہیں، ان جوڑی کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے جن گھروں سے حدیثیں تحریر کی تھیں، ان کے ذمہ

روئے، شے جمع کرتے تھے، سہارے، صیت، لائی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میرے نفس ہاپلی کی ہے۔ وہ کیا بات، چنانچہ پانی ٹڑ کر کے کے بعد بھی قلم لے کر شے لکھے۔ ہے۔

مشہور مصنف اور ماسکٹھور، اردو کی نحو نے سکونت پر بھی فلسفوں کا اظہار کرتے کہ اس بحث میں مشغول تھے۔ وہ چنانچہ مشہور محدث علامہ سندھ لکھتے تھے: "میرا وہاں (۱۶۳۳) کا نقل ہو گیا، جو اس کو بہت محسوس تھے، وہ اپنے حوالہ میں "خیر کی قمار جو رو خود بخوان" اور اس کے ذریعہ تک جان روئے ماکھ خود پہلے اور اس سے بعد کے حوالہ لکھا۔ یہ معلومات میں مشغول ہو گئے، دیکھا ہووئی جیسا محدث اور صاحب مسموعوں کا واقف ہوگا۔" چھپے ہوئے بھی ملے، مگر نہ تو اس میں اپنا وقت گزرا، لے اس کو بھی ہے کہ صرف کتب خانوں کی طرف پائی، بلکہ سرور باہر رجحانات اس کے نظم سے فوج بھی کھڑا کیوں نہ اس غم کے سے مراد جلی ہیں۔

اس انفس میڈیکل سائنس کی راجا رخصت کیا میں یہ، جسم میں، اور اس حوالہ کا نظام سب سے پہلے اپنے ہی نے ریاست اور طب میں "آپ و نقیب" الشیخ "تقریر" سرچلواں میں ہے، شیخ الاسلام اسلام میں یہی صاحب ہیں کہ سرور و نور حبیب و نور ربی کو یک لمحہ بھی صاحب نہ ہوئے دیتے اس نے شاگرد اس قلم سے اس کی حقیقت کی تعداد پر جو مایہ کھانے وہ خود ۲۲ مسکات کا ہے ۱۵ حیرت سے اس علم میں علامہ شوکانی کا حال یہ تھا کہ وہ اس میں اسباق پر حصہ لے، توفی بھی لکھنے رہے، خدا بھی اسے ہو یہ اور اس نے یہ تھا کہ ساتھ ساتھ سرچلواں جو تصدیق "آپ کی یادگار میں احادیث شریفہ کلام بن سیدی (۱۶۷۰-۱۶۷۱) کا حال یہ بھی کہ اس پر کتب خانوں پر حصہ لے، قلم کا کام بخو کرے، وہ اس کے ساتھ خوب نے روح الامت اس تمام سائنس حکیم الشافعی اور صاحب طبع سیر نسبی ہے کہ جس کی پر دستخط عام سے داؤد کی ہے۔

بند، سائنس نے علامہ میں مولد، عبد جی فرنگی ملکی سے صرف ۱۹۳۳ میں بی بی بی بی کی تصانیف ۱۹۷۰ نے بھی راجا اور برکت کو اپنے موضوع پر حصہ لے کر

ہے، مولانا شرف علی تھانی کی کتابوں اور رسائل کی تعداد بڑے قریب چھ سو ہے۔
عبدالحی حسینی نے مشافہہ لا طبعینا الیہ، سالانہ صحیفہ سرحدات شریفیہ، علمہ سف و
مشہر محقق شرف عبدالحق، الجہۃ کی نگاہ، الامم، کاغذات بصیف، تعمیر، ترجمان، اتحاد الصحابہ
میں مضمون لکھیں گے اسے کتنے ہی واقعات ملتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ سب وقت کی قدر کر لی جیت بچانے کا نتیجہ ہے جو لوگ وقت کو کسی طور پر قیمت نہ دیتی سمجھتے ہیں اور اس کی قدر دینی نہیں کرتے، وہ زندگی میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے، علاوہ اسے وقت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تمام عبادت کو وقت سے جوڑ رکھا ہے، غمخواروں کے وفات مقرر ہیں، روضہ متعین وقت سے شرعاً ملتا ہے، اور متعین وقت پر ختم ہوتا ہے، حج کے اہل بھی متعین ایام و حالات میں انجام دینے پائے ہیں، قرآنی بھی متعین اوقات میں پڑھی جاتی ہے، عذوق میں بھی ہفت روزہ ایک سال گھرے کا وقت مقرر کیا گیا ہے، اور شریعت میں کتنے ہی احکام ہیں، جو وقت سے مربوط ہیں، لیکن انہوں نے سیاست اپنے وقت کو جس قدر صحیح کرتی ہے اور اس کو جتنا بے قیمت سمجھتی ہے، شریعت کی کوئی مثال مل سکے، مسلمان جو دنوں کی غارتگری، ناشی، نوشی، مادی اور بے مقصد سرگرمیوں کا ایک بھی پہلوئی حقیقت ہے، بلکہ ضربہ لاش حق حادری ہے، شادی بیاہ و عیرونی تقریبات میں کسی بے ادبی طور پر زندگی کے ساتھ ملاقات نہ کرنے سے تین پہاڑا نکال کر دین، مسلمانوں اور اجتماعات میں بھی عادت کی پروردگی کے ساتھ نہیں جڑے، یہاں پر وہ ان کی جانی سے مدد، رفاہ و اسوں کا ہے۔

آجے اٹنی صدی اور نئے دراز سال کا استقبال کرتے ہوئے ہم عزم مصمم کریں کہ
دقت کی چری قدر دانی کریں گے اور آپ ایک ایک کو کاٹنے سے بچائیں گے
ہر ہم سب کی کا عزم رہتا ہوا اپنے آپ کو اس پر قائم رکھیں کہ کون ہے جو اس
مرد کی سر بلندی کو دیکھ کر ۴۴

تہذیبی ارتداد

یہ کچھ حقائق ہونے کا نام ہے جس میں سب سے براہین پر، رسول پر، اللہ کا کتاب پر اور احکامات پر جس کو مانا ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایمانیات میں پروردگار نہیں دیا بلکہ مہدیاں، مساجد اور زندگی کے تمام امور میں کیا ہدایت سے سرفراز فرمایا اور پوری قوم کو تائید کے ساتھ مسرت مسرور کی تعلیمات پر کاربہار کرنے کی تلقین فرمائی کہیں کوئی قوم نے اسے اپنے مخصوص ذکر و قرآن رکھا مگر عقیدہ کے درپوش نہیں ہوئے بلکہ تہذیب و معاشرت کو بھی اس میں بزدلی ہے ہندوئوں میں کئی عورتیں ہیں جو تاج ہندوستان کا حصہ بن چکی ہیں، عقائد اور نظریاتی اعتبار سے یہ ایک مکمل بددھرتی ہیں لیکن انہوں نے دوسری قوموں سے ناجی اور تہذیبی فاصلہ قائم نہیں کیا بلکہ دین بنیادوں پر تاناک، خورد و نوش، شادی بیاہ، جوشی اور غم کی فکر، لباس و عورتوں میں لباس سے ہر قسم کے رقاوت نہیں رکھا مگر کائنات کا بندہ "کراہت" نہیں ہے اس لیے مخصوص و کلیہ، مادیات و معنویات میں کو اپنا لیے کھنکھاتا ہے

کی دھت پوری دنیا میں اس کی پوشش کی حد تک ہے۔ مسلمانوں کی اس کی تہذیبی تشکیلی سے محروم کر دیا ہے کیوں کہ سب کی قوم اپنی اپنی تہذیب سے کر رہی ہو جاتی ہے خود آریسہ، ہندوین اور سب سے اپنی تہذیب کو لیتی ہے، و اگر وہ کسی دوسرے مذہب سے وابہ میں داخل ہو، جب بھی اللہ کا کلام مت اختیار کرتی ہے، ہم سے کہو مذہب کے بارے میں غمخیز و دہشت گردی کے غیر سمجھ و رویے سے مراد یہ ہے کہ سب سے بڑی بولی اپنی اور قریبی و جنگی نہیں بلکہ اپنی دہشت گردی سے بددھرتی سے سمجھ کر دھوکا دیتی ہے اور اس کا کوئی شین نہیں ہے۔

خاندان رویت کے تحت حامی خاص مذہبی تقریبات اور تہواروں میں سنی شرکت ہو جاتی ہے اور گا سکا ہے کچھ مذہبی توفیق پسند جاتی ہے، لیکن حلال و حرام معاملات کو سب کا قیام اور پہلی روٹی میں مذہب کے لئے کوئی خاک نہیں ہوتا، اسی کیسے تو میں نے "مذہبی ارتداد" سے تعبیر کیا ہے۔

یہ ارتداد ہے پاؤں آٹا ہے، غیر محسوس طریقے پر داخل ہوتا ہے، اور اب مختار رہ جاتا ہے، اس سے مراد ہے کہ ہر کچھ میں اس کی تفسیر و تفسیر کے کلمات نہ اٹھتا ہے، یہ ارتداد ہونے، دوران کو جگا ہے، اسے قیوں کو سوچ کرنا ہے، نہ فکر نہ دلوں میں غم پیدا کرتا ہے۔ قلب و ذہن کو سمجھوتا ہے، اور اس کی وجہ سے سوچ میں کوئی پہلی پیدا ہوتی ہے، یہ اس کی طرف کی طرف ہے، جو ظاہر بھی ہو، لیکن یہ تدریج انسان کو موت کی طرف لے جائے، اور یہ ایسا نشہ ہے کہ متحول خود قتل کی طرف جڑھا جاتا ہے، اس نے اس ارتداد کو سوچ سمجھنے، اس کے اسباب پر غور کئے، اس کے مکتب کو صوبہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

اس وقت چوری دیا ہو، یا دی طور پر یہودی، مانج اور یہودی مشہور ہندی کی آواز کی جہاں ہے، اور اس کے ساتھ، چٹھہ واپس، تصدی ہے اس بات کے لئے کوشاں رہے کہ اگر مسلمانوں کو پہلے عام سزا دیں کیا جا سکتا، تو ان پر سزا درست تھی، لیکن ریزی جانے کہ وہ خوش خوشی ہندی ارتداد کو قبول کر لیں، اور اس نصد کے لئے نئے حالات درج ہے، اشتباہ کئے چار ہے، یہاں سے، کلا برقا سے رجوع، دیروں و قوی و موثر کوئی اور نہ ہو نہیں، لی، وہی نے اس وقت و بہت تیز کر لیا ہے، اور خوش آئینہ کی وجہ سے مسلمان اور مشرقی ملکوں میں ایسے خوش پرگرام کا ایک طوفان ماسا گیا ہے کہ جس کا اسلام اور ہم سماج میں قصور بھی نہیں کیا جا سکتا، اس اثریت سے اس تہذیبی بخار کو خیر طاقت دیا گیا ہے اور ایک ایسا چیز جو پھریت تعمیر، اور تعلیمی مہم کے لئے اشدائی ہو سکتی تھی، وہاں چیزیں انتہائی خراب اور غیر حلقہ قیام جیل کا تہہ کاری ہوں ہیں، ماہرین معاشی اصلاحات کا عمل چوری دنیا میں جاری ہے، اور عالمی نے

کی نئی اصطلاح شروع ہوئی ہے اس کے نتیجہ میں مصری ممالک، مغربی لیبیا، و مغربی
کینیڈوں کے وساطت سے عرب خلاق خدائی اور غیر خدائی اشیاء کی آمد کا ایک سلسلہ بنا
جا گیا و ساری ہے

اس وقت اس سلسلہ کے نقوش مشرقی ممالکوں میں اور مصری ملکوں میں نہایت واضح
طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ مگر چند سالوں میں عرب اور اسلامی ممالک میں حواریت کے
لباس اس قدر تبدیل ہو گئے ہیں کہ اس کی کوئی نیا طبعیات اور عرب واقف کے طبعیات
میں کوئی فرق پائی نہیں رہا۔ بہت سے عرب اور مسلم ممالک وہ ہیں جہاں موسم ہوا کو کچھ علماء
بھی دیکھی نہیں رکھتے۔ ڈاکٹر جی کے زمانہ میں مصر اور کوئی اور شرافت، حکام کی
علامت بٹھا جاتا تھا، اب ریشہ ریشہ شدت پسندی کی بچکانہ تھی جانی ہے، اب مجھے
ایک مارچ کے موقع سے مذکورہ میں تک وطن میں گھبرے کا افسانہ ہوا، اس کے
استقبال پر ایک عینہ اور خوش حال مصری جو جوان لاٹا بیٹھا کرتا تھا، اس کے چہرے پر
ڈاکٹر جی کے پھل مسموم ہوتی تھی میں کٹر عشاء کے بعد صبح سے واپس ہوتے ہوئے وہ
چار منٹ اس کے پاس بیٹھ جاتا، کبھی مذہب پر، کبھی عربی زبان کے بارے میں، اور کبھی
مصر میں مسلمانوں کے حالات کے متعلق اس سے گفتگو ہوتی، بہت پر جتہ ہو، بہت ہی
بیٹھا اور سبیل عربی زبان میں گفتگو کرتا، اور بہت ہی اتفاق و عروت سے پیش آتا، اس لیے
میں جو جوان سے گفتگو کرتے ہوئے حق مانتا تھا، میں سے ایک دن کہا کہ مصر کے لوگ
کٹر اور بھی نہیں رکھتے، جس قدر کہ جو یہ اور بھی تھی ہے یہ بہت اچھی بات ہے اس سے
تمہارے چہرے پر ایک نور نہایت اور خصوصیت معلوم ہوئی ہے میری یہ بات سن کر وہ
افسردہ ہو گیا، وہ اس نے پیچیدہ ہو کر کہا کہ شیخ آپ سچ کہتے ہیں، میں دیکھتا ہوں
ہوں، لیکن مصر میں دیکھی رکھتے ہیں، یہی حکمت ہے، ان سے یہاں دیکھی رکھتے
ہو، ان کے واسطے بڑا چارٹریشن کرایا جاتا ہے، میں جب پہلی بار دیکھی رکھ کر اپنے اہل گیارہ
مجھے سات آٹھ گھنٹہ پر چارٹ پر نقیشت کے لئے روک لیا گیا، وہ میرے پورے اہل حاضر
کو طلب کیا، میں میں میری ماں اور بہنیں بھی تھیں، مادران سے بھی کافی دیر تک گفتگو کی گئی۔

اس کے بعد سے مجبوراً اس مصر جاتے ہوئے اپنی داڑھی صاف کر لیتے ہوں، اور وہ بھی کے بعد پھر داڑھی رکھ لیتا ہوں۔۔۔ اور گئے "لیسا غضب ہے کہ ایک مسلمان ملک میں مسلمانوں کو داڑھی رکھنے کی اجازت نہ ہو، کاش یہ اسرائیل ہی سے جتن حاصل کرتے جہاں یہودی نہ ہی طبقے کے داڑھی رکھنے کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، جب مسلمان ملکوں میں بسنے والے مسلمانوں کا یہ حال ہے تو ان مسلمانوں کے بارے میں کیا کہا جائے، جو مغربی ثقافت کی آغوش میں جو فحشیت ہیں، ماورائے سدِ نپا ہی میں حشمتِ قصود کرتے ہیں۔

اس وقت صحتِ حال یہ ہے کہ مغربی ممالک نے عرب اور اسلامی ممالک اور ثقافتِ علاقوں میں بسنے والے تارکینِ وطن مسلمانوں کے لئے ہدایتِ قرآنِ دہلی کے ساتھ اپنا دامن دل کھول رکھا ہے، انہیں شہریت دی جاتی ہے، انہیں ملازمت اور حرداری کے مواقع ملنے ہیں، اور انہیں اپنے ملکوں سے بڑھ کر شہری حقوق دے دیے جاتے ہیں، تارکینِ وطن خوش ہیں کہ انہیں پھیلنے، پھولنے اور آگے بڑھنے کے لیے پورا مروجہ آفتاب ہے، لیکن ایسے نہیں معلوم کہ وہ ان ممالک کے ہاتھوں اپنی ماضی سلوں کا سوا کر رہے ہیں، چنانچہ انہیں عرب اور فلسطینی جو پچاس سال پہلے امریکہ کے لیے ان میں اپنے مسلمان ہونے کی پہچان بھی باقی نہیں رہی، یہ بھی شعور و حسرت ہوا، ربحنِ بددل گیا، زندگی کے طور و طریق تبدیل ہو گئے، یہاں تک کہ ان کے نام میں بھی مسلمانیت کی کوئی برقی نہیں رہ گئی ہے، حالانکہ ان کے آباء و اجداد اور تاریخِ امتیاد مسلمان اور عرب تہذیب کے علمبردار بن کر یہاں آئے تھے، اگر آج ان گندوی ہوئی، روحوں کو دوسری زندگی دے دی جائے تو شاید وہ خود اپنی نسل اور اپنی ولادت کو پہچان سکیں، یہ ہے اس تہذیبی اور مذہبی کا اثر، یہ تدریج کا کفر اور خود کو کفری اور عقائد کی بارگاہ کی طرف لے جاتا ہے۔

اسی ہیں حکمرانِ رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ مبرا یا کہ جس سے کسی قوم کی مشابہت اور مماثلت اختیار کی، وہ ان ہی میں سے ہو گیا، اس روایت کو امام بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، اور علامہ بیہقی نے اس حدیث کو "حسن" یعنی قبول قرار دیا ہے، (ابوابِ الصبر، حدیث نمبر

۹۵۹۳) رسول اللہ ﷺ کے اسی ارشاد میں عقیدہ دو ایمان میں میرے مسلمانوں سے مماثلت مراد نہیں ہے، کیوں کہ جو شخص عقیدہ کے اعتبار سے غیر سداغی فکر و عقیدہ کر لے، وہ تو پیسے کی سے مسلمان نہیں ہے، اس کے میرے مسلمانوں سے سب سے بہت اعتبار کرنے کے کیا معنی؟ لہذا اس حدیث میں علیؑ اور سہمی رندقی میں غیر مسلموں کے عجب سے منع فرمایا گیا ہے۔

مختلف مسائل میں حضور ﷺ کی تشریح و تفسیر نے اس کو لازم و ملزوم کیا ہے، مثلاً آپ ﷺ سے سورج نکلنے سورج ڈوبنے، اور سورج کے نصف آسمان پر پھرنے کے وقت کو پڑھنے سے منع فرمایا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ یہی اوقات کا طور پر مشرک اور آفتاب پرست قوموں کی عبادت کے رہے ہیں جو تو کبھی سورج کی پرستار ہیں، وہ نئی اوقات میں سورج کی پوجا کرتی ہیں، اس لئے ان عبادت میں مسلمانوں کو گنہگار نہ ہونے سے منع فرمایا گیا۔

دورہ میں محمدؐ یا گیا کہ ان کا اظہارِ جلدی کیا جائے، اظہار میں نہ خیر نہ کی جائے کیوں کہ اظہار میں تاخیر حال کتاب کا طریقہ ہے، یومۃ شوال اس کے ساتھ حریج ایک دورہ دیکھنے کا حکم ہوا، کیوں کہ اس دن یہودی بھی دورہ رکھا کرتے تھے تاکہ مسلمان اپنی عبادت میں ہلاک نہ ہوں، ممتاز ہیں سورج میں بہت سے ایسے افعال جن کو مشرکین بہت ہیبت دے دیتے تھے، اسلام نے ان کو ختم کیا، یا ان میں تبدیلی پیدا کی، یا ان کی جڑیں آپ سے قطع اور ہار دیوہ شاخ کے بارے میں بھی وہی رنجوی وادھی منڈایا کرتے تھے، بعض قومیں ڈھکی چھائی کرتی تھیں، آپ نے ان دونوں باتوں سے منع فرمایا، اہل ایران و ہندوؤں کے لئے ٹکٹوں سے نیچے کپڑے پہنتے تھے، آپ ﷺ نے اس پر سخت ایسے ہی کی کا اظہار فرمایا، اہل مکہ میں مانگ بھی نکال کر تے تھے، چنانچہ ان کی زندگی میں آپ نے یہودی سے ہال رکھنے کو پسند فرمایا، یہودی مسلمانوں سے ممتاز ہیں، یہودی میں یہودیہ سے ہال رکھنے تھے، لہذا وہاں آپ سے مانگ لگانے کو پسند فرمایا، پھر جب تمام عرب نے اسلام قبول کر لیا تو آپ ﷺ نے دونوں طرح ہال رکھنے کی اجازت مرحمت فرمادی، اس طرح عرب یا تو صرف نولی پہنتے تھے، یا صرف تمام ہال پہنتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو ایسا ہی ہال دیا، یہی کہ وہ قبولی اور

عساکروں کا استعمال کریں، تاکہ ان کے اور شریکین کے درمیان انفرادی قرار ہے۔ حدیث
جب اہل عرب نے آئے تو آپ نے صرف نوپائی صرف عساکر کا استعمال ہی نہیں
احادیث میں صحت لائی۔

دوسرے مزاج کے مسلمانوں کو کوئی حقدار سے دوسری عساکر سے ممتاز اور متکسر رہنا
چاہئے۔ فقہ نے بھی اپنے اجتہاد و استنباط اور قانون شرعی کی تشریح و توضیح میں ہمیشہ اس کو
ٹھکانہ رکھا ہے، اہل اس دیو شاہ نور و فاضل و عادات، یہاں تک کہ عبادت گاہوں کے
طرز تعمیر و عمارت پر ایک خاص ہدایت کی حیثیت سے زیارات کی پیشکش ہے کہ
مسلمان ایک امیر کی مثال کے طور پر رہیں، اپنے رتبہ و مقام اور تہذیب و تمدن
میں دوسری قوموں سے ممتاز و متکسر رہیں، لیکن کہ حسب کوئی قوم اپنی تہذیب سے محروم
ہو جاتی ہے، اور تمدن و تعلقات کے میدان میں دوسری قوم کی پیروی کرتی ہے، پھر آہستہ آہستہ
اپنے فکر و عقیدہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔

ہندوستان میں اس وقت تک پر غور کیا جاوے کہ اس بات کی ضرورت پیش کی
جاری ہے کہ مسلمان تمام پرچمیں، مسجدوں کو یا میں، عید بتقریب و غیرہ کریم کریں لیکن
اسلام تہذیب کو ختم نہ کریں، اس کے لئے یہ کار معمولی لیکن نتائج کے اعتبار سے دور
رس اقدامات کئے جا رہے ہیں، اہل صاحب تعلیم میں تبدیلی آئی جا رہی ہے، ہندو قوم کا ایک
فکر یہ دیکھنا کہ بچائے کوئی طاقت کے روپ میں پیش کیا جا رہا ہے، دیکھو کہ میں
دعویٰ دیکھتا ہوں کہ یہاں رہی جاتی ہیں، ہندو مذہب کی تہذیبات میں مسلمانوں کو کوئی
دکھائی ہے، اور ہمیں شریعت کیا ہے؟ ہے اور ہمارے مسلمان تو ہندو یوں اور ہندیوں میں
دوق و شوق کے ساتھ شریعت کو رہے ہیں، مردوں اور عورتوں کے لئے دھوتی نما پاجامہ
ہے، ہمارے ہیں، بہت سے علاقوں میں مسلمان عورتیں ہندو عساکر اور راج کے مطابق
سندور لگاتی، یا کالی پوسٹ کے پار پہنتی ہیں، لیکن یہ سب شریعت کی خلاف ورزی ہے، ہندو
پیشہ جگہ مسلمان بچوں کے ہندی نام بھی رکھے جا رہے ہیں، فی دینی پروگراموں کا ہندو
کرت کیا جا رہا ہے، اور ہندو دیوتاؤں اور فرمانرواؤں کو قومی ہیرو کے روپ میں پیش کیا

چار سے گونا گوں طرح کی بہت سی چیزیں ہیں، ان کو اگر اس طرح سمجھ لے پاؤں آگے
 بڑھائی ہیں، آج ہم ان کے قدموں کی آبرو سننے سے قاصر ہیں، لیکن اگر ہم نے
 رسالت و محسوس نہیں کیا تو مسئلہ میں اس سے ناقص بنائی نقصان کا اندیشہ ہے اس
 لئے اس وقت اس تہذیبی اعدا کی طرف بڑھتے ہوئے قدم کو اپنی قوت کے ساتھ
 روکنے کی ضرورت ہے کہ یہ محسوس پائی و شقائق مسئلہ نہیں، بلکہ اپنے دو اس اسٹ کے
 اعتبار سے ہے۔ یہی ہے اور حقائق کا مندرجہ ہے

()

کیا اس ارتداد کے لئے کوئی ایوب کر نہیں؟

مسلمان اس وقت بدعتوں میں ہیں جہاں جا ب سے خراج۔ دوعتہ میں کھیرے جا ہے ہیں، اسلام سے ان کی محبت اور سرد انکسوں کے باوجود ایمان پر ان کی استعجاب فرق پرست طاقتوں کی آنکھوں میں کانٹائی ہوئی ہے جہاں مسلمانوں کی مصیبت منصوبہ بطور پرکھوڑی جا رہی ہے، انھیں کھیرے سے محمد کو کہتے جا ہے ہیں، مسلم جہاد پر مایہ پھیرے اور مسلمانوں کو قومی سطح پر حساس لڑائی میں ہٹا کر رے کی کوشش جاری ہے مسلمانوں کے تاریخی فتوحات کو مٹانے جا ہے ہیں، یا تاریخی حقائق میں یہی عمل میں لائی جا رہی ہے۔ درمصلحہ ہدیب و تمدن کو ستریں تہذیب میں جا ب کرے کی کوشش جا رہی ہے اور ایمان و عقیدہ اور دین و مذہب کے پلو سے بھی ان کو جہاد جا ب جا رہے مار رہے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے جو مصلحہ نوری نے ایمان و یقین کے سودا گرا دین کے دین کے عادت کر دیں

اسی سلسلے کی ایک کڑی کا دیا نیت ہے، جو ہے آپ کو احمدی مسلمان کہتے ہیں، عدلیں کہ ان کا ایمان سے خرد اور راد اسلام سے باہر ہونا ایک حتمی طبع حقیقت ہے، سرد افکار احمد قادیان و جناب کے ایک شہر قادیان میں پھر ہوئے یہ دو وقت تھا کہ انگریز ہندوستان میں اپنے قدیم مضبوطی پر چکے تھے، اور اہل وطن کا جذبہ جہاد اپنے شباب پر تھا، انگریز چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی صف سے کچھ ایسے لوگ کھرے ہوں جو دین و مذہب کا لہذا دوزخ کو جہاد کی اسی آگ کو بجھائیں اور مسلمانوں کو تاریخی اعتبار سے دو چار کر دیں تاکہ وہ بھی مسائل میں مل جائیں، اور انگریزوں کے طائفہ ان کی طاقت احمد باقی نہ رہ سکے، اسی میں خطر میں انگریزوں کی شہ پر سرد اسلام احمد قادیان کے پیسے

مکہ پرے ہاں ہر مہم مدنی کو نے گا۔ اس میں سے ہر مسیح موعود سے کا دعویٰ کروں، مگر مرزا صاحب کسی عہدہ و منصب پر دعوت کرنے کے لئے تیار نہ تھے، چنانچہ ایک زمانہ میں تو خود ہی امکانِ دعوت کی شہود سے نفی کرے تھے، لیکن پھر خود ہی نبی ہونے کا دعویٰ کر لیا، چنانچہ دعوت کی کدھر مرزا صاحب نے دعوے کو نہ اور ملکہ خدا علیہ سے کہے گئے ہیں، مرزا صاحب کے دعاوی اسے مختلف اور مختلف ہیں نہ کسی ویسے آدمی سے ان کا قصد و کا قصور و شواہد ہے خود دعاوی اور عقلِ حیر پر متوازن ہو، مرزا صاحب نے جہاد کے تصور کو بے کا اعلان بھی کر دیا، اور مسلمانوں کو اقتدار اور بے گلِ حق کی قوت کے منہ بننے کو نہ کا سرا سامان بھی کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس طرحِ عمل نے انکو مردوں کو کاغذ پر چارہ، چنانچہ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو ”حکومتِ انگلیشیہ کا خود کا شیخ عودا“ (برطانیہ کا لڑکا ہوا چودا) قرار دیا ہے، حکومتِ برطانیہ کی سرپرستی اور ملکہِ برطانیہ کی عندنیوں پر مرزا صاحب جس طرحِ مطلب الکسان ہیں اور باری شامروں کی خوشامد اور حملوں بھی اس پر برابر و فرمان ہے۔

آخر یہاں نے ہندوستان میں اپنے بولے ہوئے میں پورے کو نہ اور بولے میں اپنی طاقت کی حد تک کوئی کسر اٹھا نہیں دہی، ہندوستان کے آزاد ہونے کے بعد ادا پائسوں کی جو چیز یہ ست اس وقت کا علماء و ولیّ اللہ، جب وہاں سے اس کی حاجت کی ہوئی تو برطانیہ اور اسرائیل کو اس نے ہٹا کر کہنا، اس وقت صلیبی اور صیہونی طاقتیں اس کی ماسر و دہکار ہیں، بد قسمتی سے اہل ہندوستان میں بھی اسہوں سے اپنی شرا و نگیر حوں اور دتہ سالوں کا دامن پھیل گیا ہے، اور فرقہ پرست طاقتوں سے اپنا لٹہ جوڑ قائم کر رہا ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ دور دور میں یہاں سے جاں لیجہ واقف مسلمان اپنی جہالت اور ناگہمی کی وجہ سے اپنے گے جاں میں چھتے جا رہے ہیں۔

آخر کوئی شخص غلہ اعلیٰ طرف بولے اور اسلام سے جہالت نہ دعوت دے تو اس کا اندازہ کوئی مسلمان ایسی نہ مسموم دولت پر بیک نہیں کر سکتا، لیکن جب کوئی قدر اسلام کا پاس نہیں کر لیا، ہی حق کا روپ ہٹا کر سامنے آتا ہے تو پتہ چلتا ہے جو لوگ ناواقف ہوتے ہیں اور

اس کا عظمیٰ جتا ہے وہ کس قدر کثرت رکھتا ہوگا۔ اچانک میں اور ان سے کتنا جدا ہیں و
 قاتل نہ امت کی درجہ ہیں بہت میں، اس وقت صحت حال یہ ہے کہ آج کل پرورش
 میں رنگیں، لکڑیاں، گھمراہ، شاخاواں، امریکا، بھارت، و جے جے کے خلاف کے دور
 دور و دور بہت دور پانیت کے مسودہ سے نئی طرح کی تر ہیں، جتنی ان جلدیوں میں
 دیہاتی ناسودہ، مسلمان ہیں، جو ان کے دم توڑ میں چکے ہیں، ان کے مرنے، مساجد
 مکتب کے نام سے نام نہیں، دعوے کا دور اور اس کا دور اسلام کے نام پر ہو گیا
 کے دور میں مسلمانوں کے ایمان کا سودا کیا رہا ہے۔

یہ قدرتی فتنوں سے روکا نہ گئیں، اور یہ معصیت تمام معصیوں سے مراد ہے۔ یہ ایسی
محرماتِ اول ہے جو برصغیر و سب سے، ہر صاحبِ ایمان کی روشنیوں کو بے نقاب کر
دے، اور جس سے ساست کے ہر درجہ محمدی نگاہیں بہ خوں ہو جائیں، رسولِ فتنہ علیہ
کلی ذوات کے حدِ حجب میلے، و مصلحتی تیوہوں کے قتلوں سے ہر اٹھارہ اور خیرِ اسلام، جہیز کی
ختم جوت پر حملہ ہوا، اسی سے وہ بکواس قرار دیا، میری مانت حضرت جو بکر علیہ کی ملامت کا
تھا، جو حضرت ابو بکر علیہ کے حبش اور غیرت و بی کا حال یہ تھا، ایک بار، مٹا دیا کہ
ہر کوئی شخص ساتھ نہ ہوتا تو کفر کرتا، جہاں کرے گا (۱) یہاں ضرب و قتل میں لگی کہ جب
کوئی فتنہ ارادہ کرتا، اور اس فتنہ کا مقابلہ کرے، اے دگ بکری، بے جا کہہ جا تا کہ یہ ایسا
فتنہ ہے، دے کہ جس کے سے کوئی باوجود کر سوجھیں، وحی و لا انا بکرم لھا۔ اے جہیز بھیرے
ور کے قاتل، مٹوں تریش اور عبرت و مصلحت کی ٹٹاؤں سے، بکری سے شاخ و دوہو سے محمدی علیہ
کو اپنی طرف حرج پانچ نہیں گئے، اور میں محمد نے روک کر کس کے کہ بے میری حفاظت کے
نے، کوئی اور بکر موجد نہیں ۴۹

اس حالت میں ضرورت ہے کہ مسلموں مسئلہ و خربہ کے اختلاف سے بچے
 انھیں کراہت کے مقابلے کے لئے لکھڑے ہوں اور پیغامِ مودت و صلہ و حسنہ کے لئے
 مسلمانوں کا ہی ایمان و معاشرت سے بچیں۔ یہ سلسلہ میں چند تہذیب و تمدن میں
 آتی ہیں مودہ، کرکری، ساقی ہیں

- ۱۔ مسجد کے اٹھارہ چھوٹے دروازے کی حالت میں تعمیرات اور نادانیت کے سبب پوری وصیت کے ساتھ کھائیں اور وہ قتل و غارت سے باز رہیں گا اور اگر یہی حال مسلمانوں سے آگاہ ہو جائے
- ۲۔ میرا لکھی کے جنسوں میں تفریق میں مصروف ہیں اور ان پر عداوت کریں اور طعنوں کی برساتیں۔ اگرچہ اسے آگاہ کریں۔
- ۳۔ سائل:۔ بد دور حرکت میں رہا ہوں اور موصوفیہ پر مضمون شائع کئے ہیں جس میں داد و زبان سے ملاد، اگر یہی ہندی اور سکھوں میں بھی اس موصوفیہ پر تبک و تشبیہ کیا جائے۔
- ۴۔ جو طلبہ لکھنؤ میں رہتے ہیں وہ خود وہ دن گزیر مسلمانوں کے زیرِ نظام ہوں یا غیر مسلموں کے ہاں میں ہاں ملے گا اور پھر پھر رہ جائیں گے۔
- ۵۔ ایک عمارت میں جس میں صبح کا ایک منٹ کی صفوں کی حیثیت سے شریعہ نصاب کیا جائے
- ۶۔ عام مسلح ہونے کے لئے مختلف ملازمین میں درجہ بندی و مقام کے قریب و جوار میں ایک دروازہ اور دوسرا دروازہ برقی کیمپ دکھایا گئے اور من و مان کے جتنی عیار کے قیام سے اس مسجد کے مال و مال کے آگاہ کیا جائے۔
- ۷۔ مختلف زبانوں میں تقریرات اور قادیانیت کے مسلک پر چھوٹے چھوٹے مضمون، قلمی اور لکھنؤ میں کل مرتبہ کے چاروں مضمون، یا وہ سب سے لوگوں تک پہنچا جائے
- ۸۔ جدید رائج ادب کے ذریعہ بھی اس قدر ہی شاعت سے لوگوں کو واقف کیا جائے
- ۹۔ ایسے دیہات جو وہابیہ سے متاثر ہو چکے ہیں یا جو متاثر تو نہیں ہوئے لیکن وہاں لوگوں میں دہریہ، کتب و مسجد و کوئی عام بین سوچا نہیں ہے وہاں کا شبہ قلم کے چاروں اور اس کی صورت ہے کہ مختلف شکلیں، بھانسیں

اور بلا سے مدار میں ان دنیاویوں کو اپنے اوپر تقسیم کر لیں، مثلاً پانچ سو سیات متاثر ہیں یا اس کے حواشر ہونے کا اندازہ ہے جو حیدر آباد سے مختلف ہیں اور مدار میں اس میں سے دو، چار یا پانچ یہاں تو ہیں حسب قائم کریں اور حق اس کے مدار میں ہوں، اگر کسی مدار میں دس مداروں کی ملکیت ہے تو پانچ مدار میں رکھ لے اور پانچ مدار میں سے دو یا پانچ میسروں میں رکھنا۔ قائم ہو جائیں، اس طرح دیہات کے بہت بڑے علاقے کا احاطہ کیا جاسکے گا

۵۔ جن مداروں میں درجہ قائم ہے وہ اپنی مختصات کا کچھ حصہ الگ دیا تو اس کے لئے مخصوص کر دیں، مثلاً کسی مدار میں سو طلبہ کی مختصات ہے تو سو طلبہ ہیں دیہاتوں کے اس طرح رکھے کہ بین دیہاتوں سے پانچ پانچ طلبہ لائے جائیں اور ان کو یہاں تعلیم دی جائے تاکہ وہ اپنے گاؤں میں مسلمانوں کی دینی ضروریات کو بوجھ رہی کر سکیں، اس طرح اگر چند مدرسے یا کسی درپاڑ کے ساتھ طلبہ کو انہیں تو چند سال میں ہزاروں دیہات تک علم کی روشنی پہونچائی جاسکتی ہے۔

۱۱۔ اس مسئلہ میں بہت اہم ہول تہذیبی جماعتوں کو ملتی ہے، جماعتوں کا درجہ زیادہ سے زیادہ اس دیہاتوں کی طرف کیا جائے وہاں سے لوگوں کو نکالنے کی کوشش کی جائے تاکہ اس علاقوں میں خاص طور پر مصلحتی سطح کے جماعت نہ کھجائیں، اس سے بڑا نفع ہوگا

۱۲۔ یہی وہ اس بھی اگر اپنے فن کا کچھ حصہ اس کام کے لئے مخصوص کر لیں اور ہر ماہ دو تین دلوں کا اس علاقوں میں وقفہ کی صورت میں کریں، سر کے اخراج یا خود بروا شہ کریں، مقامی لوگوں سے بھی جو درویش کی صورت میں کچھ حسن موافق کریں تو اس کا بھی بڑا فائدہ ہوگا اور یہ بھی سنت نبوی ہے، نبیوں کو رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کو دعوت اعلان کرنے کے لئے نکھارے ہی

پر قیود جو فرمایا تھا

حقیقت یہ ہے کہ یہ دولت کا مقیم قہر ہے اور اسی کے مقدمات کے لئے سورہ صدق کی ضرورت ہے، جمیت ایمانی اور غیرت اسلامی، ہم سے سرگوش ہے کہ کیا اس ارتداد کے لئے کوئی جوہر نہیں؟

(۴، تقریریں، ص ۱۰۰، ۱۰۱)

اخوت اسلامی کا فقدان

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو محبت کا بھائی چارہ دے کر شہرہء مہمہ بنا دیا ہے، مسلمانوں کو کسی بھی گوشہ میں ہو، سرب میں یا مشرق میں شمال میں یا جنوب میں گورا ہو یا کالا، مالدار ہو یا غریب، چڑھ گیا ہو یا اُن پرانے اعلیٰ عمداں پر قائم ہو یا معمولی مزدور، وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو، ایک دوسرے کا بھائی ہے، "ہم تعالیٰ کا رشتہ ہے کہ تمام اہل ایمان بھائی بھائی ہیں، انھما لصومعون اخوة" (انجرات ۱۰) یہ بھائی رشتہ رنگ و نسل، ملاقا و وطن، زبان اور خون کے رشتوں سے بڑھ کر ہے، اسدشتہ ہمیں ایک اتفاق اور عالمگیر خاندان کا کون سا رشتہ ہے، یہ ہمیں ہرگز قطعیت کے محض دواثرہ سے نکال کر عالمگیر محبت میں لے جاتا ہے۔

اسی رشتہ نے حبش کے جلال اور روم نے صہیب بن زید نے سہل بن عمرو کی نسل کے عید شہن سلیم، غوث مٹم کے ہی اچا کی لاد، سرے عرب کے عابد بن عمرو وغیرہ کو ایک ہی صف میں کھرا کر دیا تھا، یہ ایک دوسرے پر خوش چہرے والے، اور باہم خود محبت کر دوسروں کو بچاے والے لوگ تھے۔ اسری اخوت ان کے عین وقار اور بلوغت پر سن بھر رہی تھی کہ یہ خود بھی کہہ کر دوسروں کو کھانے اور پینے پر اے کپڑے پہن کر دوسروں کو اچھے کپڑے پہنانے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ یوسف و زین عبدسی اسہم و نوکان بہم خصاص (عشر ۵)۔

مسلمانوں نے لئے ایمان کے بعد اس اخوت ایمانی کو قائم رکھنا ہی ہے، اس ضرورت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اس شہرہ کو دے کر دیا ہے، اس کی پیروی ہے۔

نے مراد یہ مسئلہ مسلمان فابھان ہے۔ جو ایک مسلمان دوسرے پر ظلم کر سکتا ہے نہ اسے چھوڑ سکتا ہے۔ جو شخص ایسے بھائی کی ضرورت میں کام آتا ہے۔ اللہ کی شہادت میں کام آتے ہیں۔ جو کسی مسلمان سے حسرت کو دور کرتا ہے۔ اللہ قیامت کے دن اس کی معیبت کو دور فرماتے ہیں۔ اور جو کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو چھو میں گئے۔ (مسلم، حدیث نمبر ۵۸۰۰) اس ارشاد میں آپ ﷺ نے مسلمانوں کی رحمت کے پانچ خاصوں کو بیان فرمایا ہے۔ اول یہ کہ وہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرے۔ دوسرے یہ کہ ایک دوسرے کے نام و گھر و گارہوں اور اپنے بھائی کو حالات کے رحم و کرم پر نہ چھوڑ دے۔ تیسرے اپنے بھائی کی ضرورت میں کام آئے۔ چوتھے اس پر کوئی معیبت آئی ہو تو اسے دور کرنے میں معاون و مددگار بنے۔ پانچویں اگر کسی مسلمان سے ظلم یا کلمہ ہو جائے تو اس پر پردہ رکھنے کی کوشش کرے اور اسے رسوائی سے بچے۔

آپ ﷺ نے اس امر سے لاکھ تعلق کو بڑی موثر اور معنی خیز مثالوں سے سمجھایا ہے۔ آپ سے ارشاد فرمایا کہ باہمی محبت اور تعلق میں اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ اگر ایک عضو بیمار ہو جائے تو پورا جسم بے غری اور بے حال ہو جاتا ہے۔ (بخاری، حدیث نمبر ۵۸۰۰، مسلم، حدیث نمبر ۵۸۰۰) اس تشبیہ کی سہولت پر غور کیجئے جسم کے تمام اعضاء، کہاں اہمیت اور حشمت کے حامل نہیں ہوتے۔ وہ غلو سے جسم کا شاہ ہے۔ جس کے چھوڑ دینے اور ہٹانے پر جسم کا ہر اعضاء کام نہ کرے۔ اور ہر صفت متحرک ہونی سے، قلب پر سے ہونے کے لئے پورا باقی ہے اگر یہ کسی جسم کو خوں کی سپلائی چھوڑ دے، تو انگوٹھوں میں اس صفت کی موت واقع ہو جائے گی۔ پھر اس سے صفا میں بھی بچہ زیادہ اہم ہیں۔ اور کچھ کم لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ اگر انگلی کو تکلیف ہو تو دل اور دماغ بے سوچے کر ایک حقیر عضو کے لئے ہم کیوں جتنا بے رنج و محن ہوں۔ اور پاؤں یہ نہیں سہتا کہ کلب انگلی کی سے، ہم کیوں وہ نہ کا پکڑ لگائیں؟ یہاں تک کہ اگر بائیں جھڑت سے زیادہ کٹ جائے تو پورا جسم اس کی تکلیف

محسوس کرتا ہے، اور یہ ہے کہ زبان جو ہیں ہی لٹھ کے لئے جس کے کھٹنے سے جسم کو کوئی گزند نہیں پہنچتا وہ بھی انسان کو محسوس ہوتے ہیں تو جیسے جسم کا ہر عضو دوسرے کے قلم میں شریک ہے، اس میں جس تک کا تعلق باقی ہے، نہ کسی عضو کا کم اہم ہونا رکاوٹ ہے، اسی طرح پورا "اسلامی جامعہ" ایک دوسرے کے لئے لائق محبت ہے کوئی مسلمان غریب ہو، ان پڑھ ہو کسی اور مسلک کا حامل ہو، کسی دوسری جماعت اور تنظیم سے تعلق رکھتا ہو، کسی اور علاقہ یا کسی اور ملک کا رہنے والا ہو، مجلس اس فرق کی وجہ سے اخوت اسلامی کی آگ بھج جائے، اور انسان اپنے ایمانی کے لئے محبت کی شبنم بننے کے بجائے نفرت کا شعلہ بن جائے، یہ یقیناً ایمان کی کمزوری کی بات ہے، جس شخص کا ایمان جس قدر توکی ہوگا، اسلامی اخوت کا جذبہ اسی قدر اس میں موجزن ہوگا، ورحمہم ایلہی جنتی کم ہوگی بخصیات اور رنگ نظریاں اسی قدر اس کے سینہ کو اپنے لئے پناہ گاہ بنائیں گی۔

دوسرا مسئلہ جس نے اسلامی رشتہ کو ایک اور مسئلہ سے سمجھا یا، آپ سے فرمایا یہ پوری نصف ایک عمارت کے دو حصے ہیں، جیسے عمارت کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے، اسی طرح اس قصر اسلامی کی ہر لبت دوسرے کے لئے تقویت کا سامان ہے الموصوف للوصف كالاجتماع بقصد بعضه بعضا (مسلم حدیث نمبر ۲۵۸۵) یہ مثال بھی جڑی ہی مٹی اور چٹم کشتا ہے، عمارت کے تمام اجزا قوت اور اہمیت کے اعتبار سے ایک درجہ کے نہیں ہوتے، عباد کی اہمیت سب سے زیادہ ہے، پھر ستون ہیں، اس کے بعد چھت ہیں، دیواریں اور فرش بھی عمارت کا حصہ ہیں، عمارت کا ایک حصہ وہ ہے جو لوگوں کے سر پر سایہ قلن ہے، اور ایک حصہ وہ ہے جس کے قدموں کے نیچے چھو رہا جاتا ہے، عباد کے پھر نظر نہیں آتے، اور نہ پائش و آرائش کے لئے کمرے کئے گئے گنبد اور عینا دوزخ سے دعوت افکار دیتے ہیں، عباد اپنے آپ کو نیچے رکھ دوسروں کو سر بلند کرتی ہے، یہی حال اس امت کے افراد کا ہے، کوئی زیادہ اہم ہے اور کوئی کم اہم، کسی نے ایک کام کو سنبھال رکھا ہے، کسی نے دوسرے کا سونپا، کسی نے خود کو کمانی کے بار میں

ڈن کر کے دوسروں کو سر بلند کر رکھا ہے، لیکن سب ایک دوسرے کے لئے معاون و مددگار بھی ہیں، اور دوست بھی، مگر دیوار کی ایک اینٹ نکال دی جائے تو پوری دیوار خرد ہو جاتی ہے، اسی طرح امت کے کسی فرد یا گروہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے، کہ یہ سب ایک دوسرے کے لئے قصوب کا سامان ہیں، نہ ایک دوسرے کی مدد کے لئے ہی پوری امت کا بقا اور اس کا تحفظ ہے۔

اسلام نے اس رشتہ شخوت کو ناقص و مضبوط اور مستحکم بنایا کہ تاریخ سے بزرگ وقت میں بھی مسلمان نے اسے پار نہ کیا اور سہولت دوسروں کو کسی مسلمان گروہ پر ان سے اختلاف کے باوجود دوست و رازداری کی اجازت نہیں دی، حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں ایک سے زیادہ جتنیں ہوئیں، درمیوں نے ان کے خلاف سے فائدہ اٹھانا اور حضرت علیؓ پر بیاضا کرنا چاہا، حضرت معاویہؓ سے فرمایا کہ اگر تم نے حضرت علیؓ کی طرف ترسلی نگاہ سے بھی دیکھا تو میں تیری آنکھ نکالوں گا، یہ نہا کر علیؓ کی ہونج کا پھل پانی میں بھول گام، یہاں سے عہد خلافت میں جب انہیں پر ہونا میری حکومت قائم ہوئی، اس وقت بھی جیسا میرا ہے، وہیہ سے تمہارے کی پیشکش کی، لیکن اس کی بادشاہ نے اس پیشکش کو مسرور کر دیا۔

صلیبی جنگوں میں شکست کے بعد سے ہی ہندوستانی نے محسوس کیا کہ جب تک اسلامی اجماع کے اس جد یہ بیکراں پر پیش نہ چلا جائے، مسلمانوں کو رو کر شکن نہیں ہوگا، چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اس مقصد کے تحت ترقی سرخوردہ کے نگرے ختم کئے گئے، اور عدالتِ عالیہ کے قیام کا عظیم سرخی پیش آیا، اس حقیر کے خیال میں یہی اقتیاد سے رسول اللہؐ کی افات کے بعد مسلمانوں کو سب سے بڑا نقصان دہ وقت ہے، ہو ایک حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں عرق اور شام میں دو الگ الگ مسلمان حکومت کا راجہ، جو ایک ہی وقت تک عالم اسلام کی تحریک کا کون تصور ہی نہیں کر سکتا، اس تسمیرے بعد کو چل کر آج تک مسلم مملکتوں کے حوزہ کو تصویریت پر نیپال، اردو، کے مختلف حصوں میں خلافت اسلامی سے آزاد مسلمان ملکوں کو تو بننے لگیں، خود ہندوستان

بھی اس کی ایک مثال ہے جہاں بعض "ہم" محسوس ہوتے ہیں۔ ائمہِ علمائے اسلام پر ہمارے ساتھ اور جن میں سے ہم ہیں اور جہاں پر ہمارا ساتھ تھا تو وہ بھی نہ گئے نام حلیف سے کوئی حقیقی رعب و وحشت نہیں ہوتا تھا۔

اور اہلِ طاغوت و ظلمات کا یہ حال ہے کہ ان کے پاس جو بھی ہو، جس کی ہر سال وہ مسئلہ کی ایک وحدت، قومیت اور مملکت کا ایک جان نہیں، وہ یہ ہیں جہاں کیسے مسلمانوں پر کوئی اقتدار ہے۔ مسلمانوں کی نگاہ میں طاغوت کی طرف اٹھتی تھی، پورے مسلمانوں سے اس کی ترجمانی ہوتی تھی، یہ ایک وطن ہیں جس کو سونا و چاندی یا کے بکھرے ہوئے مسلمانوں کو ایک جھنڈے کے تحت آ کر جمع تھا، اس قومیت وہ اس دور نے دیکھ کر غیب اور ترکِ قائمیت کے نہیں سمجھا، اور مسلمانوں نے اشارہ دے طاغوت قسم کر لی تھی، پھر اس اسلامی احاطہ کے اندر ہر دور کے مسلمان کے لیے نیرازہ کو مسٹر لے کے لئے مسرب سے ملے پرستی کی کاشت لگائی، اور سے خوب کیا کیا کیونکہ یہی وطنی قومیت کا جذبہ ساری فہمیت کا بدل میں لگنا تھا، نتیجہ ہوا کہ شام، عراق، ایران، کی عراق اور پورا عالمِ اسلامی کو بے تھک لے ہوا کہ وہ دنیا اور تاریخ کو مشرب کے لئے پوری اختلاف ہے، اور اس نئی مملکت کے، اور مسلمانوں کی مین پر غاصبت کا بھی وہ دوسرا مسئلہ تھا کہ یہ ہے، اور انڈیا، اور ان میں مسلمانوں کے حکومتوں کے خلاف مرتد مسلمانوں کو دیکھا، چائے اور لجزائر میں ایک صوبہ حکومت کو ملا وہ تخت اقتدار سے تختہ دار پر چڑھا یا جائے تو یہ بڑے بڑے تھکے اور مسلمانوں کے لئے خود سامانہ اثرات سے، اور یہ بڑے بڑے بڑے اور دیا جائے، جس کے اندر سے نانا نیا مچھلی کہ کوئی زبان بھی اس سے نکلا۔ جس سے ہر مسئلہ

جس احاطہ اسلامی سے محرومی اور قومیت ایرانی سے بچہ کی کاشت ہے۔ اس سے رہا۔ یہ قسم کی ہوئی اور یہ بات ہو گئی کہ ان کے مسلمانوں کے سامنے کچھ اور خطوں کی اصطلاحات ہیں۔ پچھلے کے۔ یہ خرویدین ختمیہ اور مسلمانوں کی تفسیر سے رک خاص اٹار لی، یہ پھر عیالِ ظہیر یا ایہائی دشمنوں کو دیکھا، یہی تھی، اس میں کہ مسلمانوں

میں بین الاقوامی سطح سے کر ملک دریا ست، سطح اور شہر کی سطح تک علاقہ پر ہی کا حرج
 پور ہوتا ہوا رہا ہے جو قومیں دریا کے کناروں کی طرح ایک دوسرے سے نہیں مل سکتی
 تھیں، وہ تو آج ایک دوسرے سے ہم آغوش ہیں، اور جو دستہ واحد بنائی گئی تھی،
 اس کا عضو، عضو ایک دوسرے سے اس طرح روٹھا ہوا ہے کہ ایک کی سمیت دوسرے کو
 ٹکڑا نہیں کرتی۔ عیا عیاء و یا عجباہ !

()

حصہ دہلی میں بھی رہ گیا ہے۔ سرپردشا ملک کی اہم ترین رہائش گاہ ہے۔ جہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب بھی قابلِ غماز ہے۔ لیکن ریاست کے مظاہر میں سے ایک شہر بھی مسلمانوں کی اہم نہیں۔ کرنی کشتہ مسلمان بھی کون رکھی، جی، ڈی، ڈی، ڈی مسلمان نہیں، ملک میں خوشگوائے ہوئے شخص ہیں۔ ان میں سے ۱۹۳۷ء اور ۱۹۴۷ء میں مسلمان صوبہ چاہی۔

اس ملک کی دوسری بڑی اہمیت میں نہیں صورت حال یہ ہے کہ ہم سب سے بے دردی سیاسی قوت ہیں، ہندوستان میں سکھوں کی آبادی کا تناسب وہ حصہ ہے اور مسلمانوں کی آبادی کا تناسب حکومت کے بیان کے مطابق بھی ۳۷ فیصد ہے، جو عیناً حقیقت پر ہر دو اٹک کے مترادف ہے لیکن ملک بھی اپنی ایک سیاسی قوت سمجھتے ہیں، اسی طاقت کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۴۷ء اور ۱۹۴۸ء کے فساد میں ۷۷ لاکھ سکھوں کے قتلوں کو اسوں نے سر نہیں رکھی اور ایک سختی کا ماحولہ وہاں ہی لاکھ مظلوم کر لیا، لیکن مسلمانوں کو فسادات میں جو نقصان پہنچا، بعض نوڈت تحقیقات کمیشن قائم ہوئے لیکن اس کی رپورٹ پر بھی غصہ نہیں ہوا اور سختی کے سوا اسے سلسلہ میں شری کرستار پورٹ کو تو نہایت ہی بے شری کے ساتھ حکومت جبر و غلبے سے روکنے کی توکری میں، اس کا اور مسلمان کچھ نہیں کر سکے۔ یہ طاقت نفس یا ہی بددلی کی وجہ سے ہے۔

آخر جو قوم صدیوں اس سر زمین پر رہاں والی کر چکی ہے اور جس کی عزت و شوکت کے نقوش اور شرافت و نہایت کے خلوں میں ملک کے چہرے پر ثبت ہیں، آج کیوں دھبہ و گھٹا کے اس ماحولہ میں بیچ بکلی ہے اور وقت کی جھوکیں بھی اس کو خواب خرگوش سے بیدار کرے جس کا کام ہمارا ہے؟ خود کو یہی تو ان سب کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے خدا سے ہتارت کر رکھا ہے، وہ فرقہ بندیوں اور ذہنی بدلتوں نے ہمیں مسلمانوں کی طاقت رکھنے کے باوجود غلطوں میں قید کر دیا ہے، ایسا طرز جسے دھوپ کی لگی کی قدرت اور ہوا کا مسموم ماحولہ کا بھی وجود سے محروم کر سکا ہے، ہجرت کے پندرہ سال عرصہ حد کا واقعہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کو ایک گونہ بریک سے روکا

اور پڑا اور حرمی پہ جاں بحق ہو گئے مگر اس کے تفصیل سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے قرآن میں اس غلگشت کے اسباب اور اثرات کا تجزیہ بھی کیا گیا ہے کی واقعہ کے پس منظر میں مدد ملی کا رشد ہے۔ انحصاراً بہ حیث اللہ جسمہ دار لا یندر قلوبہ انہم لیسوا یعنی اللہ تعالیٰ ہی کو مصیبتی سے خود پہلو ہرگز یوں میں بٹھے سے بچا۔ اللہ تعالیٰ سے ایک ہر موقع سے بھی ہر نامہ دیکھیں کہ نہیں میں جھٹکا نہیں کہ یہی بڑا سہارا ہے۔ کالی اور نیکیاں کا پیش مسہرے گا اور تہا ربی ہوا العزیز نے کی ولا سدا عمو انصوا اور تہا رب

وہ حکم (۱۱۱۱)

اس میں شیعہ ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کی بدورتی، بحیثیت قوم سے ان کے و قس اور انہیں کا اصل جب تک آپنی روح و اسباب و ریکھرا ہے۔ ہمارا اہل حق اور انکا عیسیت میں تو ہمیشہ اور ہر حال میں ضرورت سے انہیں ہندو سہاں کے مسلمانوں کے سے مع کے ساقی میں منظر میں یا قی پوری ضرورت ہے کہ شاید ہی کبھی اس قدر ضرورت با ہو۔ فرقہ پرستی کا جھگڑا لگتا نہیں ہر پہلو چھلک رہی ہیں پورے ملک کے اقلیت پر، عیسائی شیعہ پہلو چاہتا ہے، شار و صوبہ اور مشرق و مغرب کا کوئی فرق نہیں، پڑھے لکھے لوگوں، دانش و دلاور و جملہ قوم سب پر فرق پرستی کا نشہ مایچھانا جا رہا ہے خود اس آتش فشاں سے جو دواؤں سے دلا ہے یقیناً مسلمان علی اس کا شہ ہیں، اور دہائی مغلوں میں متحد رہی اور اشتراک و اتحاد کے سوا کوئی در تھکا نہیں جن کے دیر میں اس فتنہ کا متہ بد کیا جائے گا اور اس ملک کے اس اقلیت کی حفاظت ہو گئے۔ یہ سیلاب، آٹھ چار کہ تیرے کہ اگر مسلمان اس کو روکنے میں کامیاب نہ ہو گئے تو یہ صرف مسلمانوں کے جہاں و مال کا نقصان کی تہذیب و ثقافت اور مذہبی وجود بھی خدا کو مستور و راز بار خفا غماز است ہا

لے جائے گا

اسلام میں اتھار امت کو جو بیت حاصل ہے وہاں انکا نہیں، بہت کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسی چیزوں کی احکامات دی جو عام حالات میں مانہ جسے خدا کبیر ہے، جھوٹ بدتر ہے گناہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی

قد رخصت فرمائی ہے، لیکن دوسلوں میں اختلاف کو دور کرے اور شکست دلوں کو ملانے کی کوشش سے آپ سے بھڑبھڑانے کی بجائے عزت دی، جب وہ اشخاص و افراد کا بیان کرتا ہے تو ہم پر اختلافوں کے دوسروں جیسا کہ وہ خود بھی لکھتا ہے کہ ایک صف میں کھڑا کر کے، ہم ٹھیک ہو جائیں گے، کس کے لئے تو شیخ سے بھڑبھڑانے کی بجائے عزت دی، طرح نہایت سے درکار اور برائی کے خلاف، دارالافتاء مسلمانوں کا یہی اور حق فریضہ ہے، لیکن حلال بھی جسے الحکمہ قرار دے اختلاف کا، عت بن جائے اور اندیشہ ہو کہ اس سے ملت کا شیرازہ بکھر جائے گا تو اسے موقع پر آپ نے وقتی طور پر نہاں کرنا بھی کر دیا اور حق پر قائم رہنے کا حکم دیا، آپ نے ایک بار حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ایک وقت نہ گنا کو تم پر ایسا ہوا، مسئلہ ہو چکا نہیں گے جو تم سے وصول کریں گے اور اپنی عیشت و شہدوں میں حرج کریں گے، ایسے موقع پر تم کیا کرو گے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں اس کو تکب مشر سے سیدھا کر دوں گا، آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، بلکہ اس وقت کا انتظار کرنا جب تم بھی اللہ سے انتظار دے، یہ اسرار بھی غلط و بیوی یہ حکم شکن اور برائی کو رکنے میں ایسے وقت سے کام نہ لیا جائے جو امت میں حرج اور اختلاف کا باعث بن جائے، بلکہ ایسے موقع پر صبر و تحمل اور بردباری کا اور مستانتہ دیکھا جائے، عداوت سے گلے کو باندھ کے پیر کر دیا جائے کہ وہی اہم ہوا لیکن ہے۔

معلوم ہے کہ عمر یا کو امام متقدمین کی نذر کا حدس ہے، اس لئے امام کی نذر کا نہ ہو جائے تو مقتدی کی نذر آپ سے آپ کا نہ ہو جائے، اور شلہ ہے الاسلام خاص، اس لئے امام کو بہتر سے بہتر توصیف کا حامل ہونا چاہئے، وہ صاحبِ علم ہو، عمدہ قرآن پڑھتا ہو، ورع و تقویٰ کا حامل ہو، لیکن عمر کوئی خراب شخص ہی امام بن جائے اور اس کو ہانے میں قتل و تشدد کا اندیشہ ہو تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے پیچھے بھی نہ ہر پڑھی جائے، صدقاً خلاف کل بر و فاسد، گویا امام کا نصب نہ بہتر ہونا امت کے اختلاف و امتحان اور نزاع و افتراق سے کمتر ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امت کی وحدت اور اتحاد عین کو برقرار رکھنا کس قدر اہم اور ضروری ہے۔

ہادی بد قسمتی یہ ہے کہ ایک تو ہم چھوٹی چھوٹی عمریوں میں بنے ہوئے ہیں اور
 باہم دست و گریباں ہیں۔ دوسرے مسلمانوں میں بڑے بڑے کچھ کچھ وادارہ بشعرونگ اس
 بات کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ وہ مسلمانوں کے ایسے مختلف کو دور کرنے اور ان کے
 درمیان صلح کرنے کی کوشش کریں، حالانکہ مسلمانوں کے درمیان صلح تمام اوقات کی، یہی
 کہہ دو تو اس کو ضرور کرنے کی سہولت بھی ہوتی ہے، کئی اوقات میں سے ایک ہے۔ ہوں
 اللہ کے نزدیک نماز میں جماعت کی کس قدر اہمیت تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا
 جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے عرض و اوقات میں بھی جب بالکل مجبور ہو گئے تھے ہی آپ کی
 جماعت فوت ہوئی، لیکن قہر و عروس خوف کے مسلمانوں کے درمیان صلح کرنے کے لئے
 آپ کو سجدہ تحریف آدھی تک تاخیر ہو گئی، تاخیر کے باعث حضرت ابو بکرؓ مٹا دیا گیا،
 بعد میں آپ شریک جماعت ہوئے، بخاری میں ہے، یہ سہ ماہی انحضرت، یہ جماعت اہم ہے
 مبارک کام ہے، جس کی طرف مسلمانوں کے وہ باب حل و عقد کو توجہ دے کی ضرورت ہے۔
 اتحاد اس طرح نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص یا کوئی عظیم سوچنے والے کو تو سبک اپنے
 وجود کو اس کے وجود میں نہ کریں، اور اس کے تابع ہو کر اتحاد قائم کریں، اس کی تنظیم اور
 جماعت کو پامال کر دینا نہیں چاہیے، خیال کرنا قیادہ و دوسری اور خوش فہمی کی بات ہوگی،
 اتحاد کی قیادہ نہیں ہو سکتی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے وجود کو براہ راست کرنا بلکہ ایک دوسرے
 کے کام اور طریقہ کار کا احترام کرنا چاہیے، مگر کام کے میدان الگ الگ ہوں تو اپنے
 اپنے دائرے میں رہیں، دوسرے کے کام کو بھی قدر و منزلت سے دیکھیں، دوسرے کے کام کو
 میدان میں کام کر رہے ہیں تو اس میں بھی تقسیم ہو سکتی ہے مثلاً اگر ایک شہر میں دو مسلمان
 بیانیہ جماعتیں ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ اس شہر کے حلقہ ہائے انتظام کو باہم تقسیم کر لیں
 تاکہ مسلمانوں کا وہاں ہونے والے اپنے اور ہمارے اختلاف فرق پرست طاقتور کو خاندانہ
 جو نہجائے اس کے لئے اپنی تہ کو قربان کرے، خود پر ہی کے خوف سے باہر آنے اور
 جرات مندی کے ساتھ حقائق کو دیکھنے کی ضرورت پڑے گی، لیکن اگر ہادی سیارہ جماعتیں
 اس پر تیار ہو جائیں تو یہ نہایت ہی اہم قدم ہوگا جس میں ہمت کی سرفروشی بھی ہے اور ان

جہانوں کا رہنے والا۔

ہندوستان کا سیاسی خدو اس وقت جس تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے وہ اعلیٰ کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ ایسے لوگ جن کا ایک سا کھ بیٹن، سال ۱۵ سال پہلے، مگر سمجھا جاتا تھا، ماسک جہانیں جس کے اشتراک کا چہ ہفتوں پہلے تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، وہ آج ایک دوسرے سے مکمل تیر اور سیاست کی بوسہ پر ایک دوسرے سے ہاتھ دکر کھڑے ہوئے ہیں، پھر مسلمان، بن میں اتحاد کی کتنی ہی ایجادیں موجود ہیں، کیا وہ اپنے اختلافات کو بھلا کر ایک ساتھ ہیں جتھے کچے؟ مصیبت اور پریشانی شیر و کھری ہو، مہانہ اور شوے کو بھی ایک جگہ جمع کر دیتا ہے، لیکن کیا ہم اس قدر بے حس اور بے شعور ہو گئے ہیں معاشرت کے حرم میں اور لاپٹی ہیں کہ یہاں بے ادب اور طولانی بے درمیان بھی ہم کو متحد نہیں کر سکتا؟۔ شریہ و مافوق کی روح ہم پر فوج کماں ہو، اور استفسار گردی ہو کہ

مشتت ایک جہان قوم کی، مخصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نیا، دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کھنکھ اور کھنکھ ذہن ہیں؟
کیا سب سے مہیا چنے کی مینیاں ہیں؟

(۷ مارچ ۱۹۹۹ء)

بات کہنے کا سلیقہ چاہئے

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں قسم قسم کی مخلوقات پیدا کی ہیں تاکہ ہر ایک کو اپنا راز و خواصورت سے خوبصورت تر، انسان کا بیان سے متعلّقہ میں کثرت محسوس ہو سکے۔ اس کو نہ باتیں کا دل میں اوس حاصل ہے۔ شیر کی قوت۔ نہ ہرن کی تخیلی آنکھیں۔ نہ چیتے کی طرح خوبصورت نقش و نگار کا بھرجن جو رنگ گلاب کی ہی خوشبو کی۔ لیکن اس سب کے باوجود پوری کائنات کو یا اس کے شادوں پر دم کرتا ہے اس کی وہ حسرت کی ہلکا ماری صفا جیتیں ہیں۔ انہیں اختیار کی مصلحت میں ایک لاکھ بار بیان کی قوت ہے۔ قرآن مجید نے انسان پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی احسان کا ذکر کرنے سے فرما دے کہ ”اللہ ہے اسی کو جان سکھا۔“ (ہرمن ۳) ”مخلوق کے راز پہ مقصود کا ظہار اور حیل و تدبیر کو لفظ کا جادو پرت،“ انسان کی اسی صلاحیت سے کہ شاید ہی کوئی مخلوق میں اس کی ہمسری کر سکے۔ شیر جنگل کا دشاد کہلاتا ہے۔ لیکن بھی اس نے ازار میں نہ طرہ جوت جلوس، اور نہ بھی اس نے اپنے خطاب شادابی سے اہل جنگل کو فو ادا ہے۔ مگر یہ محترمت مان ہیں کہ ان کی تقریریں، نعروں، مشاعروں اور غلوں نے پوری فضاء کائنات کو اپنا امیر بنالیا ہے۔ اس لئے ہاں وہ قوت جان احمد کی بڑی محنت ہے

قوت جتنی بڑی ہوتی ہے۔ اس کی قدر دانی بھی کسی حد سے واجب ہوتی ہے، اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جو میرے لئے دو چیزوں کی خدمت لے میں اس کے لئے حد کی حفاظت کروں گا ایک زبان۔ دوسرے نفسانی خواہشات“ ”زبان کو قابو میں رکھنا میرا شواہد ہوتا ہے اس لئے کہ منہ گاہ سے ایک قالی خدمت کے ساتھ پریشانی اور خطرات کو

بھی ادش ہدش رکھا ہے، چہرہ چوری کرتے ہوئے غفرات سے گزرتا ہے اور مشقتیں اٹھاتا ہے، رازوں و رنجوں میں اپنی جان بھٹکی پر لے کر نکلتا ہے، لیکن رہاؤں کے گناہ میں نہ جلی خرق ہے نہ مشقت، اور نہ دنیا میں دیاں اہاں کا خطرہ، اس سے ایسے لوگوں کو جی نہ ت ملتی ہے جن کو کوئی کام نہ ہو۔

دیان بگڑے ہوئے مطہرات کو سلجھانے کی بھی صلاحیت نہ ملتی ہے اور اچھے خاصے ماحول کو بگاڑنے کی بھی، دیاں کے ایک پول ہی سے شے بنتے بھی ہیں، وہ بنے مائے رہنے فوٹے بھی ہیں، ایک ہی بات کو دو طرح سے کہا جاسکتا ہے، ایک اہلِ ادب کا ہے اور دوسرا بے ادب کا، یہی ہے حضرت عباسؓ سے پوچھا، آپؓ نے جیسا رسول اللہ ﷺ سے جیسا پوچھنی قصود تھی اس لئے سید عاصمہؓ جواب یہاں کہیں دے گئیں، لیکن حضرت عباسؓ نے یہ نہ کہا، فرمایا ہے آپؓ سے پوچھا، ”ہو اکتھو و انا امس“ حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے دیاں مومنانہ فرستے مطہر تھے تھی، مکی سو قہر حضرت عمرؓ کی جو رائے تھی، اس کے مطابق آیت قرآنی نازل ہوئی، حضرت عمرؓ نے خوراس کو جان کیا ہے، کوئی کم فہم ہوتا تو کہتا کہ فلاں فلاں بات میں اللہ نے میری موافقت فرمائی ہے مگر حضرت عمرؓ کا کہاں ادب کا حد ہو، فرمایا کہ میں باتوں میں میں نے اپنے رب کے کتھا کے موافق رائے اختیار کی، تو اہلست وہی ملی نہایت ”کتنا ادب جہاں تھرو میں“

سب سے بڑھ کر ادب سے محمود، بان اللہ کے پیغمبروں کی ہوئی ہے، کیوں کہ

مکتبہ او مکنتہ اللہ بود

مگر چہ از سلطون عبد اللہ بود

قرآن مجید میں غرور سے حضرت ابراہیمؑ کا مکالمہ نقل کیا گیا ہے، حضرت ابراہیمؑ نے اس حکا کر میں اللہ تعالیٰ کا تعارف کراتے ہوئے امر شام فرمایا ہے کہ میرا خدا وہ ہے کہ حسبِ ہمارے تاہوں تو وہ مجھے شکار بنا ہے۔ ”ویدا مر منت فہو و شجہی“ (الشعراء ۸۰) غور کیجئے کمال میں تو یہ باری بھی اللہ کی طرف سے ہے اور شکار و صحت بھی،

نہیں ہے۔ یہی ہر جہاں ایک کیفیت ہے۔ ہمارے قدموں پر حرفوں کی نسبت سے
نور ہمارے اسی طرف سے کی غلطی میں شرکاءوں پہلے میں اس لئے اس وجہ سے کہ
عقل کی طرف سے ہے۔

تفصلاً یاد صرف انداز اس سے ہوں ہی سے ماحول منسوب نہیں، اس کی
صورت ایک نماں کی دوسرے سانس سے باہمی مفقود میں بھی ہے۔ ہاں، غلط تھا
مقدم ہے اس میں کسی قدر محو، ہمارا احترام ہے۔ لیکن اس کا ترجمہ، "پہلی جہز"
سے کیا جائے تو طبعی طور پر اس کا نماں بھی گراں تر بنا ہے۔ موش عقلی کے ساتھ اس وقت
وہ ہے جو تو صرف اس سے بھی گراں تر ہیں۔ یہی لیکن بد ملطفتی کے ساتھ تحریف
سے بھی گالی ہوئے کا ہمارا گروہ ہے۔ جھگڑا کوئی کی رائے کے خلاف کرنا، اور آپ
ہوں میں کہ نہیں تو عقل ہی نہیں ہے اور وہ یہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عقل کا قائل قبول
ہے تو "تو تو میں میں" ہے۔ پھر کہ جب ہاں تب بھی طاعتی سے ملے اور اس
ساتھ اس طرح کہہ جائے کہ "تو تو ماشا اللہ مجھ کو اور وہی رائے آئی ہیں۔ مجھ سے زیادہ
عقل مجھ کو دیکھتے ہیں، لیکن اسے ایسا ہی کہہ رہے ہیں اور نتیجہ یہ کہ جس بری عقل میں
اس لئے اس وجہ سے کہ بات میں وہ مناسب ہوں نہیں ہوتی تو خلاف میں شدت بھی
پیدا ہو سکتی، دوسرے شخص نے اسے اس رائے و قاعدہ کا مسد بھی رہے کی رائے کے
کئے آپ کی رائے کی طرف، چونکہ یہ اس میں ہوگا اس لئے حضرت پھر وہ شعر مجھے دیا
پسند ہے اور وہ یہ ہے کہ بھی پسند ہے۔

بات نہ ہے بے سبب، ہو گیم

بات کر رہے کا سبب چاہئے

(۲۰ نومبر ۱۹۹۸ء)

اسلام نسل پرستی کا علاج

جنوبی افریقہ کے شہر دارین میں نسل پرستی کے موضوع پر اقوام عالم کی کانفرنس شروع ہوئی۔ اس وقت کے ساتھ جاری ہے اور اس کی خبریں روزانہ اخبارات کی شاہ سرخیوں کی غلغلہ میں رہی ہیں۔ یہ کانفرنس نسل پرستی کے ختم کرنے میں کس قدر مفید ثابت ہوگی، یہ تو وقت ہی بتائے گا لیکن صورت حال یہ ہے کہ عالمی طاقت امریکہ "یہ چوری دنیا میں انسانی حقوق کی حفاظت کو اپنی خود ساختہ عہد داری سمجھتا ہے" اس لئے کانفرنس سے باہر نکل آیا ہے کہ دنیا کی بدترین نسل پرست حکومت اسرائیل کے خلاف ایک حقیقت پسندانہ تجویز منظور ہوئی ہے۔ یہ کیا اہلیہ ہے کہ جو ملک دنیا بھر میں انسانی حقوق کا اصرار کرتا ہو، وہ خود انسانی حقوق کی پامال کا جرین مرتکب ہو، جو دوسروں کے یہاں پھرتا بھی چھا خا ہوا ہے خود اپنے یہاں اونٹ نکل جاتے ہیں بھی توئی تکلف نہ ہو۔

اگر تمام عالم حقیقت پسندی سے کام لیں اور ملک نظری کے غول سے باہر آ کر سوچیں اور دیکھیں تو عیسوی کریں گی کہ وہ نسل پرستی کی حسی دشواری سے دوچار ہو رہے ہیں۔ انسانی کے جس پیغام کی خواہش مند ہیں، اور اسلام کے دامن میں موجود ہے، سلام کی پیروی اطمینان اور تسکین کے بارے میں سوائی تصورات کا ترشمان ٹھیکر اسلام کے کاہن عظیم الشان خطبہ ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

”اے لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے۔“

کی اولاد ہو، اور آسمان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے، بلکہ کے نزدیک تم میں
سب سے زیادہ وسوسہ دار ہے جو سب سے زیادہ جتنی جو انہی عربی کو کسی بھی
پر قضیات نہیں ہے مگر تھوڑی کے ذریعہ۔

یہ کوئی معمولی اطلاع نہیں تھا۔ یہ ایسا انقلاب کی دعوت تھی۔ سر پہ فکر کے نزع کو
موت نے والی اور انسانی ذہن کو بھینچنے والی دعوت، رسول اللہ ﷺ جس وقت دنیا میں
تشریف لائے، اس وقت دنیا کی جن قوموں کا ذکر ملتا ہے، ان سب قوموں کی فکر اس پر تھی کہ
تصور پر قائم تھی۔

یہود و نصاریٰ کے بارے میں تو خود قرآن نے کہا ہے کہ وہ کہتے تھے، ہم اللہ کی
اولاد اور اس کے محبوب ہیں مولات المہود والنصارى معن ابناء الله واصحابه
(الحکیم: ۱۸) خود عربوں کا حال یہ تھا کہ وہ غیر عرب کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔
بھی (گوٹکا) کی تعبیر خود بتاتی ہے کہ دوسری قومیں ان کی نگاہ میں کچھ اور نہ مقام رکھتی
تھیں، خود عربوں کے مختلف شاخہ ان ایک دوسرے کے مقابلہ احساس برتری میں مبتلا تھے۔
اور وہ عبادت و بندگی کے موقع پر بھی اپنے آپ کو اس احساس سے فارغ نہیں کر پاتے
تھے، قریش کا حال یہ تھا کہ وہ حج کے موقع سے حرم سے آگے نہیں جاتے تھے، اور وہ
اسے اپنے مقام کے معافی جانتے تھے، کہ حرم و حرم سے باہر عزت تک جاسکیں، کھانا
دورہ اس لئے اونچا کر دیا گیا تھا، کہ عام لوگ کچھ نہیں، اہل نہ ہو سکیں۔ یہ سوچ بچ کا
تھوڑا دوسرے قبائل کے فوجیوں میں بھی اس طرح شواہد ملتا ہے کہ وہ بھی اپنے آپ کو قریش
سے کمتر خیال کرتے تھے، وہ طواف کے لئے ضروری سمجھتے تھے کہ قریش مکہ کے گزرنے پر
کری طواف کریں، یہاں تک کہ جن لوگوں کو قریش کے پہنچنے ہوئے کی خبر سے صدمہ آئی
تھی، انہوں نے طواف کرتے اور دن میں بار بار رخصت ہو جاتے۔

اہل یمن کا حال یہ تھا کہ شاہی شاہان کیسے دکھائی دے کر رہتے تھے، شاہ ایران کو
”خداؤں میں انسان کا قابل اور انسانوں میں مدد سے الہی“ کہا جاتا تھا، ہندوستان میں
بعض خاص لوگوں کی اور بعض خاص لوگوں کی مدد سے الہی کہلاتے تھے، اور ان کے قانون کی تحت

مسئلہ اولیٰ کو مستقل جو پر چار طبقوں میں تقسیم کروا دیا تھا، سب سے بالا ہی طبقہ ہر مسلمان
دوسرے چھتری تیسرے و چارویں طبقوں میں سے کسی ایک میں شامل ہونا چاہیے۔ یہی تقسیم
تھی جو ان کے درمیان میں قریب قریب قائم رہی۔ اس کی علت میں بتلائے جاتے تھے جو ہر مسلمان
نے اللہ کی وحدت سے ساتھ ساتھ حقیقی وحدت کا تصور کیا، اور قرآن نے صاف کہہ کر افسرے
تہ سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے، اور ایک ہی ماں باپ سے تمام اس نسبت کو تصور کیا
ہے، اخلعکم من نفس و حدة، و خلق منہار و جہا و منہ منہار و جہا
کثیرا و بعد الاجزاء ۱۱

رسول اللہ ﷺ کے اس منصب میں دوسری ہم پات جس کی طرف توجہ دانی تھی ہے
وہ یہ ہے کہ شرف و کرامت اور عزت و عظمت کا معیار انسان کا عمل اور اس کا کردار
"اکتساب" ہے۔ نہ کہ اتفاقا اس کا کسی خاص نسل یا خاندان میں پیدا ہو جائے۔ اللہ کے
نزدیک باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہو۔ جو قرآن نے بھی
اس حقیقت کو یہ فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جو عزت و کرامت دی ہے
وہ تصور سے جو ان کے لیے ہے، نہ کہ اتفاقا۔ اور خود ساری عزت کی وہ پادار سہم کر دینا ہے۔
اور یہ کو بائبل پر ہی کی شریک پریشان کرنے کے مترادف ہے

تیسری اصول بات جو قرآن سے کہی ہے، وہ یہ کہ خاندان کا مقصد تعارف
اور پہچان ہے، نہ کہ تفاخر اور یک دوسرے پر بڑائی جتانے کا ذریعہ۔ و شہود بانہی ہے
یا ایہا الناس انا خلقکم من ذکو و انثی و جعلکم
شعوبا و قبائل لعلکم تعارفوا (الحجرات ۱۳)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔
اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان رکھ دیے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو
پہچان سکو۔

رسول اللہ ﷺ نے جو اوداع کے موقع سے اسی حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا
وینک اللہ سے تم لوگوں سے روئے بائیت کا سبب اور آباء

و جدا پر فخر کرنے کو ختم کر دیا اب وہ تو موٹی مٹی سے یہ بیکاشلی
 گویا ماسیت کی تقسیم عمل کے اعتبار سے ہے کہ وہ ان کے قدموں سے، خاکوں
 پر سے اور چھلانے سے گویا ہر قسم کا، بلکہ ہر قسم کا پہچان و شہرہ کا وجود ہے، جیسے
 بچپن کے لئے مختلف افراد سے، مرنے والے حاکم میں مختلف ملاقاتوں، مختلف ماحولوں سے
 موسم یا جانے والے افراد میں، سوچیں گے کہ یہ ہوتا ہے، کی طرح یہ ماحولوں اور افراد
 کی مختلف اکائیوں کے، میں مل پرستی اور۔ ماحول پرستی کی ہر قسم کی بیوقوفی سے
 جو ماحول ہے، کہ وہ ماحول کی سہولتیں ایک دوسرے پر فخر کا سامان ہیں، اور ان سہولتوں سے
 عظمت و عداوت جسم سے عداوت ہونے والے ماحول کی طرف لگی ہوئی ہیں، قرآن سے اس
 کوئی فکر کی اصلاح کی ماحول میں کی دیکھتی ہوئی، مگر پر ہاتھ نہ تھا

پھر سلام نے سے مل کر بت کر دیا، مگر دیکھئے! حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھا
 اور سلام، غلام ہیں، لیکن حضرت عمرؓ سے اس کو نہ تھا اور سلام بر سر عام کہتے ہیں
 حضرت سلمانؓ، حضرت بلالؓ، میں ہیں لیکن آپؐ ان کو اپنے اہل بیت میں شامل فرماتے
 ہیں، مسلمانانِ معاصرین، ماحولِ طبیعت، عمرؓ کی امامت نہ رہتے سزاوارت ہے، آپؐ نے اس
 کے لئے مسلمانانِ معاصرین کو مسلمانانِ معاصرین کا اس حلقہ میں ڈال دیا، جس میں فرمایا، عباد اللہ
 اس ام مکتوم آراؤ، مگر وہ نہیں، لیکن پھر ماحولِ معاصرین، آپؐ نے اپنا ماحول ماحول کی مس
 من کو دیکھ کر گوروں کو دیکھا

عرب شہادت کی بیاد کے معاصرین، ماحول پر فخر و نسب کا بہت حال کرے
 تھے، آپؐ نے اس تصور کو بھی ماحول کی کوشش کی، حضرت عمرؓ نے اس عادت آپؐ کے
 آراء کو رد کر دیا، تھے آپؐ نے ان کا کارِ حضرت حبیب سے فرمایا، جو آپؐ کے
 پیروں کی راوی ہیں، اور جو بعد آپؐ نے نکاح میں لیں، حضرت مقدادؓ نے اس
 پر ہر قسم سے مہر و سواشم سے لے کر کچھ دے دیے، آپؐ نے ان کا نکاح اپنی بیٹی
 زینبؓ سے کیا، اور فرمایا کہ مقدادؓ، اور عیسیٰؑ کا گمان ہم نے اس
 طرح کیا ہے کہ مرقی شرف کا معاد قرآن پانے لیکر، اللہ کے حکم سے

ابنہ احمد مکرم خلفا (تقریباً ۱۳۷۷ھ) حضرت بلالؓ کو بھی اور جنتی ہونے کی وجہ سے لوگ اپنی لڑکی دیا جس کا بیٹا بنے تھے لیکن آپ ﷺ نے یہ سب نہیں دیکھا کہ عرب تہذیب و ثقافت کا مرکز تھیں۔ فرمایا: بطریقہ نے جو عیسائے کے یہاں نکاح کر دیا، آپ ﷺ نے انہیں نکاح کی رغبت دے دی ہوئے کر دیا کہ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں جنت و جہنم پیدا ہوگا والا فعلیہ و ممکن فعلیہ فی الارض و لعلہ کعبہ (تقریباً ۱۳۷۷ھ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی بہن سے فرمایا کہ میں تجھے خدا کا واسطہ بناؤں کہ کسی بھی مسلمان سے نکاح کر لو خواہ وہی ہو یا جنتی، (تقریباً ۱۳۷۷ھ) حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اپنی بہن سے حضرت بلالؓ کی شادی کی۔ (تقریباً ۱۳۷۷ھ) ان طرح کی کتنی ہی مثالیں رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ کے درمیان موجود ہیں، یہ نکاحات ہے کہ سلام سے پہلے عرب میں اس کا قصہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔

یہاں یہ ہے کہ صحابہؓ کے بعد علوم اسلامی کی جتنی بھی دستاویزیں ہیں ان میں غالباً زیادہ تر کثرتِ علمی عباد کی ہے، سب سے بڑے فقیر امام ابو حنیفہؒ بھی اہل سب سے بڑے محدث امام بخاریؒ بھی اہل سب سے بڑے علم کلام اور فہم کی حد تک ترین شخصیتیں بھی اہل سب ہیں، امام غزالیؒ بھی شخصیت جس پر علوم اسلامی کی تاریخ کو ناز ہے، علمی ہیں عربی زبان کے کئی حقائق اور اس زبان سے متعلق تو اہل کلام کے وہ امر جو گویا جہنم کا درجہ رکھتے ہیں، اکثر قاری اہل سب ہیں، خود بیویوں امام غزالیؒ ہیں، تفسیر کے بڑے ائمہ اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے اکثر ملاحذہ بھی نزدیکی ہیں، علوم اسلامی کی آہ و بیک اور ارتقاء میں آواز دہندہ علمی تلاشوں کا بڑا حصہ ہے، اس سے قبل نسب کے معاملہ میں اسلام کی بے تخصیص اور وسیع انگریز کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلام جہاں گیا، انسانی وحدت و اخوت کی سعادت اپنے ساتھ لے کر گیا، اس نے مظلوم انسانوں کو اپنے انسان ہونے کا احساس دلایا اور مختلف طاقتوں میں جن لوگوں نے اپنے لئے بڑائی کے بت روشن لئے تھے، ان کی جبروریا فی کی بجلی میں پسینہ والی انسانیت کو عزت و شرافت سے ہمکنار کیا، اور ان میں مقام و مرتبہ کا احساس چمکایا، جس کی

بارگشت آج چہدن دنیا میں محسوس کی جا رہی ہے۔ افسوس! مغرب آج تک فنی حقوق کے اس قسوں سے ماہر نہ آتا۔ ہوں گا فنی برتری کا احساس تو کل کی بات ہے، ہونگو حادثہ میں فنی تطبیق کی شرمناک اور غرت نگیزہ ہم کے طبقہ ابھی خشک بھی نہ ہو پائے ہیں۔ جس کے پیچھے درپردہ پوری مغربی دنیا تھی، اسرائیل اور یسوع میں ملی برتری کا حیاں کوئی ی پست نہیں، بلکہ باطل کی جہالتوں اور قرآن وحدیث کی صراحتوں سے ان کا یہ مزاج اندھاں پوری طرح واضح ہے، مغربی دنیا اگر اس سل پرست قوم کی پشت پر پہو چندان باعث تعجب نہیں، مگر سل پرستی تو مغرب کی تاریخ دہی ہے، یہودیوں کے علاوہ دیا کی سب سے بدترین سل پرست قوم بدعنوانوں کے برہمن رہے ہیں۔ جو کئی برسوں سے ایک بہت بڑے طبقہ کو غلام بنائے ہوئے ہیں اور اس ملک کی خندہ باب و شہت پر ان کی رادقی کے بغیر اس وجہ نماں ہیں کہ جنہیں سماں کرنے کی ضرورت نہیں۔ درحقیقت یہودیہ اور برصغیرِ ہند پرستی کا دھواں نام ہے، اور اسی لئے ان دنوں کی قربت دور افزاں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اگر دنیا کو سل پرستی کی لعنت سے نجات پانا ہے اور اس کاکات کو انسانی وحدت کے نغمے سمجھ کر مانے تو اسے رحمت عالم محمد ﷺ کے دامن سکون اور سلامی تقاضات کو نظر کا رہنا ہوگا۔ جس نے مانی وحدت کا کھلا بل شعور انسانیت کو دیا، جس نے عزت و شرافت کے معنوی اور کھونے معیار کو توڑا اور جس نے بتایا کہ اصل میں سل انسانی کا ایک ہی شجرہ طوطی ہے اور اس سے پھوٹے والی شاخیں جو لگ لگ ناموں سے موسوم ہو گئی ہیں، یہ شخص تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ تھا خد کا۔

(۲۰ ستمبر ۱۹۰۱ء)

گناہ پر نخر

قرآن مجید نے مختلف انسانی گروہوں کے حرج و مرج، دوران کی نفسیات پر روشنی ڈالی ہے، اور ہر ایک کے بارے میں دھنسی ہوئی بعض پرانگی دکھائی ہے، اس میں مشرکین کا ذکر بھی ہے، یہودیوں کا بھی، عیسائیوں کا بھی اور منافقین کا بھی، دعوت حق کے بارے میں کس کا کیا رویہ ہے؟ اور عہدگی کے مسائل کے بارے میں کس کے سوچنے کا کیا انداز ہے؟ قرآن نے اس کو سب خرابی سے بیان کیا ہے کہ آج بھی اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور اب بقی دیکھتے ہیں، کاجو سراج قرآن نے بنایا ہے، آج بھی شہری ثقافت سے محروم دیہات کے لوگوں میں پوری طرح وہ کیفیت محسوس کی جاسکتی ہے، یہودیوں میں مذہب کی ہے بنا، چاہت اور محبت سے لے کر خوف کی جو نفسیات جان کی گئی ہے، اسرائیل اس کی جیتی جاگتی مثال ہے، اور درہن ایک ایسا گروہ موجود رہا ہے جس کے ظہور باطن میں ایسا فاصلہ ہوتا ہے، جیسے دو یا تین دو کنارے، اور جن کی قربانیوں صرف وقت سے محروم ہوتی ہے اسی گروہ کو قرآن ”منافق“ سے تعبیر کرتا ہے، قرآن کی مافی حوروں میں ان منافقین کی بار بار مذمت اور بزدلی کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ اتنا مکمل اور بھرپور ہے کہ اس سے بہتر اس گروہ کی تصویر کس بھی جاسکتی

اسی طرح قرآن نے ایک ایسے گروہ کا بھی ذکر کیا ہے، جو عینہ دو تہ سچائی کی حفاظت پر پوری طاقت کے ساتھ کمر بستہ رہتا ہے، اس کی کیفیت ایسی ہے کہ گویا اس کے دلوں پر جھری ہوئی ہو، جس کے کان سر بند کر دیئے گئے ہوں، جس کی آنکھوں پر جھموت کا اتنا بوج پردہ ہے جتنا اسے کہ سچائی سے بالکل غرض نہیں، انا عظم الملة علی فلکوم پھندو

عمی سفجھنرو عمی الصبر من غشاوۃ، (اثر، ۷) ایسا کہ کران کے سینے میں دھڑکنے والا گوشت کا ٹکڑا رہی ہو، بے نیکی سمجھتے سے محرم کا ہاتھ کاٹنا اس کے پاؤں کی بے نیکی سمجھتے سے قاصر چاندیاں ان کے حلقہٴ چشم میں بھی موجود، لیکن بچاؤ کیلئے بے قاصر نہیں قطوب لا یصفھون بھلاؤ نہیں انعمی لا یوصرون بھلاؤ نہیں انہی لا یصفھون بھلا

قرآن کی ان تعبیرات کو اگر ایک فقرہ میں سمیٹ جائے تو یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس سورہ کے پاس اعتناء محکم ہوتے ہیں، لیکن یہ سمیر سے محروم ہوتا ہے۔ چھوٹے دل کے مر جانے کے بعد جسم ایک شاہد رہن کے لئے ایک بوجھ بن جاتا ہے جس کی مرعہ خمیر کی موت انسان کے ہر چھگی کالی جو مر اسایت کو مرگ سے محروم کر دیتا ہے اور غلاق، تھوڑی کی دیا کیلئے اس کا وجود ایک بار کران بن جاتا ہے، جیسے مراد جسم انسان کے لئے رہن کرکری ہے، اسی طرح بے ضمیر مراد خمیر انسان کی آسیت کے لئے رہن کا حال ہے، اور جس حد سے گئے اسے بھی جو ہر نفسی سے محروم کر دیتا ہے اور ایک ایسے جہد کو دہلا دیتا ہے، جو انسانی شکل و صورت کا رد دہلا دیتا ہے نہ کہ انسان۔

انسان حواس کا مجموعہ ہے انسانی ضمیر انسان کو اس کی خطاؤں اور غلطیوں پر منب کرتا رہتا ہے وہ غلو کر گیا کہ تا ہے لیکن اس کی پوٹ بھی محسوس کرتا ہے وہ کرتا ہے، لیکن ترسنا ہے، اور اپنے مراد کو جو کھٹکھٹا بھی کرتا ہے، مگر کوئی شخص غلطی پر غلطی کرتا جائے، لیکن اسے اپنی غلطی پر شہیدانی تک نہ ہو بھوکریں کھائے لیکن تا ہے جس کو نہ پھر کہ بھول سکے، بار بار کرے، لیکن اپنے مراد کو دہلا دینا تو یہ وہی ہے مراد تو وہی کہ وہ غلو ہے، اس کی علامت ہے کہ اس کے ضمیر میں کوئی رحمت حیات، وہی نہیں رہتی ہے، اس کے دلوں پر میرگ چلے ہے وہ اسانیت کے لئے ایک بوجھ ہے، وہ ایک مردہ لاش ہے جس کا نقصان صحت مراد اور باضمیر انسانوں کے لئے سراسر نقصان دہ اور مضر ہے۔

محرمات کے حرام رہا اور قبول و زیر اعلیٰ پچال حسب بھلا چاہ یہ سب سے زیادہ شرم "چھب فشر تریدہ مودعی" نے اس بیت کے قتل اور عادت گری کا جو عریان

تیس مرہ بین حرام میں نہ ہے۔ ان پر ہمیں اتنی مسرت اور عزم کا احساس ہے کہ اس کا وہ سر پر دو گھوڑوں (کاروانِ فخر) نکال دے ہیں، گو قتلِ اساتیت، فخر کیا جا رہا ہے اس سے زیادہ باعثِ شرف کوئی اور امر ہو سکتا ہے۔ پھر گواہ بننے کی پروا نہ ہو، گو پہنچ رہی ہو اور قتل کو اپنے جو غلط پر بھی بھیجنا ہوتا ہے۔ بہت سے حکمران اپنے خیراتی کاموں کی وجہ سے عسلی مرخص ہوتے ہیں، اور بہت سے شعوتِ انسانی کی وجہ سے خودکشی و شہادتت ہیں یا ان کا دماغی توازن متاثر ہوتا ہے، لیکن یہ ایسا شخص ہے جس سے یہ تذکرہ دل نیک شہید پھر نہیں ملتا ہے۔ جو اس سے کافی اور زیادہ سے بڑا ہے۔

دوسروں کو نصیر سمجھتے ہو، اپنی کسی بات پر خوش ہونے کی وجہ سے جو سب سے بڑا احادیثِ رس اور تمام روحانی یاریوں کی جڑ ہے، اس میں کو نصیر سمجھتے ہو، پتے کو پر ہونے والی کسی صحت کا اظہار فخر ہے، لیکن اگر فخر کی سرحدیں کبریت چاہتی ہیں، اسی لئے رسول اللہ ﷺ جب اپنی کسی صحبت و بیان فرماتے رہ رہ رہو، سو ہے وجہِ استقامت و واضح کرے پر ان کی طرف سے مامور ہوتا ہے، تو ساتھ ہی ساتھ فخر کی ٹہنی بھی فرماتے، چنانچہ وہ شہداء فرمایا کہ میں کو آدم کو سرور ہوں اور اس پر فخر نہیں، انا مسیح و ولد آدم ولا فخر، ہاں طرح رسول اللہ ﷺ نے آیا وہ جد و پر فخر کرنے والے تھے، فرمایا ہے اور حج کے موقع سے جو حج اسی طرح کی بات کرتے تھے، میں کو مسیح کہے، ان کی جڑ، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کا مزاج پیدا فرمایا، یہی اسلام کی تعلیم اور اسے مزاج ہے، کوئی انہی بات ہو تو اس کا سر خدا کے سامنے جھک جائے اور کوئی غلطی ہو، بھی نہیں ڈرنا، حد کے سامنے محدود رہنا اور مخلوق کے سامنے نہیں پرکھنا، اعتراف ہو، یہی جگہ اچھے فدا کی پیچیدہ ہے، پیغمبر اسلام ﷺ نے یہ احباب فرمایا کہ ہر خانہ خدا کا مرکب ہوتا ہے، جس میں بہترین خط کا رو سے حسرت کو اپنی غلطی پر پشیمانی اور شرمندگی ہو، کہن معنی آدم خطا، و خیر المخطئین، معذرت و انہ، راحہ انہی انسان اور شیطان کے درمیان اصل و امتداد ہے، یہ خدا کے ساتھ آم ہے، سے وہ اسی چوک بولی تو وہ امت سے پانی پانی ہو گئے، اور اپنی خوشی سے کہیں نہ کر رہے ہو، اور جب شیطان نے اللہ تعالیٰ کا دل ٹھس کیا، وہاں سے دم

اور پیشیاں جوئے کھاس نے عمیر اور فخر کا راستہ اختیار کیا اور اسی چر نے اس کو ہمیشہ کے لئے قاتلِ کائنات کی نظر میں محروم و معزول کر دیا، یہی برائی اور گناہِ گامی پر مذہب اور اعتراف کے بجائے فخر "ایلیسی مفت" ہے، اور کسی شخص میں اس کیفیت کا پایا جاتا اس بات کی علامت ہے کہ وہ روحِ اُحیثیت سے محروم اور حرائقِ شیطانی سے قریب ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کو بھی سوچنا چاہئے کہ انہوں نے آج فخر و کھنی کے جو بت تراش لئے ہیں، کیا یہ باقی مساعی فخر و اعزاز ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ توراتِ آج تار و تار میں جوہِ فخر و کھنی چکا ہے وہ پر شکوکہ و شک و توں پر فخر کیا جاتا ہے اور اسی حوائج کے لئے رات کی بھاری مقدارِ رجبِ افکار ہے، افکار کی تقریبات میں جس قدر دولت کی برائش مسلمانوں کے یہاں ہوتی ہے، وہ کھائے پینے کی دھنوں میں ہمارے یہاں جس نوع، اسراف اور فضولِ خرچی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور پھر اسے باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے یہ سب غلطی پر اعتراف کے بجائے غلطی پر افکار کی مثالیں ہیں، بدشعور اور کرپشن جس قدر کائناتِ شرمِ فعل ہے لیکن صورتِ حامل یہ ہے کہ بہت سے لوگ اس آمدنی کو بالائی آمدنی اور لوہے کی آمدنی کے لفظ سے ذکر کرتے ہیں، مگر باپ کو اپنے پال بچوں کی ایسی آمدنی پر شرمندگی اور سختی کے بجائے سہرت اور رجب کا احساس ہوتا ہے، اور جو شخص حلال پر قناعت کی وجہ سے سادہ زندگی گزارتا ہو اسے بے وقوف اور بے عقل یاد کیا جاتا ہے۔

سودی اداروں کی ضرورت نا جائز ہے، غلطی، وارکار، گناہ نا جائز ہے، لیکن لوگ اپنا اور اپنے عروج و دل کا فخر یہ نہ کر دیتے ہیں، کہ یہ غلط سودی ادارہ میں غلط عہدہ پر ہیں، قسماً اداکاروں سے ملاقات کو اعزازِ تھہرہ کیا جاتا ہے، مسلمان تحقیق انہیں اپنے سطحوں میں عزت کے احساس کے ساتھ مدعو کرتی ہیں، اور ان کی شرکت کی تشہیر کرتی ہیں، ظاہر ہے کہ یہ سب گناہ اور گناہ گاروں پر فخر کر کے بھی کی صورتیں ہیں، مسلمانوں میں شاید ابھی یہ باقی نہیں آئی، لیکن دوسری قوموں میں مغرب کے زیر اثر حسن کی نمائش کا جو ذوق چل پڑا ہے اس نے ساق کو اتارنا ہے جو کہ دیا ہے کہ والدین اپنی فرکیوں کے حسن کے عریاں ہونے پر خوشی میں بچے اور قسماً کرتے ہیں، "حسن بے پردہ" تو بوجہ عار تھا، لیکن مردوں کی نگاہ

فوائد کا سبق

مختبروں سے حلیہ قیام کے ساتھ بارہ ماہ اس مدت کو واضح کر دیا ہے کہ انہوں نے ملک کے ایک طبقہ کے ایک ملک پر ہندوستان کے ہندوؤں کی سرپرستی کی ہے۔ یہ تو قول نہیں تھا ہے۔ جو ملک کی ملک میں انہوں نے بھارتیہ کرنا کا نام دیتے ہیں جو ہندوؤں کی سرپرستی کی ہے۔ انہوں نے قومی و حاکمیت میں شامل ہونے کی جو جملہ کرتے ہیں انہیں پتا ہے کہ وہ انہوں کو اپنے پیش رو کے لئے عائد انسانی ہندوؤں کے لئے ہونے والے فرق پرست عناصر کی تصحیح کر دیتا ہے۔ انہوں نے انہوں کی سرپرستی کا حق دیا ہے۔

مکملات کے تحت میں نے جو سب ۱۰ ذریعہ کاغذیات ہے کہ وہ عوام سے زیادہ مسلمان موت کے گھاٹہ ڈال دیتے تھے۔ ان میں بڑی تعداد میں اور کمزور مصلحتیں بھی ہیں جو اسلئے کہہ دئے گئے ہیں کہ سب سے زیادہ تکلیف دہ اور بے رحمی۔ مہرقتہ اس کو زیادہ جلا دینا ہے۔ گجرات میں رہا تو یہی سفاکانہ طریقہ اختیار کیا۔ حکومت کے تحت قتل گلوں نے دہائی رشتی میں کئے جانے والے اس جو دشمن پر۔ صرف خاموشی و جیہ کی بلکہ بدنامی کی۔ مہرقتہ اور غمزدہ لوگوں نے ساتھ حریفہ۔ تم بہ کج سانی مہرقتہ بھی صحیح طور پر تاریخ جیسی کی مہرقتہ چند سالوں میں یہ ریاست کی بھی تکیہ فراموش سے گزری ہے، ہر قسم کے پہلے قتل کے ظلم و جور کا ریکارڈ تو ہے اور اس سے یہوری اور برہمیت سے بہت حاصل کی ہے۔ جہاں میں ریاست میں بار بار مسلم کش مہرقتہ۔ جو نے جیہ واپس قدرت کے بار۔ مہرقتہ بھی ہے۔ اثر کے حالات کو بد مہرقتہ سے ہی زیادہ دھرم ہوا ہے۔ یہ پہلے ایک مہرقتہ بدنامی پہلے بھی اسی۔ مہرقتہ کو اپنے چند غلام بھی

مکرم ہوتے جا رہے ہیں۔

اس ساری صورت حال کا ایک اہم سبب معاشرہ کا اعتقاد ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو غیر مسلم آبادی سے الگ رہنے کی تلقین کی تھی کہ تمہارا عقیدہ دشمن کے کچھ لوگ ظالمی میں رہ رہے گئے، آپ ﷺ نے ان کے ساتھ میں رہنا جو سلطان کی شرک کے ساتھ بددعا کی شکل میں اس سے بڑی ہوں، اسی سبب میں مکمل مسلمہ مع مشرک "مگر آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک کی آگ دوسری طرف نظر نہیں آتی ہے۔ "الا لا تصراعی سلفا لہما" (سورہ آل عمران ۶۷) اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ سیوطی نے "تہذیب" کے حوالے سے لکھا ہے:

"مسلمان پر یہ بات لازم و واجب ہے کہ اس کا گھر شرک کے گھر سے دور ہو۔ ایسی جگہ نہ رہا جائے کہ جب وہیں آگ مل جائے تو شرک کو اپنے گھر سے نکلے۔" (شرح منہج السیاحۃ بشری ۳۷۴)

حضرت سرور علی صاحب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایک ایسی خاصی تعداد ایسا میں پیدا فرمائی گی جنہوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو اپنے بھائیوں کی مانند ان کی باتیں بچائی، بلکہ اپنی اس بددعا کی ہر انسانیت کی وجہ سے وہ فرقہ پرستی کی محنت و کامیابی اور سنگبار پھیل جائے گی، اس سے امید کی ایک کرن نظر آتی ہے کہ انسانیت ابھی رستہ ہے مایا نہیں ہے کہ تمام ہندوؤں کو آدم کشی پر آمادہ کرتے ہیں بلکہ یہ ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ عام ہندوؤں کی دعا رستہ گری کو پائندہ کرتا ہے اور انسانیت، بھائی چارہ اور دوہواری پر یقین رکھتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ فرقہ پرست میڈیا جیٹو ہر انتہائی گروہ یا سہہ ہم میں پھیلنے والے کے دہرے لوگوں کو چلانے کی کوشش کریں اور اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں انہیں حقائق سے آگاہ کریں، مگر وہ پینٹنگ، ہندو مسلم مخلوط اجتماعات اور شخصیات کو توں کے ذریعہ ہم پر انسان دشمن تک پہنچائیں، اور انہیں صحیح صورتحال سے آگاہ کریں، مسلمان اس کام کو ایم کے طور پر منصوبہ بند طریقہ سے پورے ملک میں انجام دیں، مسلمانوں کے خلاف پرجوش پھیلنے کی

یہاں حدیث کا مشاہدہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے اور آبادیوں کے لئے جو ہے۔
 جو ہے۔ عیسائیوں اور دیگر مسلمانوں کی جان کی بھی حفاظت ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ مال و دھرم و پارسی
 بھی حفاظت ہے۔ اس آبادی میں وہ اپنی تہذیب و ثقافت سے متحرک رہنے لگے۔
 اور انہی ثقافت سے اپنے آپ کو آبادی میں پناہ لیں گے۔ جو اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول
 ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے دوسری قوموں کی مشابہت اختیار کرنے کو منع فرمایا ہے
 اس کی آبادیوں میں اپنی تحریکات بھی اپنے کاموں کو بہتر طور پر انجام دے پائیں۔ اس کی
 کی وجہ سے مذہبی وابستگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

ہندوستان کے مخصوص ماحول میں مسلمانوں کی جگہ آبادی سے مسلمانوں سے یہی
 اور معاشرتی اختلافات بھی متعلق ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی تہذیب و مذہب میں
 مسلمانوں کی آبادی کے اعتبار سے ان کی معاشرتی بہت سی کم ہے۔ مثلاً خود کو غنیمت کے
 اعتبار و شمار کے مطابق بہار اور یوپی میں مسلمان آبادی کا تناسب پندرہ فیصد ہے۔ اس لحاظ سے
 بہار میں ان کے ارکان اسمبلی چھوٹے قریب اور یوپی میں ساتھ ساتھ چھوٹے چاہئیں۔
 ان طرح ہر طرح میں نو فیصد کے قریب مسلم آبادی تسلیم کی گئی ہے۔ اسی لحاظ سے
 چھوٹے ہندو مسلم ارکان اسمبلی کو نے چاہئیں، لیکن علماء ہند کی کا تناسب اس سے
 بہت کم ہے۔ کیوں کہ مسلم آبادی کا تناسب بہار و یوپی میں سے قریب ہے۔ لیکن وہاں
 مسلمان جماعتوں کی تعداد بیش فیصلہ کہ ہوتی ہے اور ان کے خاندان کے بغیر کوئی سرکار میں
 نہیں پائی۔ اس کی بنیادی وجہ کیوں کہ میں مخصوص علاقوں میں مسلمان آبادی کا ارتکاز اور
 دوسرے علاقوں میں مسلم آبادی کا پھرا ہے۔ مسلمان اگر مختلف علاقوں میں اپنی آبادی
 کے حوالے سے قائم نہیں اور ہندو مت وہاں اپنی آبادی کو جمع کر لیں تو مستقبل میں ویسی سی
 طاقت میں کر رہ سکتے ہیں کہ وہی اس ملک کے بادشاہ بن گئے اور انہی کے حکم سے
 حکم انہی کی طرف سے بھی جائے گی۔

معاشرتی اعتبار سے بھی آبادی کا ارتکاز ایک معیہ عمل ہوگا۔ کیوں کہ اس آبادی کی
 ضروریات کے لئے جس کا اور اور چھوٹی صنعتوں کی ضرورت ہوگی یہ مسلمانوں نے

اچھے میں ہوئے۔ فی صورت حال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں سے صحت و تندرستی سے
 قدم اٹھائے تو قرآن پر متاع صراحتیں ہیں جن کو تھامنا چاہیے۔ بعض متعصب
 صحت کا بھی نہیں پانتے کہ ایسی الجھنے ہیں، جب مسلمانوں کی اپنی محفوظ آبادی
 ہوئی تو آپ وہاں تک کامیاب بھی تو کر سکیں گے اور آپ وہاں تھامنا چاہتے تھے۔
 ایسا سنا ہے کہ ریٹ بھی ہاتھ آئے گا، اس لئے یہ وقت ہی بہت بڑی ضرورت ہے کہ
 مسلمانوں سے باخبر ہو۔ سوچی سمجھ کر سے مسئلہ طلاق کی حیثیت کو محسوس کریں، وہ دور
 دراز ہندو کے عرب ہائیڈروکراپٹ سے سیکھا میں، انجمن مزمب قیمت پر اور ادا کی
 کی مہلک نے ساتھ دیکھیں فراہم کریں اور مسلمان سیکھادادہ دیا میں، اس میں صرف
 ان کی حفاظت ہے بلکہ وہ آپ کی حفاظت کے لئے بھی بہترین ڈھانچہ کا کام کریں گے۔

(۲۰۰۲ء)



کندہ ضابطہ پر کوہ پچھنے کا اپنے وہب سے۔ مگر درخوست نہں نہ پچھنے اس آگ سے پچانے کا
مردوسا ہوا کیا جائے، آئیں کہ خدا کی راہ میں اپنے گوشت و پوست کو جلانے اور اپنی قوم کو
توکل بنانے سے پہلے مٹی مزمین و عاشقہ کے لئے لوار کیا عمل ہو سکتا ہے؟

قرآن مجید میں: ”مردودہ اصحابہ و اولادہ“ (مختار راولی) کا آیا ہے: ”واللہ و جنت
بر ۱۲۔ جن پرست عیسائی تھے، جو دین حق پر ایمان نہ رکھتے تھے، مٹی کی پاؤں میں
کے لئے مہم پر قصص میں کھودی تھیں اور انھیں آگ سے پات وینا گیا، پھر جڑا گیا جس تھے انہیں
ایک ایک کر کے اس خندق میں پھینکا جاتا، یہاں تک کہ وہ لاک ہو جاتے، حدیث اور تفسیر کی
تماموں میں اس طرح کے کلی واقعات مسند احمد سے منقول ہیں۔“ مئے اہل علم کا خیال ہے
کہ ایسے واقعات ایک سے زیادہ طبع پیش آئے ہیں، تاریخی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ
بعض واقعات میں اس سے چالیس ہزار فرد اسی طرح دھندہ قتل کر دیے گئے۔

خود میسائیں میں جرمدی جنگوں سے لکڑے ہوئے اور مختلف مذہبی فرقوں کا وجود ہوتا، تو
جو فرقہ طاقت حاصل کر لیتا وہ اپنے مخالفین کو کینہ کر کے مار دیتا ہو چاہے کے لئے مذہبی عدالتیں
قائم کرتا، قاضی محمد سید صاحب پوری نے جان و جان پر دست کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ مذہبی
عدالت کے احکام سے لڑاکے ملے جاتے والوں کی تعداد ایک کروڑ تیس لاکھ تک پہنچتی ہے
دونوں مذاہب (۱۲۵۰) عام طور پر یہ سزائے قتل اسی طرح جاری ہوتی تھی کہ مقدمہ کی مسموں
باعث کے بعد طرہ پر مردہ جلا دیا جاتا تھا، صرف اوقاف میں جو عیسائی مخالف مذہبی عدالتوں کے
علم پر وندہ ذرا قتل کر دیئے گئے ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ بتائی گئی ہے، پروفیسر لنگی
نے ”چورنگ افلاق یورپ“ میں لکھی، بہت سی مثالیں نقل کی ہیں۔

دعا، اختیار کرنے والوں کے علاوہ دوسرے مذاہب کے قہقہوں پر بھی جب لوگ قابو
ماتے تو ان کو ذرا قتل کرنے میں انہیں حوصلہ آتا تھیں جنگوں کے درمیان جب ایک
مردہ میں بہت مقدس پر جسامتوں کو طلبہ حاصل ہو گیا تو انہوں سے ستر ہزار مسلمانوں کو خوشوں
پیدا ہو، انہوں اور عیسائیوں نے شہید کیا تھی، لیکن یہودیوں کو ان کی مقدس قربان گاہ میں جمع کر
نے کے ساتھ ذرا قتل کر دیا۔ اسلام سے پہلے خود عربوں میں بھی انسان سوزی کی

[illegible]

بنامہ سنا کہ میں انسان ساری کی ایک شرمناک دھم دھم تھوڑے عرصے کے بعد سے بھی پائی جاتی تھی، جو میری جیسا کہ ایک تھوڑے دوسرے نکالنے کی اجازت نہیں تھی، خواہ وہ کسی حق امیر اور نیکی کے لئے مثالی طریقہ سے تھوڑے عرصے کے بعد شہر کی آواز کے ساتھ زندہ جلائی جا رہی ہو اور اس کو "میں" سے سوا کسی جاننا یا اپنے کسی کی جو صفت خواہ کی جاتی ہو اس کو بالکل سزا دیا اور سب معاملات پر قبضہ کر لیا جاتا تھا۔ میں نے خود کو مجبور کیا۔۔۔ اس بعد وہنا کہ میں نے تیار ہوا جو میں دوسرے بھٹکے نکالتے شہر کے راستے سے نکلتا ہوں۔ اگلے ہی سے اسے قریب سواصل پر مجبور کر دیا اور اس کی طرح آنے والے سے قصور سے گناہ عورتیں ہی رہیں۔ بھیت پر عادی ہاں۔

اسلام سے اس میراث کی حرکت کو ختم کر کے اور یہ طاعنہ طریقہ کو بیحد کے لئے
 بدل کر دینے کی تجویز و شریعت اسلام نے کہا کہ خبیثہ معصومہ جرم ایسے ہیں جن کی نقل کی
 ضرورت نہ ہو اس کے جواب کے لئے ضروری ہے۔ لیکن ان کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، اول
 جو کہ جرم چوری حرمت ثابت ہو جائے اور دو جو اس وقت تک کہ وہ جرم کا دوسرے قسم بھی ایسے
 طریقہ پر ہو جو مقولہ کو بہت زیادہ اڑھنے سے بچنے والا اور غیر اسانید نے پہلو نہ بکھوئے

— ۱۰۰ —

چنانچہ آپ ۱۹۵۷ء کے ارشد فرمایا کہ "موجودہ وضع کو دیکھ کر بہتر طریقہ پر فکر کرو کسی مجرم کو قتل کرنے کی قوت؟ تم نے تو قتل میں بھی بہتر طریقہ اختیار کرو، تو کوئی باقی فطرت نہ ان جانوروں کے ساتھ بدتمیزی کرے تو جانور کو کھانا دینے کا حکم ہے، کبوتر کی انڈہ چلا پھرنا دے تو اس سے بدتمیزی کا حق چاہیے گا اور جب کسی چیز کا حق چاہو تو نگہ ہے تو اس سے بھی اس چیز کا چاہلیں۔ ۱۹۵۷ء چلتا ہے، لیکن اس سلسلہ میں بھی یہ حکم دیا کہ کہہ لو ان اس کو مار کر مارا جائے پھر اس کے گوشت کو پوست جدا کر دینے جائیں۔"

”سید نے سیر میں رہا، جہاں میں بھی کی بات کی اجازت نہیں دی کہ کسی شخص کو آگ میں جلا سے تکی مرادی جائے، حضرت ابوہریرہؓ روٹی میں کہدوسرا لہہ لٹکا نے ہمیں ایک کیم پر دوا فرمایا، آپ ﷺ نے دستور فرمایا کہ گرم گلاب اور دواں شمع کو پانی و آئینہ میں مل کر دیکھنا، جب سہا پے ہم پر دوا ہو گئے تو فرمایا کہ جس نے گلاب اور شمع کا حصہ کھلا دیے کا علم ہوا تو ہمیں آگ سے خوف و غم نہ ہو، کی کا حق ہے، میں اسے ایسا نہ کرنا ہستہ اگر وہ تمہارے ساتھ آئیں تو انہیں قتل کر دینا، ہر لعلو لا یغضب بھا ۱۱ لکھ ظاہر وجد سموھا لاقطواھما (بخاری کہ یہ اچھا نہایت نمبر ۳۰۹) یہ بات مستور و انکس میں آئی ہے کہ آگ میں جلا سے کی مراد یہاں ہی مکان ہے، کی ہر پاس کا حق نہیں

اسلام میں کسی کو جلاوت کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ چارے مسلمان جو یہ خیر مسلمہ در
دوست ہو، دشمن، نیز وہ گناہی و مجرم کیوں نہ ہو، انسان تو کیا، جانوروں کو بھی جلاوت کی
ممانعت ہے۔ قرآن مجید میں عقیدہ خدا تعالیٰ کے لیے مسلمانوں کو جلاوت کے ساتھ میں
جو حیوان کے جلاوت کا ذکر آیا ہے، اس مسئلہ میں مفسرین نے لکھا ہے: ممکن ہے پہلی شریعتوں
میں اس کی اجازت رہی ہو، لیکن شریعت مہدی میں کی حیوان کو بھی آگ میں جلاوت کی سزا
دینا درست نہیں (پہلے ای میل احکام و فرائض ص ۱۱۷)۔ بلکہ بعض روایات میں جنگ کے
مصلحت پر بلا وجہ سر جزا و حقوق اور حیوان کو کھانے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ گو ایسا جرح تو بھی بد
ہو، چنانچہ کھنکھور لکھتا ہے: مست بھی، چنانچہ انسان اور حیوان اسی لئے اسلامی تاریخ میں

شاید ہی انکی کئی مثال مل سکتے کہ مسلمانوں نے اپنے حقوق کے ساتھ یہ تنگ دھنہ سلوک
رواد رکھا۔

جیسے بات ہے کہ جو لوگ دوسروں کو دہشت گردا اور اسکی نیکی قرار دیتے ہیں اور خود
انسانیت کے خلاف ویسے کرتے؟ نے جرم کا معصوم بہ طریقہ بد خطاب کر رہے ہیں، کہ جس سے
بھی ہن کی بددھ کی پرشر مسخر ہوں مادیہ کش قلم بھی ان کو دیکھ کر پائی پائی ہر جائے۔ انکی
ان تنگ انسانیت کا معمول کو ہدایت دے اور اگر ان کے لئے ہدایت مقدر نہیں تو اس زمین پر
فاس و عیبت کی جو ہستی تو ہے برائی ہے وہاں سے ایسے جھٹکار لوگوں اور نوروں لہا انسانوں سے
پاک فرمادے!!

(۲۵ مئی ۲۰۰۲ء)

درندگی کی فتح

آج کل بہت سی ایسی افکار تک بعضیں ہیں جن میں خشین کی اندرونی کیفیت کے متبادر کیلئے سکرین لگے ہوئے ہیں۔ خشین میں کھساے ہوئی کوئی خراب ہوتو فوراً سکرین پر اس کا عکس نمودار ہوتا ہے اور جان لیا جاتا ہے کہ خشین کے فلاں پر وہ میں خرابی ہے لہذا معافی نے فلاں کی شکل میں جو خوبصورت عجب حصول اور تازہ خشین ملتی ہے اس میں بھی انسانی کیفیات کے عکس کیلئے ملاحتی عکس دکھائے ہیں، کچھ ذرا خشین کا تعلق فلاں کی جسمانی کیفیات سے ہے اسباب بھی دیکھئے کہ بہت سی ایسی یاں پر آگئے ہوتے زبان اور ہاتھوں کی رنگت سے بچھتی جاتی ہیں۔ باطن کی حرکت کے ذریعہ اس کا سمجھتا ہے۔ یہ کیا خود انسانی جسم میں لگے ہوئے سکرین ہیں جن کے ذریعہ انسان کی اندرونی جسمانی کیفیات کا علم ہوتا ہے۔

اسی طرح انسان کی روحانی اور اخلاقی کیفیات کیلئے بھی قدرت کا ایک نظام ہے جسے سبکی آنکھوں سے دیکھا تو نہیں جاسکتا لیکن محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انسان کوئی بھلائی کرے تو اس میں خوشی کا احساس ہوتا ہے کوئی بُرائی کرے تو غم اور کئی سی قدرے مسرتی کھاوے ہو لگس بعد میں چھٹکے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے نہ راحت و شرمندگی ہوتی ہے۔ انسان اپنے آپ کو شرم و محسوس کرتا ہے یہ وہی اخلاقیات کا سکرین ہے جو آدمی کو اس کی اندرونی کیفیات کے بارے میں حقیقی صورتوں سے آگاہ کرتا ہے۔

انسان کی ایسی قوت ہواس کو "ضمیر" کہا جاتا ہے نہ اس اندلی علی علیہ وسلم نے اسے کئی ارشادات میں انسان کی اس فکری استعداد کی طرف اشارہ فرمایا ہے مثلاً ایک صاحب نے کہا کہ سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: "اپنے دل سے سچا کرؤ"۔ اصل میں بعض دفعہ انسان کوئی کام

کتنے ہی بے قصور اس کو پٹھانوں کی کاست۔ بٹاتے ہیں لیکن یا نہیں۔ بات نئی تھی کہ شیر کو پٹھا اس حرکت پر شرمندگی ہوتی جو سانپ رات کے اندھیروں میں کئے خونوں کو دس کر پٹی دس بھٹاتے لیکن کیا کبھی اسے پٹھا اس حرکت پر ہچکچاہٹ بھی ہوا ہے؟ نہیں۔ کیونکہ وہ اس کی فطرت میں جیسے تیار پھانسا ہی ہے وہ ظلم کر کے وحش ہوتا ہے۔ لوگوں کو موت کے ٹھکانے اتار کر اسے سونے ملا ہے۔ اسے کبھی باقی ظلم نہ دیتا۔ پتھانوں کو اس کا ہے۔ بدست و شرمندگی ان دونوں کی دشمنی ہی شہنشاہ ہے۔ وہ اس میں مصروف ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی فطرت ہی کو اس سے محروم نہ کیا ہے۔

لیکن انسان کا وہ طاس سے مختلف ہے۔ انسان کیسا بھی ہو اور کتنا ہی گیا گنہگار ہو اس کی فطرت سلیمہ اسے نیکی کی طرف بلانے اور برائی سے باز رکھنے کی پوری کوشش کرتی ہے۔ کبھی انسان کا ضمیر سوچا ہے۔ لیکن بھی نصرت انسانی اسے چٹائی اور بے گناہ مانتی ہے۔ اسی لئے ایسے تو بہت سے واقعات پیش آتے ہیں کہ ایک شخص بڑا ظلم پیش ہے اس نے قتل کا اور ظلم کیا ہو لوگوں کی جان و عزت و آبرو سے حیلہ۔ اس کے مال و اسباب وے لیکن جب شر جو دو قسم اترا تو بے ضمیر سے سے طاقت کرنا شروع کیا۔ یہ ضمیر کی بکرا اتنی چلی اور موڑ ہوتی ہے کہ اس کا لیکن دستوں چھین لیتی ہے۔ اسے بے ضمیر کر کے کہہ دیتا ہے اسے اپنے وجود سے نفرت کی۔ ہو جاتی ہے۔ اس کی یہ شدت بعض دفعہ اپنی توازن کو بھی متاثر کرتی ہے۔ ایسے عزمین مابین نفسیت سے وجود ہو کر رہتی کہ نہیں مانتے ہیں اور جتنی تکان اور اندر دلی بے چینی کے طعج کے طبع گانہ دیتے ہیں۔

لیکن جب انسان بے ضمیر ہو جاتا ہے تو اسے ساپے جرم پر کوئی خاص ہوتی ہے نہ مظالموں کی آواز افغان سے نہ بدلتی ہے اور اس کا ضمیر اس کے دس سنگ کے دروازہ پر کوئی دھکے لگاتا ہے۔ ایسا انسان دیکھوں سے لگتا ہے کہ وہ جاتا ہے کیوں کہ وہ دھکے دے گا یا اس کو ایک دو انسان یا جانوروں کا خون پی کر بھجھ جاتی ہے لیکن ایسے درد و محنت انسانوں کی پیاس بھگائے نہیں بھجھی۔ سینکڑوں جرنیلوں و فوجیوں کا خون بھی اسے آسودہ نہیں کر پاتا اس کو سانی جو میں وہ لذت دیتی ہے جو کسی بلا وحش بدو کو کو حاکم جم کے پیٹے میں۔ جسے ایک سلیم نصرت انسان

مجلسِ حق و حق۔ جسے پہلو دینی اور دینداروں کو یکے کر خوش ہونا اور خوش کرنا ہے۔ حق طریقیہ جو
تعداد سالہ مہارت و دانائی کی ترقی و ترقی ہوئی باتوں کو کچھ کرادہ جس سے حدود سے دور
محسوس رہتا ہے۔ ایسا ہوناوں پر شیعہ دور سے بھی شرمندہ اور آفتاب بد حال ہوں کہ۔ فیسی
حقوق سے جس قدر ہے۔ کہ سے زمین پر مہاجر کیلئے یہ یا کھانگیں کھانے سے پہلے خیر سے وہ
فساد میں ہم۔ بدول سے بھی آگے قدم نہ چلائے۔

اسی دور و صفت کو کہ ہر دور میں پیدا ہوتے رہے ہیں کہ اس کے بعد اس کا کائنات
میں بھی علم رکھا ہے کہ بھول کے ساتھ کائنات اور شہنشاہ کے ساتھ جسے بھی رہا کر یہ ایسے ہی
دور و صفت سے خوش میں ایک راہی نام۔ ہندو سادی کا ہے۔ یہ بت بھی لگی ہے کہ اس و
آتش اور مٹی کے والی تختہ پر کھانگی تھی بھی کھانگی سے پہلے وہ نے جو ریزہ ریزہ مٹی
جسے جس نے بھی کی زمین میں سم لیا۔ دور دور کا۔ یہ بھی دیکھی ہو کہ شرم کا موسم بھی
جہاز و مٹیوں کو اسی نصبت سے رہا ہے۔ مٹی کی سم دور واتی اور موسم و مٹی باتوں
آسانی پر تو جتنا محسوس ہے م ہے۔ لیکن اس سے تیار اور آسانی تاک اور شرم کا بات بہ
کے کہ کجرات کے لوگوں سے جو ظلم سے حد نہ رکھے کے حق میں دولت سے ملک کے ضمیر
محسوس کو مہاجرے کی ہے اسے عورت کی ہے۔ ظلم سے اتھو تھوٹے بجائے اسے حری
طریقہ رہا گیا ہے۔ یہ نہایت دشمنانہ بات ہے اور ملکیت سمیت۔ یہ دور واتی کے نام
پر لکھا ہے۔

دیندار اور ظلم و جور کی سرخ میں سوریا و نیوں کا ہر تصور ہے۔ اسے خود و بھیس نہیں
اس میں ہم مسلمانوں کی فطرت شعاری اور کون ہی کو کیا حل ہے۔ اس کو بھی بھگے کی سرور
ہے، اور اس سے اس میں وہاں کی حکمت ہی حاصل ہیں۔ ایک یہ کہ ہم نے ہر دور و مٹی
سے اپنے ملک سے ہر عامہ اور اس کے دہلی سے خود و شہادت کے کائنات سے بھی کی
محبت کی؟ بے پردہ ہیں۔ اسے اپنے تعلقات کو بہتر کرنا ہفت کی بہت ہم ضرورت ہے اور اس
پر جگہ اور سطح سے کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ کون بھی انسان اپنے سونے سے بے نیاز
نہیں رہ سکتا ہے۔ مہاجر ہی انسان کا اصل محافظ ہے اور اس کیلئے معاش اور خیر و شہادت

صبر میں اس کام تک۔ وہاں میں جہاں ہو گا۔ اس لیے مسلسل در تواتر محنت کی ضرورت ہے۔ اگر ہم جو غلطی کرتے ہیں اور سب صبر پر اس سبب میں باتیں کرتے ہیں، خود اس میں سے بچے غصہ کو مستحضر کرتے ہیں اور اگر یہ باتیں واقعی کا حوالہ دے سکیں تو کامیابی ہو سکتی ہے۔

دوسری ضرورت کی وجہ سے علم اور مصلحت اور فنی سے تعقل نے اس وقت میں تہ کا
یہ مشہور کیا کہ کوئی باخبر ملی مداخلت کیسے کی ہیں اور کون سے پیرہہ پہنچانے کی ہیں۔ اس
کی رعایت کرنے ضروری ہے عموماً مصلحت سے متعلق سے جب جھگڑے ہم میں عموماً مصلحتوں
اور سہمہ و نفع نے فتنے بنائے ہیں۔ چھوٹے کاسٹروں یا دیروں کے ساتھ ساتھ مصلحتوں کا سفارشی
میں بھی تجربات میں ملتا ہے۔ اور کام میں۔ قائد گروں سے حق میں سچے جھگڑے کی ہیں۔ ان
ایکوں کو کچھ پر چارے کے شائبہ کی کٹھن سے بولنے والوں سے متعلق ان مصلحتوں سے متعلق
اس کو سمجھنا اور جو دھڑلہ ہے۔ اسے سمجھ کر دیکھنا اور اس میں بہتری دینے کی طرح
ان کی پرچاروں اور مصلحتوں اور دھڑلہ کی سے اس وقت پر دھم ہے۔ مصلحت پر فتنے کی
مصلحتوں کو کچھ سے اس وقت سے متعلق پر دھڑلہ سے غائب رکھنا۔ جتنے سے ان کی مصلحتوں سے
وہ نے حق کی اور مصلحت کو کچھ سے رکھنا۔

ایک مظلوم کا مقدمہ۔ انصاف کی خداست میں

مسلم اور سہ راہ خدا میں بہت سے کم کیے ہیں۔ پنجابی ہیں، دہلی
 سے ہیں، کانپور لٹائی ہیں، اپنے گریزوں اور بڑوں کی جاؤں سے نڈر اے پیش
 کئے ہیں، کبھی عورت و آئینہ کی قربانی بھی دین کی پادشاہت کی پادشاہت میں ہی سے
 اور اس ملک کے چیمبر کو اپنے ہونے کے اقتدار و تھاکش سے لادہ دلا ہے، نہیں ہے، کسی کا دھم
 ایسا ہے، سر پہ بڑے کی سر منڈلی نہیں دتا، وردہ پنکھ دے، دوسریاں لہہ کا گھر نہ ہی جانے
 اور اس کے ستاروں سے اللہ کی کہیاں اور قوسید کی اس پادشاہت کو نہ لگے اس
 بقت تک کہ ہم وہ نہ ہو، سے، مسلمانوں کی اقلیتیں بھی سر غم کو فراموش نہ کر سکتی ہیں،
 کہ ہر ایک مسلمان بات نہ چکا ہے، اور اسے سہا نہیں جاسکتا

فرہ پرست کو جس سے میر کہ بڑی مسجد امامتی کی پیر مٹی تھام پر جانے لگی ہے
 یہ میں جنس داخل اور برع و آقا۔ یہیو سے ملتا ہے، اور اس بات حق نہیں ہیں کیا
 امام کا حلقہ مسلمانوں میں وجہ تھا، یہی ایک انسان کو، ہم دیکھ سکتی کہ، رہے، کیونکہ امام
 جی سے، اور یہ ۲۰ برس پہلے میں کراہوں میں ہمارے ہی تھے، ہے، کے تو مٹی کا دیا گیا
 جو کہ میں ہی اقلیت ہے، پیر ہمارا، شور کو بھی قلم و شبہ ہیں، اس لئے بہت سے ہمارے
 دشمنوں کا بھی خیال ہے کہ ہم ہی کی حیثیت ایک قانونی اور دینی سے نہ کو جنس
 شخصیت کی، اور ان پر جو کہ ہم ہی کا حلقہ جو تھا، آپ ابو حسیا میں ہیں جو نے
 تھے تو ساری۔ کے کہ، یہ جس سے کوں ساتھ نہ مراد ہے، کہیں کہ جنس میں ہی کا فرقہ پرست
 سے پند پرست، کہ کوئی ہیں، اور اسے انکشاف کیو ہے، ورنہ ہوں ہی ہمارے پادشاہی کہ
 ہے کہ اسلئے ابو حسیا، یہ کا مقام، کہ ان ہے، جو کیا، رہی، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱

را آقا قادیان نے سامریں میں سے میں، اور سے ایک ہندو، انہوں نے کہ رام
جی کی پیدائش کی اصل قدرہ پوچھے، اور اس مسئلہ میں میں نے مارشال صاحب سے
اس صرح کے موافق کو لکھ لیا تھا چنانچہ، کیوں کہ میں نے اس شخص کو جو یہ کہ
ایک شکر نام سے معروف تھا، وہ بیان کیا کہ سے بہتے بہتے کافی، ایک تیرہ اشوک
پائندہ سے اور کاروباری ملک مکار کرتے سے اور پھر، جی، ہر سنی چند اس پر کے نام سے
موسم ہر گئی

انگریزوں و حیدر آباد سے حوالہ وقت "یو ایچ" کتابی ہے وہ بحر حال یہ ہے کہ اس
شہر میں رام نام کی پیدائش کسی جگہ پر ہوئی، انہوں نے اس وقت ایو حیدر میں تھے یا خود
یہ مسند و سوز و چہرہ کی باستان ہندوؤں کے سویوں کا مونی سے کہیں رہا، جی نہیں
جائے پیدائش سے، یہ دیکھ کر ہی دست لکھا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں رام جی کی اس جگہ
پیدائش معلوم کر کے کے لئے اساطیر ایک ایسی کی تشکیل عمل میں تھی، اس میں نے کافی
تلاش و جستجو سے ہندو و مسلمانوں کے درمیان میں تفریق و الجھو کہ شاید یہ رام جی کی جائے
پیدائش ہو، ان سے ایک کا نام "رام نام اعلیٰ" اور دوسرے کا "رام نام نعلی"،
DISPUTE MOSQUE) پیدائش میں باہرنا مسجد نے عروہ میں، ہندو
مسجد نے محل فرخ سے رام جی نے جائے پیدائش کے لئے کا کہ اس مسجد پر خیرہ اور
نگریہوں سے پہلے یہی نام تھی کہ اب اور سر نام میں سے وہ یہ ہندو بھیوں کی نہ تھی
تلاشوں میں

مگر یہ باب فرض بھی کر لی جائے کہ رام جی کی جگہ یہ نہیں وہی جگہ ہے تو بھی
مردان کا ثبوت مطلوب ہوگا کہ اس جگہ پر مسند بھی بنایا گیا ہے؟ اور اگر اس مقام پر مسند
کے پائے جانے کا کوئی ثبوت ملے تب بھی یہ باسحتاج و ثبوت ہے۔ مسلمانوں نے اس
جگہ جہاں مسجد بنائی ہے، کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مقام کے باشندوں نے اس جگہ کو
مسلمانوں سے فروخت کر دیا ہو، اس لئے کہ مسلمانوں نے یہاں مسجد کی "مین خرید و
فروخت" میں کی حاجت، لیکن ہر سنی قوموں کے یہاں یہی حالت ہے کہ اس کے بارے

مالی عمری اور حسن سلوک پر تحصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ پروفیسر بریجی نے بعد ازاں کے ساتھ ہمارے کے خطبات سے فائدہ اٹھائی۔ مہراں پر چندوں سے قانون کے کانٹا لگایا ہے اور اس کی طرف متعدد اور محدث مقامات کے مسلمانوں کی سمت کو غلط قرار دیا ہے۔ اور پروفیسر سری و شونے اپنی پوری تحقیق کے بعد لکھا ہے کہ بائبل پر الزامات ایسا ہی عجیب اور کردار سے قطعی پس نہیں کرتے (پیر ۱۷۷) یہاں تک کہ بائبل کے اپنے ”تہذیب و تمدن“ کا شکی سے متعلق کیا ہے تاکہ بعد ازاں کے مذہبی جذبات بحال رہیں۔

رام گھراپا دھیا نے مارچ ۱۸۹۵ء میں باری مسجد کے مقدور کی راجت کرے اور لکھنؤ کے مساتے بیان دیتے ہوئے کہا ہے۔

”میں نے ہندو اہرم کی کتابیں پڑھی ہیں۔ رام نہ سہ
ہنس اپا کھی اس کے کھی دوسرے سہتہ میں ایہ کوئی ذکر نہیں ہے کہ
ایہ دھیا شری شری رام کے متعدد کو ذکر کوئی مسجد بنائی گئی ہو۔ ہندو اہرم کی
کسی بھی کتاب میں کوئی ایسا ذکر نہیں ملتا کہ ”چندوی کے جنم“ اہل پر
باری مسجد بنائی گئی ہو۔ رام چندری کی بطور اس میں وہاں واقع ہوئی وہ
جہاں باری مسجد تھی۔“

حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے دو مہاں اختلاف پیرا لہرے کی عرض
سے مگر یہاں سے یہ بات گزری کہ یہ مسجد مندر کو مندر نہ کہ بنایا گیا ہے اس قصہ کے
لئے انگریز اسکالروں سے، اور ان کے ترجموں میں تحریف بھی کی اور اپنے قیاسات بھی
ظاہر کئے کہ مسجد کے ستون غیر مسلمان ہیں، غیرہ دورن حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں،
حقیقت یہ ہے کہ اس مسجد کو بر نے نہیں بلکہ ہمارے نام پر ہی کے ایک اہم میر باقی نے
۱۵۶۸ء میں تعمیر کیا تھا، انگریزوں کو چونکہ وہ ہندوؤں کا جنوں ساتھ اس لئے اس نے اس سے
متعلق چہرہ پر اس کی سورتی بخوادی ۱۹۳۷ء سے پہلے کا باری مسجد کے کتب و قرائن سے
سطح میں کوئی جھگڑا نہیں تھا بلکہ صرف اس بات کا جھگڑا تھا کہ ہندو اس چہرہ پر مندر
بنانا چاہتے تھے اور مسلمان اس سے روکتے تھے۔ ۱۹۸۵ء میں کوئی مرتبہ جب یہ نہ

عدالت میں لیا۔ ان وقت دست و منوہات میں سے ایک سے عدالت میں آجھی کہ ہم اپنی نو
برائی کی اور برائیاں سے چاہے کہ نہ پورے و سہرہ میں نہ اس نے لی اداوت
دی جا۔ لیکن ۲۳ دسمبر ۱۹۷۹ء کو عدالت نے یہ فیصلہ کر کے اس سے صاف نکال دیا
ہے کہ جو سند وہاں نہیں کے یہاں بھی سند کے اسناد اور مسجد کی تعمیر کا خیال ہے جسے پلا
نہ تھا۔

محرورہ سمجھ کر اسلامی عدالت نظر سے صوبہ کی سوئی، جس پر نماز پر حنا خانہ نہیں
تھوکر نہ اس سے وہاں باقی ہے لیکن مقصود یہ کہ پورا ایوان نے وہاں قہار سے دور رہا۔
ہے کہ مسجد میں خواب نے لئے تعمیر و بنان تیار کر کے دئے گئے تو کون مسماں کیسے ایک
رجین صوبہ کے مسجد فیہ، نکلتا ہے اس لئے۔ مسماں جو بنی کو قبول کرتی ہے، مسماں
لی جا ہی اس کے حق میں ہے ہم ۲۵ دسمبر سے نہائی تا بدلتی ہے اس لئے مسماں اس دھوکے
کو قبول کرتی ہے اس لئے باہر مسجد کا مسماں کی مسجد کی جمہوریت اور نظام عدلی کے لئے
ایک چیلنج اور حوالہ ہے جب تک اس مظلوم مسجد کو انصاف نہیں ملے گا اس ملک کی
جمہوریت اور دادرسی کا چرچا اٹھ جائے گا۔

(محورہ و محورہ ۱۹۷۹ء)

دیکھو اسے جو دیدہٴ عبرت نگاہ ہو!

ہاں تو اہلِ حال کا رہنمائی کے لئے: جب قہقہے سے اور اہلِ حال کی محبت
 حال کی نسبت سے: نماز، طہارت، معصومیت، شہادت سے وہ بھی غیر معمولی سے نہیں سمجھ
 جتے ہیں: میں جن سے یہ اور وہ اسلام کی امت کی امت سے اور ان کی امت سے
 قرآن مجید سے شہادت سے انہیں کیا ہے اور اہلِ حال سے خاص طور پر یہ بات نہائی ہے
 کہ ان کی رحمت پامال نہ کرو لا تسفلوا نعمائکم (ما۔ ۲۷) قرآن میں
 دوسری جگہ جو صحت اللہ کے نمبر پر ہے (الحج ۳۰) اور یہ بھی ہے کہ جو نعمت
 رحمتوں کی نعمتوں کو برقرار رکھے گا وہ اس کے لئے اس کے پروردگار کے نزدیک بہت
 کامیاب ہوگا (فہو جبر) لہٰذا (الحج ۳۰) یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ شہادت کی
 تقسیم نیک دل اور خدا ترن جو ہے کی طرف سے ہے: من بعثنا من اللہ فہو من
 نقوی القلوب (الحج ۳۲)

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے اہلِ حال سے
 ماہر سے جو کہی کا معاملہ کیا، انہوں نے کہا: اے اللہ! میں نے ان کو جو کہی
 لی تھی، انہیں میں نے جنت میں بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور
 ان کی ایک نیک نیتی، آپ کی قوم سے ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور
 ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے
 ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے
 ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے
 ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے بھیج دیا ہے اور ان کی عمر سے

نہیں عربوں سے لی میں نے بعد ازاں کی عظمت تھی، پر اگر میں اس کی طرف سے کسی بھی
 دے لے، میں یہ نہ نگاہوں کے ہیں نے مطابق شعر و موسیقی ہے۔ بے قیاس
 ہے کہ تھی لی وہ ہے ہر بہ نے طے کر لیا کہ اسے کہ پر تہ حلقہ کر کے ہے۔ چنانچہ وہ
 ہاتھوں کا ایک لشکر جو کہ کر مجاہد کی طرف ہے۔ حالانکہ ہے، اکل قریب، مہیا، میں
 وقت نہ تھی کی طرف سے، اہل بل پر غلوں کا ظہور ہوا، جسوں سے اپنے ہاتھوں میں
 لشکر کے سے بھی تھی، جسوں سے یہ لشکریں ہر سال میں وہ کیا باہن، وہ کیا باہن، ان سے
 قرآن کی، وہ ان میں "سحابی ہوئی بھوں کی ماسہ" ہو مجھے، اہل بل، خدا کی قدرت، اے مجھے
 کہ خدا تعالیٰ سے اور سب تذکرے کا لیا، مسلمانین کو ایک معمولی پروردگار اس سے بھی زیادہ
 "محمودی لشکر" کے دو لہو اس لشکر کا متنا کر دیا گیا، یہ نشان کی تختیر کی ہمارے ہے

چنانچہ وہ خدا تعالیٰ نے چلین کوئی فرمائی ہے کہ خدا تعالیٰ اس سے بھی اس ہمارے گھر کا عالم
 و چہ لوگوں کی ہر شے سے چاہے وہ میں گے، لفظ "عقل" حیا ر قسط (جمع نزدیک ۲۰۹۶)
 نیز آپ نے فرمایا کہ قرآن میں ایک لوح کعبہ نہ پر حمد اور ہوگی، جب پانی
 کہ اور ہر نہ در میان ہے، وہ ہائی جگہ پر ہو گئے کی تو پورے کے ہے، وہ دہ اور ازل تا
 آخر میں میں احسن دے جائیں گے۔ ہذا اکساو، بیداء میں الا وحی بعد صف
 باولہم و آخرہم، ہذا حدیث نمبر ۲۱۸

ای لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ جو چیزیں سورہ کے شفا سے درج ہیں، وہ ان کی
 حاکم، اہمیت ہے، ہر ان کے ساتھ ہے کہ تھی اسی وقت، مناسب و مناسب کا جو ہے، چنانچہ
 ان میں سنت ہے نہ وہیں۔ تیس، اگر کسی جگہ نماز لوگ ان کے ترک کر لینے پر اتفاق کر لیں
 تو یہ کہ یہ خدا تعالیٰ کی ہے کہ تھی ہے، ان سے ان سے ہم، دکانم سے، مشہور فقیر علامہ
 شامی، امجد کلاں نقل کرتے ہیں۔

لو اجتمع اهل بلدة علی نوحہ کانتمہ علیہ (راکن، ۱۰۲)

اگر کسی شہر کے لوگ ترک ان پر اتفاق کر لیں، تو اس بات پر نہ

سے چھوڑا جائے

ہاجر کی مسجدوں کی بنیادیں کا واقعہ دسمبر ۱۹۹۲ء میں پیش آیا یہ ہیں شرمناک واقعہ ہے کہ شاید اس پر شیطان کو بھی اپنی لمب حوصلگی کا ٹکڑا ہو گا۔ شاید ہی ایسی کوئی مثال ملے کہ اس شہرہ نگار کے ساتھ مل کا ملان پر درو طاقت اخلای و کانوں کی تمام ضرورتوں پر کرتے ہوئے کسی مذہبی حیات گاہ کو مسجد نہ کیا گیا ہو۔ منہدم ان قندوں نے نہیں کیا ہو جو قندہ و نمرہ سونے کی حیثیت سے جاسے جاسے ہیں بلکہ ان قندوں نے کیا کہ جن کی سیاسی قیامت بعد وصال کی سیاسی باقی پر ہر امانت ٹھکی تھی، مسلمان بچے اور بچہ رہے، ہمہ رسیدہ اور کترہ تھے، پولیس نے جو دھیا میں غنڈہ کار سیدوں پر گولیاں نہ چلا کر جو کچھ بارود بچا رکھا تھا، بے قصور اور نہ فاسق مسلمان اسٹیج جیوں پر فاقہ گولیاں کو بے لکھتے خرچ کیا، اور کتنے ہی جوان اور بوڑھے اور عمر تیس اور بچے خاک و خون میں ڈپ اٹھے۔ جو لوگ اقتدار کے نشہ میں مست تھے وہ سمجھتے تھے کہ کسی مظہم کا ماتمہ ان کی گردن تک نہ پہنچ سکے گا؟ شاید انہیں اللہ کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا۔

لیکن حاتم حیرت ہے کہ اللہ نے کس طرح اہل کفر، ملحد، سوائیا بے مکیاں غمہ جن کی راست حکومت میں یہ سب کچھ ہوا، ان کو جو ان کی پارٹی نے ایسا بے ایمان کر کے کال ہاجر کیا کہ تم اس کی مثال ملے گی، مادہ رسد دار ہوں غمہ اچھا کا ڈھکی کے ماتمہ شاپاس کرنے کے کڈ رسد دار تھے، اور ان تو کسی ساری موت مرے کہ اسمہ دستان بھی باقی نہ رہا اور ہم غمہ جو کسی زمانہ میں وزیر داخلہ تھے آج نیکل کی ہوا کھاسے کے لئے تیار ہیں، ان سہاراؤں پر یہ مفرودہ و براظم تھے کہ کوئی ان کے ماتمہ سے پر نہیں رہ سکتا تھا، لیکن آج ایسے کلمہ و ترا ہیں کہ عدالت نے ان کے لئے جو سہرا مقرر کی ہے، اس پر کوئی آنسو میرا نہ لہرا سکتا اور انہیں کرنے والا بھی نہیں، اور ”مکرت“ ہیں سہرا کو کوئی پوچھتا نہیں“ کی مثال بنے ہوئے ہیں، مسجد کی شہادت میں لاقدر اور خزان آباد کے شیوسینک سب سے قہقہے مگر تھہر کر سہرا نہیں اس طرح اپنی لپیٹ میں لیا کہ اہل ہول کی اور تہہ کاری کے اعتبار سے وہ تاریخی کے مظہر و رزقوں میں سے ایک ہو گیا، صورت کے مظہم مسلمانوں کے ساتھ جو چیزیں رہتی تھیں، اور کھلے عام عورتوں کی بے پردوں کی کٹی، صورت والوں سے بلیک کی دیا کی

محبوبہ میں اپنے غم کو سر پہ چھوئے، اس نے اس سے کہہ دیا کہ میں نے ابی بکر
 کو بتا دیا ہے۔ یہ سنا کر وہ گریہ کرنے لگی۔ محراب پر سے اس نے جھانک کر
 نظر کیا تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک لڑکا بیٹھا ہے، وہ اس کے ساتھ ساتھ بیٹھا ہے
 اور اس کے ساتھ ساتھ بیٹھا ہے۔

(۲۰) (۲۰۰۰ء)

تم صرف پیچھے ہٹے ہو!

دہلی مسجد کے خلیفہ نے جو مسیروں کو ایک فوجی سہم پر دو - یا - یہ محراب کے استاذ بھی
مباحی کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق میں جم - سکے اور وہ خود لڑا، اختیار میں پڑی - جب
ہو - وہیں - تو ہمارے شرم نے پیچھے ہٹنے کے لیے ہمارے ہاتھ کا سامنا کرے کی حالت -
پڑنے سے پہلے تھے، ان کے ہاتھ کو بھاگے - بے لگہ ہیں جس میں ان کے ہاتھوں نے اپنے
دعاؤں سے، اور ان کے ہاتھوں سے بڑھ کر عظیم تھے، موقع و محل کی سوچ پیچھے رکھتے تھے، ہر
انسانی نفسیات سے خوب واقف تھے آپ ان کے ہاتھوں کی اس قدر موقع و موقع اور
شرمساروں کو حیرت سے دیکھنے کا نہیں، بلکہ بہت - حاسہ اور جھلک جھلک کا ہے -
آپ ان کے ہاتھوں سے عظیم کریم کا لب و لہجہ اختیار کیا، اور ان کے ہاتھوں سے عظیم کریم کا لب و لہجہ
پہچانے سے ہو کر پیچھے آکر دیا، ہر عمل کریم - اس نے پہچانی اختیار کی ہے کہ یہ تھے
ساتھ لے کر متعلق پر اور ان کے ہاتھوں سے ان کے ہاتھوں سے، یعنی اس واقعہ کو
برقی - کہہ جائے "تہج" کا واقعہ وہ، تو کیا یہ ایک طرف سے فوجی تدبیر سے کہہ جائے، بس
کریم کا لب و لہجہ بیا جائے - یہ ایک حلق چال سے کہہ سکتے ہیں

ان کے ہاتھوں میں جو کچھ بھی رہا ہے اس کے لئے وہ چیزوں کی ضرورت ہے - یہ
کاٹھن یاہ کی دیا سے سے اور ایک کاٹھن کی دیا سے - یہ ہر جگہ دنیا میں ضروری ہے کہ
کامات لئے مطلوبہ وسائل اختیار کئے جاسکیں اور یہی ہے تو اس کے لئے اور جملہ لئے
اور مانع - نے کے حالات سے میں سوچا - بے تو توجہ و تامل کا بچہ اور وہی سربراہ دیکھنا
کہ غالب ظم سے تو اس کے پاس کہیں نہیں ہیں اور ان کے ساتھ وہ اس کا وہی ہوتا ہے
نہ ان کے پاس کیا کیا ہیں - اس کے اور اس کا نہ مارے جس سے یہ نہیں ہے -

کسی بھی ایسے کام سے جسے حوصلہ اور محنت سے مبرا ہو اس سے قاتل کا حوصلہ کم ہوگا اس کا رنور کے بجائے اس بات کا یقین کہ اس کا کام ختم ہو جائے گا۔
تندہ پہنچا کر بے گاہ اپنے آپ پر کام کرنا کہ اس کا جواب دینے کی سوجھ بوجھ ہے۔
دوست کی مشورہ آسان نہ لے کر دشمن کی مشورہ نہ لے کر ہر وقت حوصلہ کی طاقت ظہور کی اس بات کی کوئی جرح نہیں ہے اور یہی ہے کہ اس میں کسی کی وفات آپ کی اصل کام میں سے کہ ایک ہے اس کا نام نہیں لے کر اس کے پاس کوئی ترقی، حکومت اور اس کے وسائل نہیں ہندوستان کی جتنی اپنے مقصد پر یقین اور جوش و خروش نے اس کو تکی طاقت ہم پہنچا کر ہے۔ ہر کے خدائوں کی گود میں بھی اس سے ہر سے خدائیں اور ہر کاموں کا کارڈ مڑنے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے پاس بھی آپ کو ملے گا کہ اس کی کامیابی ہے اور اس کی کثرت ہے۔ لیکن ہر وقت حوصلہ اور ہر گز نہیں۔ اپنی قوم کو ہادی میں سے نچے کر دے۔

مسلمانوں نے بھی بحیثیت قوم اس کا خوب تجربہ کیا ہے۔ جو سمجھتے کہ وہ مسلمان کی
تھے جو عرب سے نکلے اور فریقہ دہ سے شرفی جہ تک ابرو حسرت کی طرح
چھا گئے، ہمیں سول سال کے ایک نو جوان نے متعدد بار بار بندوسوں جیسے وسیع و عریض
ملک تو اسلام اور اسلام کی نظام کی صوبہ غرضی سے کرکٹ کرنا اور جیتنا پر اپنی فتح مندی کے
لغوش بہتے گئے اور وہ بھی مسلمان ہی تھے۔ جہوں نے اس کی مختلف رپاؤں میں سرور ملی
اور فنی لڑائی کو کرنی رہاں میں منتقل کیا تحقیق اور سریت کا حیرانہ یہ ہے کہ بھگ چکا تھا اور
جہوں کسی سائنس تحقیق اور فکر کا پیش کرنا بھی کرکٹ روٹی حرم تھا۔ وہاں علم و فن کی نفی
بدلتا رہتا رہتا کہیں اور تحقیق والے ملک کی ایک فی دہا کو جو بخشہ دیدہ وصل اسی عالمی ہستی
اور بندہ وصل کا کرشمہ تھا۔

اور وہ بھی مسلمان ہی تھے کہ یہ سنا۔ غرض کا فائدہ اٹھا تو چند تار بیوی کا وجود چھری مسلمان فوج کی کھست کے لئے کافی رہا، تھوڑا ایک تاری عورت بھی دسیوں مسلمان مردوں کو تہ تیغ کر گئی تھی اور تاریخ ہماری پر عیب آنکھیں اس منہ کو کھلے رہی ہیں کہ

چشمہ صیاد بہر سونگراں آج بھی ہے

[illegible]

علم کے لئے وہ نامی تھے مذہب میں و تو صریح شریک نے واقعی میں یا
وجہ نے کمال میں تو باوجود شک میں رہا میں کوئی حد اے لئے اولاد کا قائل ہے مگر
جسمائے کو حد سے مگی کا کیا ہے کہ علم کے لئے کا یہ ہمارے ہے اور اپنے اعتدالات
مختلف درایوں نے جو ان کے سوا کوئی نہیں سے قضا کو یہ کہتا ہے کہ میں پناہ میں
مختلف چرخوں پر جھکا ہوا ہے، حالانکہ اور سے آئندہ جو حد نظام کی موجودیت سے اور
انہ بہت کے لئے بہت بڑی رحمت سے جو حد مختلف چرخوں پر رہ چکا ہے اور
کہ پھر سے سے حد سے حد ہے اسالی مسالمت اور اپنی کا یہیں پیدا کر کے اور کب

نفس کی بنیاد پر انسان اور انسان کے فرق کو مٹاتی ہے اور اسلام کی تمام تعلیمات کے لئے جنوں کا رچہ رکھتی ہے۔

قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ، دنیا میں جتنے بتغیر اور رسول نے، ان سب کا اصل مشن یہی دعوت توحید تھا، بتغیر اسلام جناب محمد رسول اللہ ﷺ جاتم انھیں تھے اور ضرورت تھا کہ آپ ﷺ کے ذریعہ تصور توحید کو اس درجہ رائج کر دیا جائے کہ ہمیشہ کے لئے علی اور استدلالی اعتبار سے تصور شرک منطوب اور ملعون ہو جائے، آپ ﷺ نے اس دعوت کے لئے بے حد تکلیفیں اٹھائیں، جنگیں لڑیں، کوچوں میں آلود پانی کی، جو عیش کھائیں، ہجر کھائے، کڑوی کھلی برداشت کی، عداوتہ مستیوں سے گزرے اور ہر طرح کی تکلیف اٹھاتے ہوئے ایک ایک غلے کی خوشامدی کہ "لا الہ الا اللہ" کا قراؤ کر اور کامیابی سے منکدار ہو، "خوبوا لا الہ الا اللہ تخلصوا"۔

اسلام سے پہلے عقیدہ شرک کو ایسا غری غلبہ حاصل تھا کہ مذہب توحید کی دعوت نے کراہت تھی، وہ بھی شرک سے اپنا دامن چاہیے پاتے تھے۔ کتب بدعت کی اصل تعلیم توحید ہی کی تھی، لیکن بتدریج بدعت و شرک ایک شریک مذہب بن گیا، حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے والے کے بعد ایک لڑا ہمدی کے ندی میسائیت شیت کے سانچے میں داخل ہو گئے، خود بعد مذہب کے قدیم مذہب کو دیکھا ہے، تو اس میں بھی نمایاں طور پر توحید کی تعلیم ملتی ہے، لیکن اس وقت بدعت و شریک دنیا میں شرک کا تصور کا سب سے بڑا نمونہ ہے۔ جس کے پاس دیوبند اور دیوبند کی ذاتی ہی فوج ہے کہ اس کا شمار کرتا بھی آسمان نہیں۔

یہ اسلام کی انتہائی شان ہے کہ اس نے اس فکر کی کلی پلٹ کر کے دکھائی اور عقیدہ توحید کو ایسا غالب کیا کہ جو شرک مذہب تھے وہ بھی اپنے اندر توحید کے عناصر تلاش کرنے لگے، میسائیت میں پر فطرت فرقہ پیدا ہوا، جس نے حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کا انکار کیا، بعد ازاں اس میں آریہ ذاتی تحریک آئی، جس کا مقصد مورتی پوجا کی مخالفت تھی، بہت سے شرک مذہب تھے جو اسلام کی آمد کے بعد اپنے ہو گئے، یا ان کا اندازہ

اتحاد و دوستیا کہن کا شکر دہرے ہوئے میں ہے۔

ہندوستان کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ غزوہ ہند نے پہلے تو دوسرے مہاجد کو
بہرِ خلافت ملک پر کمر بستہ کی تھی جس کی وجہ سے ہندو مت اور جین مت کی مثالیں ہیں۔ لیکن
ہندو یہ بات نہیں سمجھ سکتے تھے کہ ہندو مت نے دوسرے مذہب کو اپنے اندر جذب کر کے اپنی قدیم
مت کی مثالیں لڑائی میں دیکھ کر کامیاب ہوئی تھیں۔ ہندو مت اور جین مت کے خلاف وقت بہت
مستحق کی ایک شرح سے یہ کسی حال پر رہا کہ ان کے قائم کئے ہوئے ”کچھ مت“ کا ہندو
اسلام نے ساتھ ہی ہندو مت کے اپنی اس تاریخ کو دہرا دیا، اور ہندو مت کو اپنا کا تصور اور
ان تصور کے تحت ہندو مت کی مشیور ”نیکھی عریہ“ کی کسی کو شوشا کا حصہ ہے۔ ہندو کو
اس دور اور حکمہ جیسے فرد سے اس کے اندر یہ اس تحریک کی تہذیب کا سامنا کیا گیا جس کو
ہندو مت نے نہ سمجھ سکتا تھا۔ ہندو مت کے لیے اس طرح کے ناکام دور ہو جو
قبائلی رہنماؤں میں متحرک ہوا تھا۔

جو کہ ہندو متان کو صرف ہندو مذہب کے برعکس دیکھ جاتے ہیں ان کے
لئے یہ بات پریشانی کا باعث ہے کہ ان خصوصیات کی کوششوں کے باوجود مسلمان ہندو
مذہب اور ہندو مذہب میں کیوں قسم نہیں لگے جاتے؟ اس وجہ سے کہ کچھ مہاجد
جائے؟ اس کے لئے پہلے فرقہ وارانہ مسائل کا سلسلہ شروع کیا گیا کہ مسلمان کچھ
اسلامی تصورات اور اسلامی تہذیب کا رکن چھوڑ دیں لیکن ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر
ہو گا اور مانے محسوس کیا کہ ایک مسلمان کے لئے اپنا ”حرّی“ نظر خون رے۔ یا زیادہ
آسان ہے لیکن وہ اپنے مذہب اور دین سے دستبردار نہیں ہو سکتے مگر مسلمانوں کے شخصی
قانون کو نکلنے دیا گیا کہ اگر یہ قوانین ہندو مت کے مطابق ہیں تو ان کے درمیان
تہذیبی ماحول ختم ہو جائے گا اور شاید اس طرح وہ اس قوم کو اپنے ساتھ جذب کر لیں گے۔
لیکن ملحد اسلام یہ ہندو مت کے اس سازش کو بھی ناکام کیا

اس کی نظر میں فرقہ پرست عناصر نے محسوس کر لیا ہے کہ اگر عمل کی اصل درگ
تعمیم کا ہیں ہیں، جب تک تعلیم کا ہوں سے تو ہندو اور مسلمان کی اس دونوں کو مٹایا جائے۔ یہ

مشخص حاصل نہیں کیا جا سکتا اسی تناظر میں ایک طرف دینی درسگاہوں کو جنم کرنے کی جگہ
 چھان چارنی ہے، درجہ اولیٰ حقیقی معنوں میں انسانیت کے طہرہ دار ہیں ان کو وحشت کر
 کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف سرکاری درسگاہوں نے خالص تعلیم میں اسی تبدیلی لائی
 جا رہی ہے کہ وہ مثلاً ہندو مذہب کا تعارف اور اس کی دعوت میں جائے اور دوسری قوموں
 میں کھڑی اور محرومی کا احساس پیدا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ "وہ" سے "اور" "سرہوتی"
 "وہ" "پڑھنے کی تحریک شروع کی جا رہی ہے۔ وہ" سے "ماترہ مشرک" نظم ہے جس میں دہلی
 کو مسجد و کعبہ دیا گیا ہے۔ یہ ایک ایسے قوم پرست شخص کی نظم ہے جو انگریزوں کی آمد پر خوش
 تھا۔ ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان فحش کا بیج پڑتا ہے، سرہوتی کی جگہ
 بھائیوں کے یہاں تعلیم کی دیوی ہیں "سرہوتی و دہلی" کا مطلب سرہوتی جی کی چو جا کر
 ہے، "نہا ناپاک مذاہر کا اصل حصہ دہلی" بھی ہے کہ مسلمان اور دوسری اقلیتوں کو بدو
 مذہب اور تہذیب میں جذب کر دیا جائے وہ شرک سے مانوں، جو سائنس اور فریڈ کے
 پاکیزہ تصور سے ساتھ دھڑکیں

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں یا کسی اور قوم سے ان باتوں کا مطالبہ درحقیقت نہ
 بات کا مطالبہ ہے کہ وہ اپنے مذہبی اعتقادات اور تصورات سے منکدر و منکر اکثریت کے
 مذہبی افکار کو قبول کر لیں، یہ بالکل تہذیبی مذہب کی سازش ہے، یہ بعض قومی مسئلہ نہیں،
 بلکہ خاص مذہبی اور اعتقادی مسئلہ ہے اور مسلمانوں کے لئے مذہبی اعتبار سے گویا یہ موت
 وزیست کا مسئلہ ہے۔

یہ نہ صرف اقلیتوں کے ساتھ زیادتی ہے بلکہ ہمارے اس کثیر قومی ملک کے سکولر
 کردہ اور جمہوری قائد اور کامی ملاقاتی قتل ہے، اس لئے قصیدہ کی بات ہے جو ہر مذہب و ملی
 شہر کی کوتاہی سے اور اس ملک سے بے دردی کے دلوں کو بے چین کر دے۔

سلام میں کہ مکر ساورہ یہ منورہ سب سے زیادہ مقدس مقامات ہیں لیکن یہاں
 کی خاک بھی ان کے لئے برف پر تش نہیں مایا کر ام اور محمد رسول اللہ ﷺ ان کی نگاہ
 میں سب سے زیادہ برگزیدہ شخص ہیں لیکن وہ ان کی "ایمان" اور "بدی" کے بھی تاج

مسلماں بچے احساسِ تہری میں مبتلا نہ ہوں اور وہ بے کے حلق میں کلاں کہ
 ہم بے بند و ستان گولیاں نکلیں، پند اس ملک کو سوارا ہے، وہاں کو بہت کچھ دیا ہے
 رہا اور اپنی وطن میں صلیب لگا، سچید اور سا ویتس و گوں کو غرق دی اور احتیاجی ہو
 تھریری دگریری طور پر عا میں کہ وہ بے مار سلاواں شہی چاقوں کا مطالبہ کرتا گویا
 اس سے اپنے دینی و مذہب سے سکھ دینے کا بیج ہے
 اگر ہم نے اس امت میں چاہے تو یہ جس کی تہ و معبود مستحق ہے تو شہید یا ہو گیا ہے
 گوشت امن نہیں تیغ بھی ملے گا وہ ب
 چشمہ صیاد ہر سو گریں آتی بھی ہے

{ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۸ء }

پھر کسی صلاح الدین ایوبی کی ضرورت ہے!

۳۴ سال پہلے عالم اسلام پر ایک ایسی کارروائی سرپا لی جس کا رد و ردِ شہور مسلمانوں کو ڈپاٹا ہے اور جس کی نہیں ہر صاحب ایمان اپنے سینے میں محسوس کرتا ہے۔ یہ زخم تھکڑا ہے۔ جون ۱۹۶۷ء کو مسلمانوں نے قبلہ اقدس بیت المقدس پر اسرائیلی فوجوں کے قبضے کا محسوس کردہ مہمانِ یہاں تک کہ موسمِ تک بھی اس ناقابلِ فراموش واقعہ کو فراموش کرتے جا رہے ہیں۔ کسی قوم کے لئے سب سے بڑی بھرتیٰ نہ ہوسکتی ہے کہ وہ نٹ جائے اور اسے نٹنے کا احساس نہ ہو۔ وہ اپنے سر پر ایہ علم سے بھی محروم ہو جائے اور محرومی کا احساس بھی اس سے دلِ داغ سے نہ فہمت ہو جائے۔ عطا مآقاں نے خوب کہا ہے

اے ناکامیِ خراجِ کاروں جانا رہا

کاروں کے دل سے احساسِ رہاں طائر رہا

بیت المقدس وہ مقدس مقام ہے جسے مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے یکساں طور پر تبرک ہے۔ یہی مسرورج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو عالمِ بآل کا سر کرایا گیا۔ مخیر اس امر پہلے نے نبوت کے بعد حوالہ سے زیادہ عرض تک اسی طرف رخ کر کے نماز ادا فرمائی اس لئے یہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوا ہے کہ بیت اللہ شریف کی تعمیر کے کچھ عرصہ بعد سید، حضرت سید اکرم علیہ السلام نے بیت المقدس کی بھی تعمیر فرمائی تھی، حضرت سید، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام، حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام اور کتنے ہی انبیاء اکرام کی حیاتِ طیبہ اس مبارک مقام سے متعلق رہی ہے۔ شہرِ بیت المقدس کے قریب ہر جوار میں بھی گلاب لاتے ہیں، جو کتب و تہذیبوں کے مصوب ہیں، اسی لئے

اسلام کا نگاہ میں اثر و شہرہ اور مسکن کا خاتمہ جس سے

ایک صاحب نے دونوں ائمہ سے بہت قصص کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ یہ مشرکین کی سرزمین ہے یہاں آکر و مرد و کردار کوئی سمجھ میں ایک نماز اور دوسری مسجد میں ایک پیرا دعا ادا کرے گا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ یہی حکم کہ گویا کہ وہاں تک جانے کی استطاعت نہ ہو کہ آپ ﷺ نے ایشیا کا کہم سے تم کل کا یہ حق بھیجے گا جو وہاں پرنس میں کھائے گا (۱۵۰۰ء) حدیث ۱۰۴۰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے تمہیں بتایا کہ بت المقدس کی قبر سے فارغ ہوئے تو اللہ جل جلالہ اس کی ماں میں ایک ماہا کی خلوت کی تھی تو آپ نے بعد کسی کو صبر نہ آئے اور ان میں انبیاء علیہم السلام کی قبریں تھیں کہ جو اس مسجد میں صرف ہمارے لئے آئے تو اس نے گناہ میں طرح معاف ہو جائے گا۔ گویا وہ آج بھی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا پاس میں سے روئے قبول ہوئی تھی، دیکھو میرے لئے یہ تمہاری ماں جو مغرب سے قتل تھی اور ابھی مقبروں ہو گئی ہوگی (سن ۱۳۰۶ء) یہ روایت تو حدیث کی متحد کتابوں میں وارد ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاص طور پر میں ہی مسجدوں کے لئے سفر کرتا رہا ہے۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ (سن ۱۳۰۶ء) حدیث ۱۰۴۰ سن ۱۳۰۶ء میں انہوں نے کو اس مقدس و بابر مقام سے ہمیشہ علیحدہ اور پڑھائی قتل و دم سے

اسلام سے پہلے یہ شہر بار بار تباہ و تاراج کیا گیا، خاص کر چھی صدی قبل مسیح بائبل کے تصورات بت نصر نے اس شہر کو جس کے مقدس مقامات کی جس طرح دہشت سے دہشت بنائی اور ایک لاکھ یہودیوں کو قید کر کے بائبل سے ہمیں وہ تاریخ کے ہر واقعہ میں سے ایک سے بڑھ کر سچے سچے آپ کو اس شہر کا مصلیٰ و شہید بنے ہیں صرف قبلہ ۳۷۰ء کی اس شہر پر برسرِ اقتدار ہے، حضرت عمرؓ کے عہد میں ۶۳۶ء میں بیت المقدس کا فتح و حضرت عمرؓ و ابن العاصؓ رحمہ اللہ حضرت حمیدہؓ نے فتح کیا، مسلمان ہو گئے تھے کہ شہر میں خون، بڑی سی ہوا، صبح کی صورت نظر آئے مسلمانوں سے یہ شرط لگائی کہ تلخ و مسکین

خونِ شہر و پرچہ ہوتا کریں، شہر و عہد کے اسے قول فرمایا، اور یہ میں نے حضرت علیؑ سے پہلے ہی چاہی، اسی مقام پر اسی سال کی لکھنے نے حضرت عمرؓ کو کہاجایا کیا، وہیں عیسیٰؑ رہنا بھی آئیے، اور عہدِ سلطنت کی تحریر عمل میں آئی، اس عہد کے تحت عیسیٰؑ ہندوؤں کی جان و مال، مذہبی حریمات، حضرت مسیحؑ کی سورتوں و عہدہ کی حفاظت کی ضمانت دی گئی، لکھنے میں عہدہ ہوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی اس خواہش کو بھی قبول فرمایا، اور عہدہ ہوں کی تک آواز دینی ہوئی گئی۔

اس کے بعد سے یہاں عہدہ مسلمان حکمران رہے یہاں تک کہ گیارہویں صدی عیسوی میں مسلم جنگیں شروع ہوئیں، ۱۱۷۳ء شعبان ۵۶۹ھ کو عیسیٰؑ دوبارہ تختِ بیت المقدس میں داخل ہوئے، انہوں نے شہر میں یہ قتل عام بھیجا کہ بچے، بوڑھے، جوان اور مرد و عورت کو بڑا اتھار تہہ ننگ کیا گیا، شہر میں لاشوں کے تیار لنگ گئے، اور مغرب مورخین نے اس خورقِ آسمانی کا اعتراف کیا ہے، کہا جاتا ہے کہ صرف ایک دن میں شہر کا اس کے مصافقات میں ستر ہزار فر و شہید کئے گئے، یہ واقعہ کہ روایہ تحکیم کے برعکس تھا، جو حضرت عمرؓ عہدہ مسلمان واقفین نے عیسائیوں کے ساتھ روا کیا تھا، خطِ بیت المقدس کے اس واقعہ کے چارے عالم اسلام کو بے چین کر کے رکھ کر دیا، یہاں تک کہ ۱۱۸۷ء میں سلطان نورالدین زنگی جیسے خدا ترس بادشاہ کے بیٹے کا بدلا سلام سلطان صلاح الدین یوپی مصر کے تحت اقتدار پر جلوہ افروز ہوئے، اور شام کے علاقے فتح کرتے ہوئے ۱۱۸۷ء میں بیت المقدس کو فتح کیا، صلاح الدین یوپی نے اسکا فخر موش عیسائیوں کے ساتھ انکس و جہوں کا سلوک کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال کم ملے گی، چنانچہ خود عیسائی و خلیفہ (جو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں طرح طرح کی تلافیوں میں جھکاؤ تھا) پر اس کا گہرا اثر پڑا، خلیفہ کا ۱۱۹۰ء میں کے بعد تہہ اضرار پر لکھی گئی سنہری صلیب اتاری گئی، اور اس کی جگہ "ہلال" نصب کیا گیا، جب عہدہ سے ہلال سیم ٹکوں کا شعار سمجھا جائے گا، یہ اکیسواں سال کا عہدہ مسلمانوں کے لئے وہ تکلیف دہ و دشمنی جگر حرمت تھا، کہ پورے

عالم اسلام کی آنکھیں بے سکون اور دل بے قرار تھے۔

خلافت عثمانیہ ترکیہ کے دور میں علی یزیدیوں نے سادشیں غشی شروع کر دی تھیں۔ لیکن غلبہ نے کسی قیس پر یہودیوں کو فلسطین میں زمین خریدنے کی اجازت نہیں دی، بالآخر مغربی سازشوں سے خلافت عثمانیہ کا سقوط ہوا اور ۱۹۴۸ء میں عالم سلام کے قلب میں ہمارے نسل کا خیر گھونپ دو گیا یہ ظلم جو حذر ہا یہاں تک کہ ۱۹۶۷ء میں مسلمانوں کا قبلہ بول ان کے آسمان سے جا تا ہا، میرے نیاں میں پہلی صلیبی جنگ کی شکست اور خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد مسلمانوں کے لئے یہ سب سے بڑا حادثہ اور سب سے اندوہناک سانحہ تھا کہ اگر اس واقعہ پر آسمان خون کے آئینہ بھا جا اور زمین کا سید ثقیل ہر جا تا تو بھی اٹھ تھب نہ تھا لیکن آہ اہم مسلمانوں کی ہے جس اور بے شعور کی کہ ہادی نسلوں نے قرآن واقعہ کو بھی اپنے مسلمانوں سے مٹا دیا یہ کہ اور مسلمان حکمران سرانسل سے ایسا کتنا کاجا دور عاجز و مجبور فلسطین مانگ رہے ہیں، مگر شاہے کوئی تعمیر بھی انکی بالمذبح و لجاوت سے دست سواں اور لوات کرنا ہوگا، اور کیوں نہ ہو، کہ "ہے جرم شقی کی سزا مرگ مفا جات"!

صورت حال یہ ہے کہ ہراد خوشامد کے بعد عربوں سے کچھ وعدے کئے جاتے ہیں اور پھر بلا ادنیٰ جواز کے ان سے انکار کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ فلسطین کے مسلمانوں میں معاہدہ کی تاریخ طے تھی اور خیالی ہوتا تھا کہ شاید مسلمان قبلہ بول کی وجہ سے کامزد و فاقہ قرار نہیں کے، لیکن وہ ہوتا کیا ہوتا؟ اب طرح طرح کے شکوک و شبہات کی گتائیں پھلتی جا رہی ہیں اور ڈر لگتا ہے کہ خدا غر است افتد اور کالہ لگی کر وہ بیت المقدس کے حق سے حق دست برداشت ہو جائے، مگر ایسا ہوا تو اسی بحرہی کے ساتھ فلسطینی مسلمانوں کے لئے ایک جسمہ بعد روح ہی ہوگی۔

اگر مسلمان باقی ممالک میں وحدت کا ثبوت دیتے اور عالم اسلام نگریوں میں یث نہ گئے ہو نا تو ہی قصبہ اور علاقائیت کے حیر اسلامی غروں سے عرب دنیا کو پھٹلی بھوٹی مملکتوں کی صورت میں بانٹ نہ دیا ہو تا تو آج مسلمانوں کو ایک حقیر گداگر کی طرح ہاتھ پھیلا نے کی ضرورت پیش نہ آتی، بلکہ اسی اس سر زمین کی قسمت کا مالک ہوتے انسان کی

حسب اور کئی ترپ کے اصحاب سے غصہ نہ ہوئی ہے، حسبِ حال کا وہ کچھ
 حسبِ حال ہو اور خدا نے ہی کے غلام ہی و قافی بہرہوں پر نہایت کے فائدہ دکر رکھا جاتا
 ان کے ساتھ کیوں کر خداوندی ہو سکتی ہے؟ عرب ملک پر قومیت کا ایسا اثر ملتا ہوا کہ
 عربہ ہی عالم کے نام کے بجائے عرب قومیت کے نام سے اپنے خلیفہ کا آواز کرتے تھے۔
 اور مدیہ کے ہیائے عالم قومی وحدتی میشت سے اس مسئلہ کو پیش کرتے تھے۔ ان
 سے پتا چلا کہ اپنے خالق و ملک سے بغاوت کی دور کی صورت ہو سکتی ہے۔ اسی نے
 افغانستان میں نئے اور بے گھر یہ سراسر اتحادین سے وہیں جیسی بڑی طاقت کو دیکھی پر
 بھجوا کر دیا۔ جو سیدیشی ہر طرح کی امانت سے محروم دشمنوں میں گھرے ہوئے مسلمان
 اپنے وجود کو باقی رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کے فلسفوں میں یہ کہہ رہے تھے کہ خود
 تحریک میں بھی جب تک فلسفہ بھلا رہا اور تحریک جس کی شرکت نہ ہوگی کامیابی کی منزل
 دور سے دور تک ہوتی رہی، آج اگر اراکین یا سرعادت سے مکمل طور پر یہ عرب قوم
 پر سوال کی جودھد کا نہیں بلکہ فلسفہ اتحادین کی عملی دکاوش کا نتیجہ ہے۔

اس لئے پھر ضرورت ہے کہ قبیلہ غزنی کی تحریک کا سیاسی مسلمانوں کو ترپانے والا
 یہ ترپ حدائی طرف میں کو متوجہ کرے، جب ہی اسے تعلقی کی ضرورت معلوم ہو سکتی ہے اور
 مسلمانوں کا قبیلہ اولیٰ ان کو دیکھیں مل سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ آج پھر عالمِ اسلام کو وقت
 کے صلاح کارین کا انتظام ہے، خدا کرے وہ وقت جلد آئے اور مسلمانوں کا ہر کو اس امت
 دیکھتا اور سوئی سے بچاتے ہیں جس سے وہ اسی وقت دوپہر میں

(۱۵/ ۹/ ۱۹۹۰ء)

تو تیرا زما، ہم جگر آزمائیں!

جس وقت۔۔۔ مٹری قارئین کی نگاہوں سے گذر جائیگی۔ یہ معلوم حوصلہ مند بیورو، خود کار افغانوں کی سرزمین پر کیا گھر دلائی ہوگی جو مختلف جنسوں کے چار سے بڑے پاکستانی ہجرت کرنے والوں کے قسط اختیار کر لینے کے باوجود افغانستان میں ان کے قدم جتنے نہیں دے گئے۔ اور جس کی غیرت ایمانی اور میتہ افغانی نے اس جیسے ملک جو کسی حد اوج میں ایک بار تدمر رکھنے کے بعد وہاں سے ہٹا دیا جاتے تھے، اور سر بزمیری عارفیہ کی جس کی سختی میں نہیں تھی، بھی جنت جوں اور حوصلہ لہ زوال کے سامنے کھٹے ٹھکے پر مجبور کر دیا، اور یہیں سے سودیت جو نہیں کا کھرا کہ شروع ہوا، اب اس وقت دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے مضبوط طاقت امریکہ اس لٹی لٹی لے سر سامان لیکن میرت ایمان سے معذور قوم سے بچہ آزمائی کے لئے تیار ہے۔ انٹانوں کی جگہ کوئی اور قوم ہوتی تو تہا نہ جانے کتنی بار امریکہ کے سامنے روج و تہو بچلا دیا ہوتی، لیکن یہاں تو ہم کی ہمت مروانہ ہے، وہ اب بھی خم ہو کر کر کھڑی ہے کہ

اور آؤ عالم ہتر آزمائیں

تو تہہ آزما ہم جگر آزمائیں

دیکھئے ایسا آزمائش کیا رنگ لاتی ہے، مٹری لیراں کے ہاتھوں کیسی کسی ہمت نہایت سوزناں دیکھنے کو ملتی ہیں، اور مغرب کی رواجی وحشت گردی اور باقی ملت خوش آشی کیا رنگ لاتی ہے؟ اللہ ہر دلزل اللہ ہر وحید ہر احد عزیز مقلدو!

چند برس پہلے لکھا ہے کہ یہ سب عیاقطرت قوم بیوروں کی سازش ہے جس کا مقصد عالم اسلام کو بدنام کرنا، امریکہ، مغربی ملکوں و مسلمانوں کے پارے میں بٹکانا اور

کما اہم ہے؟ فرق درست نہیں، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غیر مسلموں کے خون
 ہمارے خون کی طرح اور ان کے املاک ہمارے املاک کی طرح ہیں، ہفتا تہم کلمۃ اللہ
 و اھوا اللہم کلموا اللہ! امر کہ خود جس دہشت گردی کا مرتکب ہوتا رہا ہے اور جس طرح
 اس نے انسانی خون کو گراں کیا ہے، جنگ کی تاریخ میں شاید ہی اس کی کوئی مثال مل سکے۔
 ۱۳۵۰ء میں اس نے جاپان کے شہر بیروشیما پر بیلا اٹم بم گرایا، جس میں عہد ہتر شاہی
 ایک لاکھ موت کی غم سو گئے، ملاواتے ہی زخمی ہوئے، ماور صرف نین دونوں بھڑکا کھانگی پر
 دوسرا بم گرایا، جس میں چالیس ہزار افراد یکوقت قتل، اجل میں مجھے یاد ہے ہی زخمی ہوئے،
 اور اب تک اس خط میں جو بچے پیدا ہو رہے ہیں وہ معذور ہو رہے ہیں، انکثت ملاوڑ میں
 مکی خیر ہو گئی ہے کہ اب تک جزہ کی روایت کی سے محروم ہے، عراق میں امریکہ کی بے جا
 پابندیوں کی وجہ سے لاکھوں بچے مر چکے ہیں، ملا کہتے ہی مر بیٹھیں ہیں، جو وہ اس کے لئے
 اپنی بے رگو رہے ہیں، امریکہ کی کھلی ہوئی پشت پناہی کی بنا پر اسرائیل ہر دن بے تصور
 فلسطینیوں کا قتل عام کر رہا ہے، کیا ان انسانی جانوں کی کوئی قیمت نہیں ہے، اور کیا یہ
 رشتہ گردی نہیں تو انسانیت تو ازی ہے؟

محب بات ہے کہ مغربی ممالک مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگاتے ہیں،
 بلکہ مغرب کے ہندو بھگتوں کی وجہ سے اسلام اور دہشت گردی مترادف سمجھا کر ہو گئے ہیں،
 حالانکہ جنت گردی تو اصل میں مغرب کا طرز امتیاز رہا ہے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم
 کن تو مصلحت کی دینے ہے؟ کہا جاتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں وہاں کا نو بیلا ک ۲۰ کروڑ اور
 لا کو معذور اور ۲۰ کروڑ معذور لاکھا چھ ہوئے، ماور دوسری جنگ عظیم میں ساڑھے تین کروڑ
 آدمی مارے گئے۔ اور دو کروڑ معذور ہو گئے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد روس نے معذور
 فوجیوں کے لئے معذوری اعطاء کیا ہے، اپنے کارخانوں کو جو آڑے رہے وہ تو آڑے ہی رہے
 جب یہ کافی نہ ہوئے تو ۳۰ لاکھ معذوری پر طے کا آڑے امریکی کارخانوں کو دیا، ماور یہ
 سب کچھ معذور فوجیوں کے لئے عام شہری جو معذور ہوئے وہ اسی کے علاوہ ہیں، فرانکس
 نے ایگزٹ پر جو مقام دیا ہے وہی طائیہ اور پر نکالنے والی تو آپادیات پر جو جو دستہ روا

حیث، اور صحت کا خوف (مرد و عورت)

۱۔ دولت و فقر ہے کہ یہاں عیسائی اور زعفرانی طاقتیں اسلام کے خلاف متحد ہو کر کھڑی ہو گئی ہیں ان حالات میں مسلمانوں کے لئے تیز یا شرمناک انتہا میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع، اللہ اللہ سے اعوذ، دین و معاشرہ کے مفاد کے لئے ضرورت میں کھلب، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا شہد ہے کہ صلوٰۃ اور صبر کے وسیع الشریعہ کے خلاف، ہر معصیہ و بالخصوص و کمال و صلوات کا ترجمہ ہمارے کیا جاتا ہے، بلکہ صلوٰۃ اور اصل رجوع ان لوگوں کے عموماً نہیں کہ ان کی کیفیت ایسی عجیب ہے جس میں انہیں اپنا خدا کے صواب دینا ہے، وہ یہ خدا کی طرف رجوع کرنے کی کامل ترین صورت ہے، چنانچہ اس وقت مسجد میں دعا، اور خوفِ خدا کا اجتماع ہو چکا ہے، اس کی ضروری چرچہ و گفت و گو ہے، یہ تہذیب کی بات ہے عقل و جذبات پر اور سوشل سائنس، غالب دیکھنے کا نام 'جاسوسی' کہ تو ان کے "صبر" سے تعبیر کیا ہے وہ اس کو حدیث میں "فراست" یعنی "کہا گیا ہے، بعض اوقات حکیمانہ" جیسے کے لئے اپنے جذبات کا آپ خوں کہنا چاہتا ہے لیکن اس میں وجہ معقولہ کی جگہ ملی اور علاج مضمر ہوتی ہے۔

تیسری ضروری چیز استقامت اور اس کی شیرازہ بندی ہے، اس وقت مسلمانوں کا بھی اختلاف و امتداد ضرب اٹھانے کا ہے اور ملک کی سطح سے کر عالمی سطح تک پکھڑا موجود ہے، اگر نہ وقت، لم اسلام متحد ہو کر مغربی طاقتوں کے لئے لڑتا ہے، وہیں و جنت اتم نگیزی کی مثال، عزت و ہستی، خود ہم بدوستان کے حالات دیکھیں، کہ ایک طرف فرقہ پرست طاقتیں مسلمانوں، مسلم دوس گاہوں اور تحریکات کے گرد اپنا تحریک کر رہی ہیں، اور جیہتی اور جلیبی طاقتوں سے ان کا دبا مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جا رہا ہے، اور دوسری طرف ہم اپنے خودی مسائل میں متاثرہ کی گاہیں گرم کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کی تدبیریں و تحریکیں مسم چلا رہے ہیں وہی ہمارے ہی دوسروں تک صورت ہے، اور ہماری فرست ایمان و ہجرت سبکی

نے لے کھڑا تھا۔

موجودہ حالت بہت اتر چکی ہیں لیکن اسلام کا دینی عقائد اور آداب و رسوم کا اعتبار کر چکا ہے، اور جیسا کہ علماء و پین کسی قدر بھی علم و معنی و درجہ و عیار کی کمی نہ ہو اختیار کریں وہ حق راستی ہے چرغ کو بجھانا چاہیے۔ اور یہ نور اپنے اپنے کام کو سمجھ کر بجھ رہا ہے۔ وائے معہ نورہ و لہو کرمہ انکسافروں!"

()

کیا ہم اس کے سبب بھی تیار نہیں ہیں؟

اس وقت یہی شمار ہے کہ اس کے سب سے جانتا ہو کہ ایک ایسے
 بچہ نے جس مادہ ملک کو کسی کسی اجیت نے بھی پی سہ داری اور ہم رہائی کا
 کیا۔ بارگاہ ہے جو کہ لی طور پر ملک ۱۰۰۰ سالوں میں سے سطوت اور ماسا سال
 کے جنگی حالات سے اچھے اور نواپسہ سے سے وہ وہ یہ ورنہ بڑی طاقت
 کے ظلم و ستم کا مظاہرہ کر چکا ہے، اس کو تو اس کی پیرہہ و سرگاہوں سے کہ اس پر سادہ
 اور سب سے ملک کا سرب و مشرقی کی طاقتوں کے بار بار ستموں میں سے جس وہ عیش اس
 اضحیٰ میں چڑھا کے جس ان کوں سوپ سے بہت بار و پر بار سے ان کے دست قدم
 سے سے پچھرائی کی ہے، اور اندھنی کی مدد سے سے۔ یہ ان کوں کی مد
 اعلا سے کا حرا چھایا ہے، غم نہ کرے کہ پھر اس میں کی طاقت و جوتی سے۔ اس کے مدد
 فرعون پاشی پاشی ہو کر رہ جائے، وہ ماد لٹ علی اسے بھری

سو رہا ہے کہ جو سلطان اپنے ان مظلوم اور سب سے ہر ہر سے صاف مدد
 کرے کے ساتھ ورنہ نہیں رہتے، جس پر وہ رہتے رہتے رہتے رہتے رہتے رہتے رہتے
 سے ایک ایسے یاں رہا، یا سے کہ جب قریب سے کوئی شخص سے نہ تو، کچھ دوس
 اسے دیکھ سے دیکھتے ہی ہنسنے لگے اگر کسی پر کار ہوئے، باب سے اسے یہ بھی ممکن
 نہ ہو تو اس سے متنیوں سے نہ اچھے اور دوسری بار سے نہ کہ اسے نہان سے بھی
 قدر سے دی گئے وہ سے وہ سے کی کوشش کرے گا (اور اسے ۱۳۴۴ء) علم
 و جو سے چاروں فکر اور نہ ہی نہیں۔ یہ ۱۰۰ سالوں سے کی جھگڑا ہے، جو
 کہ یہی احکام کی حد تک شریک نہ ہو کہ کیا ماسق سے نہان ظلم اور اس سے سے نہ تو

۱۶۶۰ء سرگرمی میں رہا۔ وہ اپنے بڑھاپے کا تصور صرف اس قدر ہے کہ وہ جانتے اس حد تک کہ میں پر خود ان کے ہندوؤں کے خدا کے دین کو یاد کرنا چاہتا ہوں۔ یہ لیا ایسے احادیث سے ہے یقینی و حسیہ ہوئی؟

لا یمنونکم اللہ عن الدین المریمانوا کفر فی الدین
ولس یمنونکم اللہ عن الدین المریمانوا کفر فی الدین
الذہور ان اللہ یحب المفسطین۔ (المکتبہ ۶)

اللہ تعالیٰ تمہیں ان غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور
صاف سے نہیں روکنا، جسوں نے تم سے ان سے یار سے میں جنگ
نہ کی ہو، اور جسیں میرا سے مردوں سے نہ نکالا ہو۔ بیشک اللہ احادیث
کو سہ والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

جو غیر مسلم بھائی احادیث کی روش پر قائم ہوں وہ ہمارے اسان بھائی ہیں۔
اور ہمارے برادرانہ سلوک اور حسن اخلاق کے مستحق ہیں، اور ان کے ساتھ بدی
کسی طور پر نہیں۔ یہ خلق کا علم ان لوگوں سے ہے جسوں نے اسلام اور
مسلموں سے یار سے نہیں کیا۔ جاسا اور تا متعظہ روش اختیار کر رکھی ہو، یہ سمجھتا کہ کسی
حاصل شخص کی ہو گئی ہو کسی حاصل مطالبہ کا تحمل مغربی طاقتوں کو مطمئن کروے گی، اور
اسلام کے خلاف بغض، عناد کی جو آگ ان کے سینوں میں لگی ہوئی ہے، وہ سے بچنے
میں کامیاب ہو جائے گی کبھی ایک نظر۔ خیال ہے، اس عداوت کا اصل نشانہ اس کی فکر
ضدہ اسلامی تعصب و خلاف، اور اسلامی نظام حیات ہے، قرآن نے یہود و
نصارے کی نفسیات و ارادوں کے اندرونی چہرہ کی خوب تر بھائی کیا ہے، اور یہ جس
قدر اس اندیشہ کے بہ میں بھی برافقہ تھی، یہی قدر آج بھی ہے کہ

لن نرضی عنک الیہود ولا النصارى حتی یتبع
ملہم۔ قل ان مدی اللہ هو الہدی ولان اتبعہم اھواء
هم بعد الذی جاءک من العلم ما لک من اللہ من ولی

ولا عبس (۱۲ جزء)

یہودیوں کی یہ ہے کہ ان کے نبی و کتب و احادیث کی نسبت سے کہیں کہیں
جس تک آپ ان کے نبی نہ ہو جائیں۔ آپ نہ کہیں کہ
ہر ایک قوم ہے و خدا کی ہے اور آپ ہم کو حاصل ہو گئے۔ خدا کی
ان کی خواہشات کی پیروی کرے۔ آپ نے سے اللہ کے
مکہ کوئی حاجی نہ ہوگا۔

قرآن سے میں یہودیوں کی ان کے اندر دلی بندہ ہے۔ رسولِ سرورِ کون ہے
اور خلافت کا یہ ہے کہ طوطا سے بے شک عام سلام میں جو شخص کوئی میں، وہ سب
ان کے واضح شہاد ہیں، میں نے سب تک مسلمان بنے۔ یہی شخصیات اور اپنے
ثقافتی عبادات کو حیرت انگیز کہہ میں اور پوری طرح عربی قرآن اور عربی شخصیات کے
سامنے حسین حسیہ خم نے کہ میں ان کی عقلی میں جو عقلی مادہ نکلا۔ اللہ مسلمان بھی اس
نے لے لے تیار ہیں جو کہ میں نے کہہ دوئے کے سے سب چھو کوئے کو پانا اور
اللہ کی راہ میں لگ گھوٹا ہے کو "پینا" تصور کرتے میں اور میں کے ایسا عقیدہ
کا حصہ ہے

اس میں نظر میں ہم مسلمان اب مذکورہ میں سے کوئے نہ صرف نہ
نکلتے میں کہ ملک کی رائے عامہ حقیقت پر بندہ میں اور میں عقلی صورت حال کا
ا۔ کہ کرنے میں نہ دو میں۔ صرف سترچ ہندو بھائیوں (جن کی ترقی بھی میں ملک
میں اکثریت ہے) کو ساتھ لے حکومت ہند سے خواہش نہ رہا۔ یہاں تاں۔
پاکستان پر قائم رہے اور امریکہ کی آنکھ ہرگز کے حیرت نہ کرے اور راجدیش ہے کہ
کل ہوا ان کا دینی ائمہ دہارے ملک کی طرف بھی بڑھے گا اور میں ہمارے
سہ بھی ختم ہو رہا ہے۔ امریکہ نے لی نہ آت پیدا ہوئی

ان کے ساتھ ساتھ ہم امریکہ اور برطانیہ کی خدائی کا کیا بات کریں کہ
یہ بھی منکر ہے: مثلاً نے اکتبہ اور عالم سے ہے کافی نہ ہے کا ایک موثر طریقہ ہے

اور شرعاً یہ شے نے خدا کی طرف سے کیا بات کے مظاہر میں کہ میں طاعت میں جو میرا اختیار ہے، اس کے لئے تپیں نہ۔ میں سے وہ بات ہے کہ میں نے جو خدا سے ہے، اسے شریقی نامہ دی ہے اور حجت برہانی اور حجت عقلی کا حکم سے پوچھو رہی ہے کہ کیا ہم اس سے لے بھی سیکھیں ہیں؟

(۱۶/۱۰/۱۳۸۵ھ - ۲۰۰۵ء)

بوئے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے!

مغربی توہمیں بظاہر اور افسانیت اور تقدیر کی محسوس اور کئی بار یہ دوسروں کے تحریر میں سنی حقوق کی محاسبہ کو تو گھریا ہوں نے جڑا تو رکھا ہے لیکن یہ تصویر کا آئینہ روئے ہے یہ عقلی تصویر نہیں بلکہ اس پر جھانکا تو ہوتا ہے وہ اس قوم کا بطنِ اعظم اور مسلمانوں کے خلاف جس وحش و درندہ دلی سے کہ انہوں نے جو کائناتیں اپنی سرانجام کی کیفیت سے چھپا کر دیکھنا چاہی ہیں یہ تو پانی پھل تیار ہے یہ مانی طرح قتل و قتل کے جھگڑاؤں سے یہ نہ کی عزت تو ہے نہ راقی جاتے ہیں ماحول پر اس کی نفس اور ان کی لذات کے بارے میں کہ یہ بھیگانا خوب مرثیہ ہے

قد بدت لبعضاء من لو اھمرو ما تھفی صدورھم

اکبر، قد بدت لکم الایام من کثرت قمعوف (لیون ۱۸)

بعض اس سے کہ سے ظاہر ہو چاہت ہے وہاں کے سوں نے جو

کچھ چھپا کر ہے وہ اس سے کہ ہے ظاہر ہے کہ انہوں نے

یوں کر ہے وہ اس سے کہ ہے کام

یہ حقیقت میں دولت ظاہر ہوئی جب کہ آپ شمس اور یہ نے انہوں نے حمد کو "علیٰ بنک" سے تحسب انکے نقطہ سے تعبیر کیا، در یہ کوئی نئی بات نہیں، مسرتانی پوچھنا مستحق نام و در یہ صاحب امریکہ نے ۱۹۴۷ء میں صاف کہا تھا کہ ہم یورپ اور مسلمانوں کے درمیان رقیبت پر مبنی جنسِ عداوت رکھیں گے اور اس نے ہم آتش میں جنگ و جدائی کے بارے میں پوری صاف دلی سے کام لیتے ہوئے کہا تھا کہ یہ جنگ بال بال اور صلیب سے ہمیں ہے

دوسیا میں جیسا کہ عظیم السلام نے اس سے نوپور نہ صرف اس کی "سنسٹی جنگ" بھی تم نہیں۔ لی
میں جگہ صرف حویلیوں اور اسلوب دلی تمہا ہے اس سے ۱۹۳۳ء میں دوسیا کی شہر زلزلہ کے ایک
سرب پوری "بھل" سے ہے۔ "دوسیا کے علاقہ مری جاے" اور ایک جنگ مقدس
سے "بھل" سے اس کا کھانا "علاقہ" ہے کہ فلسطی جنگوں کی پڑمیت ابھی یورپ کے فوجیوں
سے کوئی شکریہ ہوں ہے اور اس وقت "مہم اسلام" کا واقعہ نکلتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خوں آسمانی اور محسن کشی مغرب کی ظلمات کا ایک حصہ ہے۔ ویسا ہی مالی کلیہ قوں نے اپنے دور افتادہ اور جس جو مظالم کو اٹھائے ہیں کون سمجھ سکتا ہے؟ اس سے نا آشنا ہوگا۔ کہہ جاتا ہے کہ پندرہویں صدی عیسوی میں ۱۵۰۰ء کو ہشتادویں لوگھنے نے چوپ کی قلم برداری پر نہایت ہی سہولت کے ساتھ غور و خجست اپنے اقوال سے متدار کر سولی پر چڑھایا۔ ۱۵۸۱ء سے ۱۵۹۹ء تک صرف ۱۸ سال کے عرصہ میں ظلم بن کی تفتیش کر کے دئے گئے۔ ایک بڑا اور جس اور انکو زندہ چلا دیا۔ ۱۶۸۶ء میں انہوں کو بکھرے کر دیئے گئے۔ راس و اعضاء اور جانش و دروں پر عرصہ حیات تک تھا۔ کہا جاتا ہے کہ کلک تفتیش نے ۳۵ لاکھ سے زیادہ انہیں ظلم کو زندہ اندر آتش کر دی۔ پارنلی (Parnley) کو صرف یہ کہنے پر کہ "میرے ہائی جیک سے نہیں کرتے" بے تحاشہ تیار ہانے لگائے گئے۔ ۱۷۹۳ء (Camplend) کو انہیں کی عقیدہ کی تیرہ و پر کہ اس دنیا کے ظلم اور بھی نیا نہیں ہیں، جتا اور قد نابل بھیجا گیا، بعض راس و دروں کو صرف یہ کہنے کے جرم میں کہ انہیں کی وگوں میں خون حرکت کرتا ہے، موت تیرہیں مرا انہیں دی گئیں۔ گلیلیو (Galileo) یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ زمین حرکت کرتی ہے۔ جیسا کہ علم اسے ظرافت ذریعہ تصور کرتے تھے، اس بنیاد پر اسے قید یا شہقت میں سزا دی گئی، اندھ قس کی مریدوں کے خلاف بھی عقیدہ کی تفتیش کی جاتی تھی۔ اور گرنسی میت کے بارے میں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ بد عقیدہ تھا، تو اس کی جاکہ جھٹھ کر لی جاتی۔ دو بار دھر دم نہ دئے جاتے، بار دھری کر کے دھاری کو ۳۵ برس ۵۰ فیصد تک اس بکتر کو دئے دیا جاتا تھا۔ (خرنلی میں کی ایک کتاب، سہ قلمی سہوی: ۳۳، ۳۴)

۱۹۹۵ء۔ ۱۹۹۷ء تک مسلمانوں کے درمیان تعلیمی بنیوں کا مطالعہ ہے، مسلمانوں کے بچے مشترکہ علاقوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ جسمی سلوک اور فراغتی

کا مظاہرہ کیا۔ انہیں صلیبی شہنشاہوں نے مجبور طور پر، جو عموماً کچھ جرموں کا نئے ہرے آنے
 جڑھتی ہوئے مسیحیت کے ساتھ یہاں تک کرتی کہ وہ انہوں نے بھی جواب دہی میں اس کا قصور
 کیا۔ وہ کچھ جبر و سبوتا کی صورت میں کاہنوں کے کہ جب یہاں تک کہ انہوں نے ان کے اقوال کو
 جان تھا کہ گوروں کے لئے کھڑے رہا تو ان کے حوالے میں ڈاب جوتے تھے اور ہر طرف
 انسانوں کے لئے یہ تھا کہ وہ ان کے لئے تھے۔

اس وقت جو مسیحیوں کی ملک انہیں نیت ہوئی کا علم تھا ہے ہیں انہوں نے ان کی جان سے؟
 تو انہوں نے ان کی جان سے کی سازش سے ملا کہ وہ بڑا بڑا قتل عام ہوا۔ ان کے برعکس
 نے ظلم و بربریت کا جو چرچا قلمی کیا ہے وہ استہزائی کی تاریخ کا ہیبت منی یہاں تک ہے
 مسیحیت کے لئے کہ تم سے تم کو ان کے مسلمانوں کے جہاد کی میں تو انہوں نے ان کے ہر
 کو کھیل کر ان کے عقائد سے جو جو حکمت عام ہے ان کے سامنے نہ دیا جو ہے انہوں
 کی تعداد بھی پتہ چلا ۲۰۰۰ مر رہا ہے۔ (۱۰) اور مغرب (۱۰)

امریکہ اور یورپ کی۔ چاروں طرف کی سرنگوں کی سرنگوں اور وہاں تک جڑیاں بھی وہ
 اصل مغرب کی لئے ہے۔ میں نے ۱۹۸۲ میں صائبہ اور شیر میں فلسطینیوں کا جو قتل عام
 کیا میں نے ان کی جان میں تھی وہ نہانے ہیں کہ ان کے چاروں بھی اس میں نے لئے ایک نماز
 ہے، یہاں نے پولیس اور اسپتالوں کے دیکھنے کے مطابق صرف ۲۰۰۰ مر رہا ہے۔ ۱۹۸۲
 میں قریب ۸۰۰ مر رہا ہے فلسطینی امریکی ہمدانی سے شہید ہوئے وہ امریکی کی روک تھام
 واقعات نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 سے کہ انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 ان کی مثالیں ہیں۔

یورپ کی "مانیت" سوری کی سب سے کھلی سونے مثال یہاں میں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 نظام انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے
 سے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے انہوں نے

نے ہونپ پتوٹی ٹٹنی، اور صرف ایک ہفتے کے اندر سرخسہ سلاطین کے قدم میں آئے، یونان
 سویا کی عہدہ خود اپنے مسرتوں کے حکام سے پڑھیں تھیں، اور انہیں سلاطین کی صورت
 سات، سندھ میں گئے جنگوں میں بعد میں اسے نہایت سفاکی کے ساتھ میں کا اظہار کیا۔
 سلاطین کا قتل عام کیا گیا، اور وہ سلاطین کے بیروں پر نیکروں سے سلیبیوں بنائی گئیں، وہاں کو
 جیسے کا خون پیئے، پھر ہر کیا گیا، مسلمانوں کے نر سے ہوا گئے، ہر سروس سے ہا ہا کیلے گئے،
 مسجد میں شیعہ کی تھیں خدیجوں کی انگلیوں نکال دی گئیں، لوگوں کو زندہ زندہ قتل کیا گیا، بڑا وہاں
 عورتوں کی ہر عام عصمت و بڑائی کی گئی، انہیں دریں ملک کیا گیا، تاکہ وہ سب بچوں کو ہم
 ہیں، اور وہاں لایں کے سر ہتھوڑے سے توڑ دیئے گئے، ہلکے ہتھوڑوں کے پیت چاک کئے
 گئے، بچوں کے سر کا تختہ ان کے سامنے پیش کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یونان اور اس کے گرد و پیش کے علاقوں میں مغربی وحشت ناسیوں کے
 واقعات تھے تکلیف دہ ہیں، کہ جنگوں سے مرگ گئی، آدی بھی انہیں سننے کی تاب نہیں لاسکتا،
 اور پھر پہلے اور دوسری جنگ، ظہیم میں جاپان پر جو مظالم ہوئے، وہ بھی ان تمام ہنگاموں کے
 مقابلہ جگے مسوں ہوتے ہیں، کہ نہ کہ ان ہمدردوں میں تو یقیناً لوگ رعد کی گے قصص سے آرا
 ہو گئے تھے، جسکو قہر پرپ کے ان مظلوموں کو تو گویا رہا، اور مسلسل قتل کیا گیا، عزت و آبرو
 کا قتل، جسم و جان کا قتل، آنکھوں کے سامنے مصروف تھا، اور بعد میں آگینوں کا قتل، ہمدردی
 اور دلاوری کی یادگاروں کا قتل، مرنے والے ایک دلوں کو تڑپا دے، اور نہ ہی سے گویا کی چھین لے

عجیب بات ہے کہ جتنے انسانیت سوز اٹھیا رہے ہیں، وہ سب مغرب ہی کا تختہ
 ہیں، کہا جاتا ہے کہ اس وقت امریکا کے پاس دو سو پچیس کروڑ ملین کے پاس ہیں، اور
 برطانیہ کے پاس پندرہ سو پچاس کروڑ ملین، جو بے دیشیا اور گاماسا کی پر کرنے والے ہم
 سے کئی ہزار گنا زیادہ طاقت ور ہیں، ایک محقق کا تجزیہ ہے کہ جسوں صدی کے نصف اول میں
 اطر مہادی اور جنگ میں چینی رفر غرق ہوا ہے، اس سے چھاس سال بعد دنیا کے تمام دونوں
 کو موت خدا اور دو قربانی فانی کے سے مکان فراہم کیا جاسکتا تھا، لیکن مغرب کی حکومت کی
 خود اتاری کا جوشوشی ہے، اس کی وجہ سے ملک تھیا روں کی صنعت اس وقت سب سے بڑی

کہ خون صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

افغان جنگ کا ایک مرحلہ تمام ہو چکا ہے اور اس میں خوب مسمیٰ جو مر رہی ہوئی ہے وہ سب کے سب اسے ہے، حقیقت یہ ہے کہ خلافِ مذاہب نے توڑی مسجد اقصیٰ پر بیہوشی سے بھڑکا تھا۔ جریرۃ العرب میں یسود و صافٹی کی وہ کسی کے بعد عالم اسلام کے لئے یہ سب سے بڑا حادثہ ہے۔ یہیں پر ظلم کی فتح اور دھمیل و جھٹ کی طاقت پر ہمیں جو کھائی طاقت کا مظہر ہے۔ اصول و قاعدوں کے مقابلہ کا وہیت کی جیت سے اسے مغرب کی شگری اور مسلمانوں کے بارے میں اس کے جوہر و جہاد، اسلامیاتی کو بے خطاب کر دیا ہے۔ یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ ایشیائی اور ترقی پذیر ممالک کو مغربی طاقتوں کا ٹھکانہ بن کر رہنا ہے گا اور اگر وہ اپنے حقوق کے معاملے میں سرحد کی کے جائے سرفرازی کا دوسرا اختیار کر لیں گے کسی، لعل و جھٹ کے بغیر ان کا سر جھلکا یا جائے گا

اور اصل طالبان اس وقت سامانی فرمانرواں اور ان کی فکرائی کی صلاحیتوں ایک مددست بن گئے تھے۔ طالبان کی قیادت سے پہلے افغانستان میں امن اور قانون کی کوئی کون بچ نہیں تھی۔ طوائف اسلام کی کمیہ تھی، مختلف علاقے مختلف کی تھروں کے، اور قیاد تھے، اور جریرہ اپنے مخالفین سے ساتھ نہایت سفاکی سے پیش آتا تھا، ان سے اس میں طالبان ہر جہت سے لڑا اس ملک کی قیادت میں اسے اور بہت شرعہ میں چار ملکوں کے رہنے لگیں آگے، اور جس طرز میں گئے ہمارے میں، اس میں اس ملک اسلامی اخوت اور اسلامی محبت کی حرکات کے سے جہاں میں وہ پیر میں دکان میں کوٹ لڑ جاتی تھی وہاں بحال ہو گیا کہ ایک رات میں بھی اپنی وہاں کو تحمل نہ کر سکتی تھیں مجھے تھے۔

[illegible]

مغرب، افغنستان کا یہی اسلامی کردار، کھنکھ رہتا تھا۔ یہاں کہ افغان نسل سے یہ بدعت ثابت کر رہی تھی کہ اسلام بحیثیت سماج دیہاتی نظام کے آج بھی نہ صرف قابلِ عطا ہے، بلکہ دنیا نے انسانیت کی کامیاب و ناکامی کی معیاریت دیکھا ہے، مغرب نے، ہاٹی پائینڈ ہاں لگا کر ہر چار طرف سے فحش کے گھرے ہوئے اس ملک کو ظلوغ کرنے کی کوشش کی تاہم سمجھا کہ یہ مخرجِ انہی مغربی طاقتوں کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جائیں گے نہیں، انہوں نے نہایت حق و حقائق کے ساتھ اس صورتِ حال کا مقابلہ کیا، جو حکومت کے ذمہ داروں اور عہدیداروں نے کسی سادہ اور کفایت شعارانہ ذرخند انحصار کی کہہ سیکھنے والوں کو حکومت شدہ کا دریاؤں چاہتا تھا، ملک کے بچے کو بے لی صدر صدر پر نہ جھن ہونے کے باوجود ان کو ملک کا خارجہ سربراہ تسلیم کرے، تاکہ دنیا میں یہ امر ثابت ہو سکے کہ یہاں کی سچی باتیں اس کی کامیاب کوشش کی تھی، بلکہ انہوں نے حد پر محدود رکھا، اور انسانی سہارا کی فکر نہیں کی، نہ کبھی انہوں نے غرض کے ہاتھ پھیلائے، نہ کسی سے اعانت و ہمدانے طالب ہوئے، اور یہ بھی وصاحتِ حق تہ ہے کہ اس ملک کا اسلامی نظام یہاں کے باشندوں کی مرضی سے ہے، اور ہم اسے کسی دوسرے ملک پر بھی پناہ نہیں دیتے۔

گیا وہ محسوس ہو رہا ہے بروقی سے وہ قدم کے بعد بھی امر خدائی یا شریعت میں
پیش کر سکا جو دہشت گردی کے حق و قدس اسلام، مآدین، القاعدہ یا افغانستان کی
شریعت کو بظاہر ہو، بدستور دفرین نہ امر کو ظاہر کرنے میں کسی حد تک سب کچھ

پرستانہ زندگی کا نوکر بن گیا۔ سبکدوشی کی فراہمی کو آسان نہ دیا گیا۔ عمارتوں کی طرز
سوی نظام نو یہ مستحکم کیا گیا کہ آج مغرب و دو کھانگ میں سود سے بچ کر کسی خاص بارگاہ
نہی مہم دینا شروع ہو گیا۔ اور خود مغربی ممالک میں تو دور دور کی ضروریات میں بھی سود
سے بچنا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ سب کچھ۔ یہ کہ عرب مزدور چاری و مٹی کھاتے اور سود بھرتے
ہوئے ہیں اور ملت مندوں کی تحریروں میں ان کے لبوں سے سدا جاری رہتی ہیں۔

مغرب کے اقتصادیات نظام کے مقابلہ کی نسبت تحریک کفری ہوئی جو حدودوں کے
اتصال کے خلاف برسرِ پیکار تھی اور سودیہ دار اند نظام کو ایک ظلم تصور کرتی تھی۔ لیکن
اشتراکی نظام تک یہ شہت غریبی بنیاد پر وجود میں نہیں آیا تھا۔ یہ سچی سوچ اور رد عمل کے
طور پر اس کی مشورہ ہوئی تھی۔ اس نے جو اثر اور مغربیہ سے خلی نہیں رہا، فکر و دی حکایت
کے بجائے جتنا کہ اور سرکاری حکایت، حدودوں کے لئے حق حکومت، و شخصی آزادی کا
کی حد تک کٹا کھٹ کیا کہ اس نظام کے خلاف کی زبانوں کو جنش لی بھی اجازت نہیں۔ وہ
سود تھے جسوں سے شرابی نظام کے مت کو سوساں سے بھی لم حرم میں پاش پاش کر
کے دکھایا۔

سب دیکھا میں اس اپنی نظام حیات کے مقابلہ سلام کے سوا کوئی اور نظام حیات
نہیں۔ کیوں کہ اسلام میں مذہب میں جس کا وزہ مسجد تک محدود ہو بلکہ وہ ایک سرگرم
نظام ہے جس نے اخلاقی اور شخصی زندگی سے لے کر سماجی زندگی، معاشی و سیاسی نظام اور
بین الملکی تعلقات تک ہر گوشہ کا غلط کیا ہے۔ اور بحیثیت مسلمان ہر صاحبِ عتق کے لئے
سلام حق ان وسیع الاثر تعلیمات پر ایمان رکھنا ضروری ہے، پھر یہ جیسا استدلال، متوازن و
طہرت انسانی سے ہم آہنگ اور عہد کے تقاضوں کے مطابق ہے۔ کہ انسانی طہرت اور عقل
سیر ہے اختیار اس پر ایک کہی ہے۔ اس میں شخصی آزادی بھی ہے، لیکن اس کی معقول
حدود ہیں، اس میں معاشی مسابقت کی مہمہ فراہمی بھی ہے، لیکن حصول کی وجہ سے
نہیں، اس میں عورتوں کے حقوق کی حفاظت بھی ہے، لیکن مرد و عورت کے درمیان
مسابقت کا جو قدرتی فرق پایا جاتا ہے اسے کالی کا بھی ہے، اس میں مسلح و امن اور جینے لگی

حکومت کے متعلق مہمات بھی ہیں لیکن بلا ٹیل حکمت کسی حد تک دور کی بات ہے۔ یہ مسئلہ جو چاہے کامیاب نہیں ہو، اس میں امر اور فتنی میں ان ماحصلوں میں کیا ہے جو اس سے عداوت کا نشانہ بھی ہے لیکن بحیثیت انسان خاص وحدت مسلمات کا تصور بھی

مگر چوں کہ یہ بین الاقوامی سطح پر پہنچائی ہوئے مسئلے سے عورت جنگ اور اس کی ترقی و ترقی کا پیمانہ ہے۔ اس لئے یہ ایک عمل میں ہے ایک ایسا ایسا جو خدا کی طرف سے عورت کو دیا گیا طرح کھل کر رہوں کے حکمت میں نہیں رہا بلکہ ایک عورتوں سے یہ اس کا سہارا دے رہی تھی کہ وہ مشیوں میں جاری دوسرے پاس سے دور رہے، عورت کو یہ اور جو یہ کے ایک بڑے فصد پر غور کیا گیا ہے، مغربی قوام کو اصل پر بیٹھتی ہیں کہ ان کے جدید و حیات پسند آئے۔ ان کا نظام حیات کو پورے عالم تک وسعت دینے کی خواہش اسلام کے گور اور حرا رکھیں ہو سکتا۔

پہنچنے کیلئے یہ کہ زوال کے بعد سے اس طرح کی بات میں شروع کر دی تھی کہ اس کے بعد اس سے بڑا مسئلہ اسلام ہے جو دنیا کی جنگ کے ماحول پر برطانیہ کے دورِ اعظم پہلے منبر نے صاف اظہار میں کیا کہ ہم یورپ نے قلب میں گئی، مسلم حکومت کو برعکس سمجھ کر منبر سے اس مغرب یورپ میں خفا کی کاشی اور مشاہدہ کر کے اسے اور اس کیلئے اور فتنی حقوق کے ہمیر و ادب کی ضروریوں کی حوصلہ شکنی اور حکومت مرنے پر زور بھی فتنوں کا، جو دنیا کو سوویں بھی، ماحولیت اور اس کا نظارہ قریب ہو گا، اور مغربی ازم میں وقت مظہروں کی راہداری کا کوئی خیال نہیں آیا، ایران نے اسلامی حق کا علم اٹھایا، تو حقائق اس کے خلاف، مہیا کیے، پھر حقائق کی حاکم کو توڑنے کے لئے ایک خاص منصوبہ کے تحت حقائق کو بے رنگ راقی کیا، اور اب کسی دلیل و ثبوت کے بغیر افغانستان کی طالبان حکومت کو ختم کر دیا، اور صدر امریکہ جناب شمس کو تہذیبی دور طلسمی دیکھ کر اس کے کرال میں پیچھے رہے، حق کو اپنی زبان تک نہ لے

اور اصل کسی نظریہ اور نظام حیات کا مقابلہ نظام حیات ہی سے ہو سکتا ہے، اور اس آئین سے زمین فتح کی جاسکتی ہے اور ملکوں کو تحت و تاراج کیا جاسکتا ہے لیکن دلوں کی

دنیا میں جیتی جا سکی ہو، وہی دنیا کی ملکیت کو اپنا بیج بکس بٹایا جائے گا، غور کیجئے کہ
اس بات پر جو اس وقت کے مسلمانوں نے ہند کی دور میں عام سلام پر تکیا تھا، یہی تھا کہ "اے
لکھا کا کہن کی عمر طمخہ سوہیوں کے آگے مسلمانوں کا خاکہ کو طرح برہ جائے گا لیکن
اس قوموں کے پاس کوئی بھی، یہی ہے تیرا مشیر کی اثرات تھی، مسلمانوں کے لئے
مطلب یہ ساریاں تھیں، لیکن اس کے پاس اس لئے کہ وہ یہ کے لئے، ان کی زندگی کے
مسائل کو حل کرنے کے لئے کوئی قابل عمل نظام حیات، اور قلب و دماغ کو اپنی طرف کھینچنے
والی کوئی فکر تسلیم موجود نہیں تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ ملک اور میں اور مسلمان، قدر کے قانع قلب
و نگاہ کے متوجہ ہی گئے، اور جو خوناں اسلام کو تہہ پہاڑ سے لئے اٹھا تھا وہی دونوں
اس میں حق کی پاسبانی کا فریضہ انجام دے رہا، اس کو قابل نے یہ ہے

یہ عیاں ہو رہی تھیں، ان کے افسانے

مل گیا پاسیاں، نوب کو صدمہ جانے

مغرب پر اسلام کی جاہلیت، اس کی کشش، قلب و دماغ میں تر جانے کی
صلاحیت، فکر و نظر پر مٹی پانے کی بات اور اپنے قبضے میں حق و راستی کے لئے آتش
الغلاب، لگادینے اور جوش جنوں بھری دینے کی جلیت کا خوب چھایا ہے۔

انہوں نے ہم مسلمان بھی آج کل واقعات کو مادی نتائج کے پیمانوں میں تولنے کے
عادی ہو گئے ہیں، اور کابری فکر مادی اور سماجی ہی کو کامیابی سمجھتے ہیں، لیکن اسلام میں
اصل کامیابی یہ ہے کہ آدمی آخر وہ کیا ہے؟ آپ کو حق پر ثابت قدم رکھے، سچائی کے
لئے متواتر "کھاتا" ہے، حق و راستی کے لئے کھڑا "پاتا" ہے، اہل جنوں کو اپنی حیرت کے
لئے مٹ جانے میں بھی لطف آتا ہے، اس سماجی کے واقعہ کو یاد کیجئے کہ دشمن نے تیرا دیا،
اور جان نکل رہی ہے، لیکن اس وقت بھی زبان اپنی شہدائی دکا سر مل کا غرور بلند کرتی ہے
کہ "فروغ و رب السموات" (رب کھلی قسم) اس کا یہ ہو گیا، عظیمیوں کو اپنا وطن
چھوڑنا ہے وطن اور جلا وطنی کو توں کرنا چاہئے، بعض انبیاء گذرے ہیں کہ آہوں سے جسم
مردمک ہو چلتا کر دیا گیا، تو کیا عجز و ہمت یہ انبیاء کا کام ہے؟ ہرگز نہیں، کیوں کہ اپنے

مقصود میں سرری درجہ کی خوشن اور اس نے سے سب کچھ مادی قربان کر دیا ہی اس کا میل ہی ہے

مسلمانوں کو پناہ دینا بلکہ دیکھنا چاہئے اور یہ عمر رکھتا چاہے کہ وہ ہر طرح کی ترغیب سے نر رہیں گے لیکن عیشِ حق کے طرف واپس اسلام کے طہرہ وادبی کر رہیں گے اور دیا کو کچھ بھلا چاہئے کہ یلغار کے مظالم یا لفظِ نسا کی جنگ سے مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں کئے جاسکتے اور شاہان کے ایران کا سودا لیا جاسکتا ہے، یہ وہ منہ ہے کہ جس قدر اتارنے کی خوشن کی جائے اسی قدر چڑھتا جاتا ہے، سودہ پورا ہے کہ جس قدر تراشا جاتا ہے اسی قدر سر بلند اور سایہ دار ہوتا جاتا ہے۔ قلعہ مساد کے جاسکتے ہیں کا شاعری دیرانے میں تبدیل کئے جاسکتے ہیں، پیرا کی چونوں کو فاسٹر بنایا جاسکتا ہے، نقلی فصیح بھانے اور دیاؤں سے رخ موندے جاسکتے ہیں، ملکوں کے جغرافیہ تبدیل ہو سکتے ہیں اور تختِ قندار پر بیٹھے دلوں کو تختِ وادنی نہایت پایا جاسکتا ہے لیکن دلوں میں جہیزوں کی عمیق شخص علی ہوئی ہیں، سے بھلا یا نہیں جاسکتا، سودہ میں روملغ کی مکت پر ویس کی فکر فی کے جرنقش روم شہر میں آج بھی ملتا نہیں جاسکتا، اس لئے اقبال کا شعر توڑی ہی ترمیم کے ساتھ بے تکلفہ ہیں پرتا ہے کہ ۔

اگر ہفتہاں پر کوہِ عم ٹوٹا تو کیا عم ہے؟

کہ خوشِ صد بزمِ انجم سے ہول ہے بحرِ ہوا

(۱۱) - دسمبر - ۱۹۸۱ء)

تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

جب اسرار پر کوئی معیت اور نہ رہائش آئے تو بے اکیلا رہ جاتا یا نہ رہتا۔
 طبع میں قرآن مجید نے بتا دیا کہ ہماری تہذیبیں جیسے نالغہ تھیں وہ نالغہ ہیں۔

ادفع بالیٰ ہی احسن لسیلہ (مومن ۹۷)

ہر کی بات کے جواب میں بہتر طریقہ اختیار کرو۔

تلاطم ہائے دریا سے ہو کر اس جانب بھی نہ رہا کہ اس کا بہتر طریقہ جواب
 رد و دفع ہے اس کو دشمنی میں بدل کر ہے۔ میرا آقا ہے نہ میں کا میاں کی کلید ہے

و لا سمویٰ لحسنہ ولا لسیلہ ادفع بالیٰ ہی

حسن قاد الدی بملک و بعلہ عدوۃ کذا و بی حملہ و ما

بالہا الا تدیں سرور او ف یلقھا الا کثر حظ عظیم

(۱۷۰۳۲)

نیکی اور برائی ہر دو ہیں نیکی ہم جواب میں دیکھو جو اس سے
 بہتر ہو ممکن ہے کہ تمہارے اور جس شخص سے تمہیں عداوت ہے وہ دوسرے
 دلی دوست ہو جائے اور یہ بات انہی لوگوں کو خیر ہے جو دوست
 برداشت رکھتے ہوں اور یہ بات اسے حاصل ہونے کے جوہر کے خیر ہے
 والا ہے۔

یہ "مہرِ بات" یا "پہ" قرآن ہی سے اس کو اس بات سے الگ کیا کہ یہاں

فرماتا ہے

و من احسن فولا من دعاء الی اللہ و عمل صالحا

﴿تحریر: ایبک مشن﴾

وَلَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَنْزَلَ

اس سے بہت بڑی بات ہو سکتی ہے جو وہ دینِ طرف سے دے

بھی یہ عمل کرے۔ اور کہے میں کہاں پر دعاؤں میں سے ہوں۔

یعنی یہ بات سے دعوت کی جگہ دعاؤں سے دعوت نہیں کہ وہ مستحق ہے۔

دعوت میں کی دعا اور وہ تو انبیاء و رسل ہے، اپنی اس کے لئے ہر وقت دعا کرتے ہیں اور

حسبِ ضرورت سے دعا کرتے ہیں صرف دعوت کی دعا نہیں کہ وہ مستحق ہیں بلکہ

ہر نبی کے مقصد کے لئے دعوتیں اور دعاؤں کو کہیں اور جو وہ شخص حالات میں سے دعا کرتے

ہونے کے بجائے کہ وہ دعا سے کام لے کر لے۔

اس بات کا کلی حالات سے دعاؤں کے لئے دعا کرتے ہیں جو وہ شخص اور دعا کرتے

پست کرنے والے ہیں، انہی دعاؤں کے لئے دعا کرتے ہیں جو وہ شخص کو دعا کرتے ہیں

لے انہیں سراپا دعا ہیں، سوئے دعا ہے۔ ہے اللہ تعالیٰ کے لئے دعا ہے جس

ہو دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

یہ ہے کہ وہ دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

سے دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

طریقہ دعا دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

اور دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

مدا دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

اس دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

اس وقت دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

ہے کہ دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

ازم دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

اور اس کے دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں دعا میں دعا کرتے ہیں

[illegible]

یہی وہ "ظہر یثا جس" ہے جس کی قرآن نے موت اکی سنہ اور جس کے چارے میں فرمایا ہے کہ اس کی خوشیوں لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جیسے سر کا نیلے جلیں، مسودہ و حلاۃ میں بھی ان مائے کی ضرورت ہے کہ ہم حضرت کا جواب نگہ کرے۔ مسودہ کمرہ کے والے باقر کا جواب جمیع والدین اور غنیمت پستاندار سب میں، سہریں تو اس طرح ہم ہی شکر گو اپنے لئے سرچشمہ خیر بنا سکتے ہیں، مسودہ حلاۃ یہ ہے کہ اگر معتبر کے وعدہ کے بعد وہ مسودہ کی اطلاع یہ ہے کہ امریکہ میں ۳۵ - ۴۰ توں نے اس کا قتل کیا ہے۔ یہ یاد رکھنا سہریں اپنی روت کے مطابق امریکہ میں مائے قوں میں بھی شرح

۲۵۔ برادر ہے، لیکن اگر ہم سے کہے جھ اسی میں چار گوسا صاف ہو گیا ہے (۱۱) سے نقل
 قابل منوری ۱۰۰۲-۱۰۰۳ (۲۳) چوری کیا میں صوبائی ایک سانس کے دو غریب کی تعداد میں
 غیر ۳۳۰ اضافہ ہو ہے

سعودی عرب میں اہل کے حیرانہ نوکار ڈیلی نے قیوں اسوس کا اعلان کرتے
 چوری دیا، جو حیرت انگیز ال دیو میں سے ایک سرور دعوت میں پورے مضافاتی الیابارک
 میں سال پر دن ۱۵۰۰ غیر مسلم آکر سلام قبول کرتے رہے جب کہ صرف دیہات میں
 میں صرح کے غیر یا ۱۰۰۰ صرح کر ہیں، (سورہ مائت عوار عرب بعد ۱۵۰۰ صرح) یہ بات ظاہر میں
 سے ہم میں ہر کسی کو جو امرتین فوج سعودی عرب آئی تھی اس کی گزری دعوت میں بھی
 مسلمان نتائج سے متاثر ہو کر ان میں سے دو چار سپاہیوں کے سلام قبول کر یا اس سے
 اس بات کا اعتراف کیا جاسکتا ہے کہ شکست مسلمانوں نے لھائی ہے نہ کہ اسوس نے،
 مسلمانوں کے دوح نامہ میں انظر سام کے حضور بٹے رہے ہیں، ملو دوح بھی یہ تاریخ
 لھائی جاسکتی ہے

میں وقت صراحت اس بات کی ہے کہ منصوبہ بند پروپیگنڈہ کا جواب منصوبہ بند
 دعوت سے دیا جائے، سو اس سوچ سے لاندہ لھائے ہوئے ہم برطان اور برطانیہ میں
 سلام کا تعارف پیش کریں، سلام نے من و آنتیہ صلح و روا داری اور محبت کا چہ پیغام
 نہایت سے لے دیا ہے، یہ پیغام کی خوشبو سے ہم پر دنیوی دنیا کی فضا، وغیرہ پھلے ہیں،
 دو قوتوں کو یہ سمجھنے کا موقع فراہم کریں، سلام محبت اور انسانی اخوت کو جلا دینے والی
 اور اسوس نہیں، بلکہ انسانیت کو انسانی ہوئی چارہ کی شکل سے ہمکنار کر دے، اہل بادیم ہے

ہم اس سوچ سے فائدہ اٹھانے سے فریاد کر رہے، شہر شہر، محلہ محلہ غریبوں اور
 مسکینوں کے مشترک اجتماعات میں، اور قریب صلح و نس کی جو قیام دیتا ہے اس کو خوش
 سوچی سے پیش کر رہے ہیں، بات کے ترجموں پر مشتمل دوحے طبع کر رہے ہیں، اور اس سے
 براہ داری و امن تک پہنچ رہے ہیں، ہنگامہ اور مذاقی زبان کے انجیبات تک اے مصائب
 پہنچنے کی کوشش کریں، مگر اس مسعر میں انگریزی اخبارات کا رویہ ایک حد تک غیر

تقویت پیدا نہ دے، اور یہ شکایت عام ہے کہ سلام سے ملا کر دے سر پڑا میں نے
ہیں۔ انہیں تو یہ دے لایا کہ سے ٹال کر ہے ہیں۔ دے میں سے جو ہے میں تو کچھ نکلا جاتا
ہے۔ اے بہت عموماً اس وقت تک میں نہیں دے میں کائی کوئی کو بھی دے، ہم میں
سے کسی کو کئی مسئلہ کو پیش نہیں کرے۔ ایسے میں اور مراد سے یہ سنجیدہ، یہ جذباتی اور
دلجو ہو پڑیں اور اگر میری اختیارات کے اندر دے میں نہ چھو کر ہمیں سلاموں کو
شکایت کی صورت میں کرے، ہم اشتعال و احتیاج کے جوئے نہیں قبول کریں، اس طرح
ہم نگرانی اور بات تک بھی رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

انٹرویو کے ذریعہ ایک ایسے راجہ جاسٹ تک میں پہلی دو جلسوں پہ جس
میں اپنی بات لایا، اور اسے قلم سے پہنچانے کا پورا موقع حاصل ہے، اس میں ہم
کسی سہارے کے بغیر ہیں، اور یہ کثیر سانس کے طور پر وقت یہ کچھ داریوں، شعور و گویا
تک رسائی کے لئے نہایت وسیع الاثر ذریعہ ہے، اس کے علاوہ دوسرے ذرائع ابلاغ بھی
یہ جن کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں ضرورت ہے کہ مسائل و مسائل
وہ ذرائع سے استفادہ کریں، اور جذبات کے عائد حکمت و تدبیر و شمول کے عائد
ممبر و اشتعال کی راہ اختیار کریں، اس طرح ممکن ہے کہ کئی طوفان غریبہ صحت مسئلہ و
فک کے مسائل سے مستفاد ہو کر یہ آتش عزم و سلامت و اقبال
مسلمانوں کو مسلمانوں، طوفان غریبہ سے
ظاہر پائے دے گی۔

(۵ فروری ۲۰۰۱ء)

پہار ہو کہ خزاں

کامیابی و ناکامی یہ دربار کی دندن کا گانہ ہے۔ سلامتی و ناامنی
جس کا سامنا ہوتا ہے۔ فی الواقع یہ سوجھ بوجھ ہے۔ ناکامی کی حالت نہ صرف اسے ناکامی
انسانیت و معاشرت سے ملحق ہے۔ بلکہ اسے قیامت کا بھی ہونا چاہیے۔ اس کا سامنا چاہیے۔ سلامتی
حاصل ہے۔ یہ پانچ تھیں۔ یہ بات اس لیے کہ جو باتیں کہ گزشتہ کامیابیوں سے ملتی ہیں
میں سے ہر سال کی نئی نئی باتیں سامنے آتی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو۔ اس لیے کہ
موجودہ تھے۔ لیکن اب میں یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اس مرحلے میں مسلمانوں کے لیے
یہ بات ہے کہ ان کے لیے یہ باتیں ہیں۔ لیکن اس سے اسے اس کا اندازہ ہو جو اسے اس
کامیابیوں سے اس کا اندازہ ہو۔ لیکن اس سے اس کا اندازہ ہو۔ لیکن اس سے اس کا اندازہ ہو۔
لیکن یہ باتیں ہیں۔ لیکن اس سے اس کا اندازہ ہو۔ لیکن اس سے اس کا اندازہ ہو۔
اس لیے کہ ان کے لیے یہ باتیں ہیں۔ لیکن اس سے اس کا اندازہ ہو۔ لیکن اس سے اس کا اندازہ ہو۔

مسئلہ میں۔ ۱۹۰۸ء میں لندن میں ایک ایسا ہی جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا نے اپنے ایک خط میں مذکور باتوں کا بیان کیا تھا۔ مولانا نے اس موقع پر فرمایا کہ میں نے اپنے اس خط میں جو باتیں لکھی ہیں ان میں سے کچھ باتیں تو اس وقت تک کہ میں نے ان کو لکھا تھا ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہ تھی کہ ان کے بارے میں مولانا نے اس قدر غور کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے اپنے اس خط میں جو باتیں لکھی ہیں ان میں سے کچھ باتیں تو اس وقت تک کہ میں نے ان کو لکھا تھا ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہ تھی کہ ان کے بارے میں مولانا نے اس قدر غور کیا ہے۔

کے لئے دل کی تمکینیں بچھائے ہوئے ہے اور وہی سارا جان غاروں کا لشکر محمد اور اہل بیتؑ پر
 آپ ﷺ کے قدموں میں بچھا کر رکھے کو تیار ہے یہ سوچ ہے پر جوش عہدوں کا دشمنوں
 پر تم سے تم فخرہ پارچوں اور طعنہ اندازوں کا، عین تک ہوا اور سرور سے غور سے سوچا ہو تو
 جن جن حق کا کیا لطف ہے؟ لیکن آج آپ ﷺ پر عہدیت و بعد کی کارنگی ہر دن سے بڑھ
 کر ہے اور انھی پر مودہ ہیں وہ بانی مبارک محمد اہل بیت سے قرے تو واضح سے ہر مبارک جھکا ہوا
 اور بارہا انہی لگوں سے لگ جاتا ہے بلکہ میں داخل ہونے تو حضرت ام ہانی کے گھر تو
 انہی بیوی سے ملتی تھیں اور وہیں غسل کرتے تھے اور شکر ادا فرمائی

اگر بھی بڑیت ہو، شکست ہو طہری ناکامی سے قساں دیدار ہو تو اس وقت بھی
 تو زینِ قہر رکھے، صبر و شجاعت کی راہ اختیار کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے
 اللہ کے وعدے سے کد کوئی تکلیف نہ آئے آپ ﷺ کی حیات حبیبہ میں پیش نہیں آیا،
 آپ ﷺ اہل بیت سے باہر ہی امیدوں کے ساتھ طہر لطف پہنچے تھے، لیکن اہل طہر کا
 ملوک اہل بیت سے بھی برا ثابت ہو اور پھر ان کی پیش سے جسم مبارک کو لپو لپو کر دیا تھا،
 آپ ﷺ اس کو بھری گھڑی میں اللہ سے رجوع ہوئے اور اس کی دعا مانگی اور دعا مانگی کہ
 آج بھی قلبِ عظیم اس سے رزق لھتا ہے، مگر اس وقت بھی ربانِ میراں پر اپنی قوم کے لئے
 دعا کے الفاظ میں اور خدا نے رحمان سے کوئی کھٹک نہیں بلکہ ایک ایک لفظ سے صبر و رضا اور
 برد و تحمل بر ہے۔

ایہاں انسان کے غرور کی خشیت پیدا کرتا ہے جس انسان کے اندر خدا کا
 خوف اور اس پر یقین پیدا ہوتا ہے وہ پوری دنیا سے بے خوف ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ
 یقین رکھتا ہے کہ شیخ و قصاص کے فیصلے دنیا میں نہیں آتے ان میں جاتے ہیں، خدا کی مشیت
 کے منہ نہ کوئی اسے طعن پہنچا سکتا ہے، اور قصاص ایہاں سان کو بے خمیری اور صوفیوں پر
 سمجھوتہ سے باز رکھتا ہے، مگر زندگی میں مسلمانوں پر کیا کچھ آزمائشیں نہ ہیں وہ کسی گن
 ابتلاؤں سے بیکس نہ رہے؟ اور ان کو راجح سے منحرف کرنے اور کفر و شرک سے سمجھوتہ
 کرنے کے لئے زہیب و قرینوں کے کیا کیا وسائل اختیار نہ کئے گئے؟ اہل اندر کے باطنی

پچیسویں صدی کا سبق

مہر بی صدی گدو گدو سے لارہم لوگ انہیں بی صدی میں داخل ہو چکے ہیں اور وہ قوموں کا طرح یہ ہے کہ وہ ماضی سے جتنی لگی ہیں اور اس کی روشنی میں اپنے مستقبل کا خوش تیار کردہ میں ملانے کے قریب مجید میں انہما اور ان کی قوموں کے نئے ہی واقعات کا ذکر کیا ہے۔ اور ان واقعات میں عبرت و محفلت نے جو پہلا ہیں، انہیں قریب کر دیا ہے۔ تاکہ ان کی قومیں اس وقت اپنے لیے شخص رونا میں اور اس پر غرق کی روشنی میں اپنے سفر طے کریں۔ پس یہ مسئلہ کا یہ طریقہ جو گناہ پانچ گنا ماضی سے سرری ہو چکا ہو گدو جائے، بلکہ اس کا جائزہ لے جو اپنا حساب کرے اور اس کی روشنی میں مستقبل کے لیے مقررہ عمل طے کرے۔ اس سے پہلے بھی گدو رہی ہوڈ صدی کا جائزہ لیا جا چکا ہے اور یہ اپنے سے سترہ گنا کہ ہے اس کی چھ گنا سترہ گنا اور نہ گنا کرنا چاہیے۔

اس صمدی میں متحدہ نئے طاقت ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ ہوتے رہے ہیں۔ جسوں کے بارہ درہندہوں کو لے چکے، وہ گھولیں کو گھولیں رکھ رہے ہیں اور صمدی پر اسے طوقاں سے۔ جس کو بہت ہی قوی ہیں اس سے صمدی اقتدار پیش آئے پر گھر گھر، جس میں ہوا کا تار۔

وہاں تک مست نہ کہ جس اس میں سے کن واقعات ایسے ہیں جو میں ہی صمدی کے دل میں اور جو ہمیشہ مسل نوں کو لے سکوں اور منتظر رہیں گے ان میں یہاں وہ طوقاں سے ترقی کے طوقاں سے، ۱۹۲۲ء میں پیش آیا طوقاں سے یہاں احمد رمان میں گواٹر و نو، گھولیں بھی اور شوکت و گھول سے محروم ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود وہ مسل نوں کی اجتماعیت اور عامہ طوقاں سے صمدی کی تک جلاست نہیں چننا چاہتے رہے کہ نہ بدستار نہ جہ کے خطوط میں خلیفہ عثمانیہ، مہربان ہوتا تھا، وہاں میں جہاں کہیں مسلمانوں پر کوئی آفت آئے۔

ایہیں مصلحت کی طرف دھڑکیں گا، اچھٹی تھی اور دور نہ توڑے گا۔ مگر یہاں
 خیر نہیں ہے، اس کی صدا کہ مسیحیوں اور شرقیوں کے واسطے سے مسیحیت کو بگاڑنے کے لئے یہ
 شمشیر، بحریہ یا کوٹلیوں، گلوں میں باہر اسلام سے جو پیہر ہے، یہیں اٹھائی ہے۔ یہاں
 اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے دہشت گردوں کے واسطے سے یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 ہے۔ اس لئے یہیں میں یہ اس کے لئے بھی کہ اس کے لئے یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 اور مسلمانوں کی ہمدردی اور وحدت کا یہ سائنس، اس کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 یا اگر وہ اس کو اپنی مصلحت کے لئے مانع نہ کرے، اپنے ساتھ لے کر کہہ گا، یہاں اس کی
 یہاں کو پس نہ آئیں، یہاں چاہیے، یہاں اس کے لئے یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 سے چھپے گا، اسلام میں قومیت اور مصلحت کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 مردوں کو اس کے خلاف ہمارے کام اور خود، عام حرب میں بھی کھٹ مارتوں میں سمجھ و
 قومیت کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 مردوں کو اس کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 اپنی قومی مصلحت کا تصور چھوڑ کر اس کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 اسلام بگاڑنے کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں

تو مصلحت کے چھپے عام طور پر یہودی حادثہ کا ذکر تھا، اس میں یہودی
 اس کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 خلیفہ سے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 کہا گیا کہ اس کے لئے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 قرآن میں یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 کا پرہیز ہے کہ خلیفہ یہودی کے پاس گیا، اس سے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 مداخلت اور اس میں یہودی کے ساتھ مصلحت ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 قومی اعتبار سے یہاں ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں
 یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں بھی ہے۔ یہاں

پر مغرب کی استعماری طاقتیں، اجماعاً کہیں، اس لئے ان ملکوں کو رد کر کے جو یہ ان
 جہوں چھوٹی ملکوں کے درمیان بھی سرحدی دشمنی سے برقرار رکھے گئے، تاکہ یہ کسی
 اپنی باہمی آیرٹوں سے آمون نہ ہوئے پر نہیں اور یہی صیہی اور صیہونی طاقتوں کا مقصد
 رہی نہ رہی۔

چنانچہ مصائب کے سقوط سے بعد جلد ہی تقسیمیں میں اس اسرائیلی حکومت کا قیام عمل
 میں آیا جس کا صدیوں سے یہودی خوب دیکھتے تھے اور جو ۱۹۴۸ء سے آج تک عالم اسلام
 کے غلبہ میں آیا، اور یہ جس سے اس کا چاروں طرف کرادیا ہے آخر یہی اسرائیل
 تو بیچ پرندہ اور عزائم کے تحت ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں کے قبلہ ذیل مسجد اقصیٰ پر قابض ہو
 اور نہ صرف فلسطین بلکہ معر داروں اور شام کے ایک بہت بڑے علاقہ پر صرف چھ دنوں
 کے عرصہ میں بڑا دھڑا قبضہ کر لیا۔ یہ اسی صدی کا دوسرا حادثہ ہے جو مسلمانوں کے
 لئے اسناک بھی ہے اور دشمنان کی بھی۔ کو ایک چھوٹا سا ملک، غاصب مسلمانوں کے قبلہ ذیل
 پر دھن ہے اور پچاس سے زیادہ عرب اور مسلم مذاہب کی اس کو دیا پائے گئے سے قاصر
 ہیں، بلکہ ان کا خوف، یہ تو بعض عرب قوتوں کو مقام مقدس کا سودا کرنے کو بھی تیار
 ہیں۔ اسرائیل کے عناصر، قبضہ دار فلسطینی یہودیوں پر جو وہ تم جس قدر دشمنوں تک ہے
 اس سے زیادہ حسرت عالم اسلام کی ہے، یہی انداز اسلام سے اس کی قربت اور اسلامی
 حیثیت اور ایمانی غیرت، مسلمان کی محرومی پر ہوتی ہے۔ مسلمان الدین یونانی سے پہلے جب
 بیت المقدس صیہی طاقتوں کے قبضہ میں گیا اور گھوٹیں ۱۹۴۸ء میں مسلمان اپنے اس مقدس
 مقام سے محروم رہے تو اس وقت امت کا ایک ایک فرد بیت المقدس کے حصول کے لئے
 بے چین تھا اور مسلمانین اسلام سمجھتے تھے کہ صرف یہی ان کا مقصد وجود ہے، نہیں ان
 اسلامی حرکات اس مقام میں اس لئے ہے جس سے بچے ہیں، گونا گوں جمود قدسی نہیں، وہ
 اگر بعض مسلم عقروں کو اپنی عوام کے احتجاج کا اندیشہ نہ ہو تو شاید وہ دوطرفت میں جائز
 اس مقام مقدس کو اسرائیل کے حوالے کر دیں، حیرت اس بے حیائی پر ہوتی ہے کہ بعض
 مسلم مذاہب نے ایسی غاصب یہودی قوت کے ساتھ اپنے تہارتی اور دھارمک معاہدات

بھی قائم رکھے ہیں۔

تیسرا بڑا حادثہ ۱۱ جولائی ۱۹۹۲ء کو ہندوستان میں بابر کی مسجد کی شہادت کی صورت میں پیش آیا۔ یہ تھا کہ اس سے پہلے کوئی مسجد شہادت کی گئی ہو عام کر ہندو پاک تقسیم کے وقت کشتی کی مسجد بنائیں جس پر عاصیاء بغداد نے لیا گیا لیکن بابر کی مسجد کی نوعیت اس سب سے الگ ہے۔ بابر کی مسجد کو شہید کرنے کے لئے ایک ایسی تاریخ گزری تھی جس کے لئے کوئی سند نہیں، پھر اسے بت خوار میں تبدیل کرنے کے لئے ایک منصوبہ بند مہم پھرنی گئی، فرقہ پرستی کا سنگ پڑا، کانٹائی اور شیر شیر مرنے پر یہ فرقہ پرست طاقتوں نے اس موصوع کو ہر عام ہندو خاص کے درجن میں داخل کیا اور پھر ملی الاملاں صحیح عام میں پہلے سے دی گئی تاریخ پر مسجد کی نصف سے نصف بھادی گئی اور اس کے گھر کو بت خانہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ یہ صرف ایک مسجد کی شہادت نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد پورے ہندوستان اظہار کے ساتھ شعائر اسلام کی ہانت و در مسلمانوں کی تہ کیل و حقیر تھی۔ جس کے در بعد پوری دنیا میں دست مسلک کا یہ پیغام دیا گیا کہ وہ مراغھانے کی کوشش نہ کریں، بلکہ ایک مجبور و مقبور قوم کی حیثیت سے دنیا میں رہنا رہیں، اسلامی ممالک کی اس واقعہ پر خاموشی و بہت سے ممالک کے رد عمل کے اظہار سے بھی گریز کرنے اس بات کو صلب بنا کر دیا کہ دنیا کے کسی خطہ میں مسلمانوں کے ساتھ کتنا برا واقعہ بھی پیش آئے مسلمان اسلام کو اس سے کوئی تعلق نہیں، بعض لوگوں کو عجب سے کہ خدا انکو استیج نہیں، واقعہ اسرائیل کے، گلے منسوب کے لئے ڈرائش۔

بابر کی مسجد کی شہادت کا واقعہ بھی اصل میں ایسی بیوقوفانہ زمین کی عمار سے جو اسرائیل کے وجود کے پیچھے کا دفر ہے، یہودی اور مسلمان دونوں قومیں ہیں جو اپنی سنی بروری کی دعویدار ہیں، وہ یہ قومی تفاخر کا چہرہ بھس دیا، قادیان و مسعودیج کے درج میں ہی نہیں ہے بلکہ یہ ان کے عقیدہ ایمان کا حصہ ہے، چنانچہ ہندوستان میں جب نچلا ذات کے لوگ کلڑے ہونے لگے اور انہوں نے برہمنوں کو چیلنج کیا، تو ہندوستان کی برہمن طاقت نے بابر کی مسجد کے مسئلہ کو اٹھایا، تاکہ برہمنی تحریک دوبارے اور فرقہ وارانہ حرافرت اپنے شباب کو پہنچ

جاسے رہا، نہ کہ برحق کی نمائندہ فرقہ پرست عقیم دہرہ فرقہ پرست ہے جسے میں
کامیاب نہ سمجھتا۔ جیسے یہودی مغرب کی معیشت اور رائج اچانک اپنی گرفت میں ہے
جائے ہیں اور وکیل کی عہدے پر مستحکم ہیں اسی طرح مسلمانوں میں برحقوں کے ملک کی
معیشت اور بہت دور ایک طرف میڈیا کو چون مرنے کی گرفت میں لے رکھا ہے اور ہی سے
عقیدہ کے تمام عقیدہ کی عہدوں پر ان کا قبضہ ہے، ہندوستان اور امریکہ کی قربت سے ان
دونوں سمیت قوموں کو ایک دوسرے سے قریب کر دیا ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا ہے
ان کی قوت کو توڑے اور انہیں اس کی کتلی میں جکڑ کر دے گی۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں
دونوں دوش بیدار ہیں۔

غور کیا جائے تو مسلمانوں کی اس پیمائی اور لائقِ پڑیمت کے کامیاب میں سے وہ
بہت اہم ہے جس کی مسلمانوں کا باہمی اختلاف دوسرے مسلمانوں اور عالم اسلام
کے دشمنوں اور کھلے ہوئے کاغذوں کے ساتھ مسلمانوں کے ایک طبقہ کی وقتی اور غریب
عہد میں ہے۔ اگر اچانک یہیں گھبراہٹ مسلمانوں کے نقصان اٹھایا ہے، یہیادی
طرح پر اس کا سبب باہمی اختلاف و انکار ہے۔ عالم اسلام پر جتنی بھی بڑی سختیاں آئی
ہیں وہ سب ہی اختلاف کی دین ہیں۔ ۲۰۰۱ء میں یوں کا فساد کیوں کر دلائل ہو گا اور کسی طرح اس
نے اور اختلاف و فتنہ کی اسٹ سے سخت بجا دی؟ انہیں سے مسلمانوں کو آٹھ سو سال
حکومت کرنے کے بعد پھر کیوں رخصت سرحدوں پر؟ عالم اسلام کے مختلف حصوں میں
مغربی قومیں کیوں کر فتح پائی؟ یوں؟ عالم اسلام کے قلب میں اسرائیل کا وجود کیسے
چھپ سکا؟ ہندوستان میں مشیر سلطنت کا سورج کیوں اور کب غروب ہو؟ تاریخ کے
محیط میں اس طرح کے جتنے واقعات موجود ہیں ان سب کے بارے میں سوال کر لیجئے
اور تاریخ کی عدالت سے اس کا جواب پوچھئے تو اس کا ایک ہی جواب ہو گا کہ مسلمانوں
کے باہمی اختلاف نے ان کی قوت کو پاش پاش کیا، ان کے دشمنوں کی جڑیں
بڑھ گئیں اور پھر فتح صدی و دھڑلہ صدی سے ان سے آید، سو سو کہ گویا اسی قوم کی
قسمت میں یہ چیز تلی ہوئی ہے۔

ہر امت نے اپنی احوال و رہنمائی کے لیے اپنی فطرت سے مطابقت رکھنے والی روایات و احادیث کو اپنا مذہب بنایا ہے۔

و طیعوا علیہ و رسولہ و لا تعذرنا علیہا
قلہب و یحکمکم۔ (نور ۳۶)

”اور اسی کے رسول کی اطاعت کرو، ان میں سے کچھ کو تم سے
دور تم پر رہنے دو، چاہے تم سے دور رہیں، اور تم سے دور رہنے کی۔“

یعنی مسلمانوں کے اختلاف و امتیاز نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور نبوت خدائی سے قطعاً
محروم نہ ہوئے اور ظہر ہے کہ خدا کا ہر نبی اپنی امت میں ملتا

اور ہر سبب مسلمانوں کی امتداد اسلام کے ساتھ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ زہراؓ
صوالت میں بھی اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس سے ایسا مقام ہے۔ بات کوئی بھی
سے کہ ان کو بار بار دست بردار کر لیا کہ وہ تم کو انصاف پہنچا ہے اس کوئی وقت غماض رکھتے
اور ہمیشہ تمہاری تکلیف اور مشق کے روز منہ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے اس موقع پر
”نسطحہ“ (نہ اس کا) کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جہاں سے معنی ہے تمہارے پاس
جو دوری طاعت اور مدار پائے اور اس سے قطعاً جو اس کا واسطہ ہوگا اس سے کہیں
کی کوئی تعبیرات امتداد اسلام کے ماحول میں ہے، ایک کی اصل اور خارجی جہات کی اصل
کے خاتمے ہے۔ یہ بات کہ نہ ہجرت مکہ ہے کہ ۱۹۶۲ء کی عرب اسرائیل جنگ میں
شہر کے ساتھ رہنا وہ تھے جس کی وجہ سے وہاں یوڈی تھیں اور اس نے جنگ کی ترقی و ترقی میں
برائے نام کے اس طرح نہیں جیسے کوئی شخص اس میں اپنی صورت دیکھ رہا ہے۔ آن
بھی پڑے یا ہے عرب فرماؤں کے مکان میں رہیں اور یہ وہی عورتیں ہیں خود
بندوبست میں ہم مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ نہ تو ان کی اصلاح اسلام اور مسلمانوں کے
خلاف، یہ افکار کرتے ہیں اور جن جہتوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کو چاہا
مشاور و معبود بناد رکھا ہے۔ اس کو بھی مسلمان ہم نہ اور مسلمان دوست بنی حاکم ہیں قرآن
سے صاف کہہ دیا ہے کہ اس کا ملنے میں یہودی اور عیسائی ایک ہی ہیں، ان میں کوئی فرق

تھیں، کیوں کہ مسلمانوں کے مقابلہ دو ایک دوسرے سے دست بردار تھے اور ہم ۱۹ ویں صدی
 قریب جہاد کے لئے تھے اور اولیاء بنے تھے اور اولیاء بنے (عامۃ ۵۱) اور جو
 غریب بہادر کی ہے وہیں مشرکین کی ہے۔ یہی لئے مسلمانوں کی حکومت میں قوت
 نے دونوں کو پہلے قرار دیا ہے۔

یہی امر قیاد اور سلام دشمنوں کے ساتھ واقعی (مواد) ہے جس نے اس
 صدی میں عامہ اسلام اور مسیحیوں کو قہر مقرر پر نقصان پہنچایا اور دولت و حکمت سے دور
 چار یا ہے اور صورت ہے کہ یہ مسلمان اس عالمی مائش کو گھٹیں الپ آپ کو انتشار
 سے بچائیں، خوش تدبیری کا راستہ اختیار کریں اور اس عرصہ تک آپ کو دور رکھیں جو
 اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہیں، کہ چہ نہیں کر رہے ہیں کرتی ہے اور صدی
 مد سے محروم بھی تھی ہے اچھا گھر، نے وہی صدی نے دشمنوں کو کٹ کے تباہی است کو
 دیے ہیں، ہیں اس صدی کے بعض ایسے خوش اسعد خوش گو، پہلو بھی ہیں جنہیں نظر
 انداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک ان صدی ہے۔ یہ وہی ایسے سائنس اور لیڈر ہے جو قریب قریب
 پورے، یا پر بلا واسطہ یا بلا واسطہ حکومت کر رہے تھے مائش اسلام، اسلام، مسلمانوں کو
 اسلام سے دور کرنے، اس میں احساس قہری اور فکری تحلیف پیدا کرنے اور انہیں اپنے
 اندر جذب کر کے میں کوئی سرگاہ نہیں رہی، مرغیب، مرغیب کے وسائل بھی اختیار کئے
 گئے، علمی اور فکری پیمانہ بھی ہو گئے، مائشوں کے نوع نوع جہاں بھی بنے گئے، وجود و قسم
 بھی ایک سے بڑھ کر ایک، دیکھ گیا اور سارے حربے مسلمانوں پر آئے، گئے، عالمی
 دشمنان اسلام کے ترس میں کوئی بیباکی نہیں تھا جو اسلام اور مسلمانوں پر پھینکا گیا ہو،
 لیکن اس کے باوجود وہ مسلمانوں کے قدم کو حائل کر کے اور نہ اسلام کی محبت کی جہنم
 ان کے دلوں میں ہے وہ اسے گھاڑنے میں کامیاب ہوئے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ
 مسلمانوں کی زندگی یہ دنیا اور اسلامی حقیقت میں اضافہ و غنی ہو رہا نہیں پایا گیا وہ اسے
 ہی نہ تھے اور جتنا انہیں تپا گیا اسی قدر ان کے حوصلہ و ہمت میں اضافہ ہوتا گیا۔

اگرچہ یہ سمجھتے تھے کہ خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد اسلام کا چل چلاؤ ہے اور

پچھتی حور میں وہ اسلحہ نے خلاف عدوت اور نحر و انظار کی جو آگیا ہے جیسے میں
 چھپائے ہوئے ہیں۔ لیکن یہاں کچھ جاننے والی نہیں بقیہ اور اپنے اور منصوبہ میں کامیاب
 نہیں ہو سکے۔ یہاں پہلے نے مسلمانوں کی کارروائی کو حساسیت اور دوسری قوموں پر قابض
 کیا، کہ جیسے مسلمانوں نے مظالم سے بچنے کے لئے ایک ایسے مذہبی تصور کو قبول کر لیا ہو
 یوں ان کی تہذیب پر قیاس سے ہم تنگ بھی ہو رہے ہیں۔ حساسیت ہمیشہ کے لئے دفن ہوتی ہو اور
 جیسے بدوستان میں یہ محسوس کے جوہر ہم سے عاجز ہیں ان کی سادشوں کا شکار ہو کر مختلف
 مذہبی اکائیوں نے ہندو مت، مسلمان، ہندو مت میں جب ہو جائے تو گوا کر لیا، اسی طرح
 جب خلاف کے قہر ہوئے اسے بعد مسلمانوں کی حرکت یہ کچھ کر رہ جائے گی اور وہ خود
 اور عسکری طاقت کے عقیدہ سے اسلام دشمن لوگوں کے مقابلہ میں شکست خوردہ ہو جائیں گے۔
 نیز مغرب کی طرف سے اسلامی عقیدہ سے لے کر شریعت اسلامی کے آئینہ داروں کی طرف
 اور اسلامی قوانین پر مبنی یورپین منصوبہ کے ساتھ کی جائیں گی تو بالآخر مسلمانوں کی کچھ
 کرے پر مجبور ہوں گے یوں دوسرے عظیم و مقبول قوموں سے کیا ہے۔

لیکن غصہ و فتنہ اور ترسناؤں کے باوجود مسلمانوں نے جس استحکام اور
 حیرت دہندگی کا ثبوت دیا ہے وہ ابھی ایک شش ہے اس سلسلہ میں سب سے واضح مثال
 یہی قریب میں یو سی ایس ایس اور سوڈان، چین کی ہے۔ مغرب حرا ہے آپ کو تہذیب کا علمبردار
 کہتا ہے اس سے یورپ کے ملک میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ یہ سوز و حرارتوں کا ملک ملک کیا ہے اور ظلم و
 ستم کے بارگاہِ قریب کئے ہیں شاید وہ اسے بھی لگن کو دیکھ کر حرق آلود ہو گئے ہوں اور شیطانی
 سے بھی ان کا نا امان یا ہو رہے ہوں۔ انچوں اور عورتوں کا قتل عام، عصمت دہی اور حرمت
 ریزی کے جتنی مرتکب کا قہار ہو۔ اسے کسی کسی شرمگاہ اور ہونک کر نہیں کہ جن کا
 تصور کے بھی بچیں نہ کئے۔ وہ یہ سب کچھ مغربی حاکموں سے دہی بگاڑت لے ساتھ کیا
 ہے اور کئی قوموں کا تہذیب و رسوم و رواج اور اپنے دین و مذہب کا سودا کر کے ہوں
 لیکن خرابیوں پر ایسے اس علاقہ میں ایسے والے مسلمانوں پر، جو بدو توں سے کیونست ملکوں
 کے ذریعہ تیار ہوئے کے ہر دور اپنے سبب ایمان کا آتش فشاں چھپائے بیٹھے تھے،

جس میں جو روتم کا مسود بھی نہ جان کا اور آرا یہ ہے جسے وہ اس کے خروہم کے ہر طرف سے صافان لارہ و کھارے سے قطع کرنے کے و حورہ صرف اپنے ایسوں کو باقی رکھا کہ ہوسا اور کو سود و اپنے سیاہی اور کو بھی رقرہ کہنے میں کامیاب رہا اور بچپا کو وروس نے جبر و تشدد کے ذریعہ حاصل کر لیا ہے لیکن کچھ یوں کی حرمت فرد نے آتا بھی من کی تہد حرام کر رکھی ہے۔ مگر کوئی ایسی تاہم مرتب کی جائے جس میں اپنے مذہب اور اپنے دین کے بقائے لئے فتنے کی جائے و ان ترمانوں کی داستان رقم کی جائے تو یقیناً یہ اس کے ذریعہ باہاب ہوں گے

و اس میں کیونکہ کے ستر سالہ جہان انکاد نے بعد پھر اس کلام سے پانچ مسلمان لکھوں کا قلم اور اس میں اپنے اسلامی اور دینی شخص کا شعور خود ایک ایسا عقد ہے جس کو کسی بھی کا بجز و کہا ہو سکتا ہے اور جو اس بیات کی دلیل ہے۔ مسام قیہ ایسی حافق ہے کہ نہ کوئی آگ سے جلا سکی ہے اور نہ کوئی طوفان اسے تباہ کر سکتا ہے اس کی جزیئی اصل انسان کے قلوب میں اس طرح بیست ہیں کہ انہیں آٹھاڑا جاتا لیکن نہیں۔ اسلام کی فتح و کامیابی اور نصرت و ظفر مندی کی سب سے بڑی اور دشمن ساز ہمارے ہی ذلت و وحدت کے ساتھ خلافت من سے رہی جسکی پہر طاقت کا کام اور ناسرارد ہاں ہوتا ہے

اسلام میں طاقتیں یہ تھیں کہ مسلمانوں کو ہمہ ور سے خرید بھڑو یا کی ستر ہا ضمیر کے ذریعہ ان سے دین و ایمان کا سود کرنا تو ممکن نہیں، لیکن شاید جبر و استبداد کے ذریعہ ان کے مذہبی جذبات کو پکلا جاسکے، لیکن ان کا یہ اعادہ غلامی ثابت ہوگا۔ جس شخص سے اسلامی تادمہ چرچی سے اور کہ سے کہ قند نامہ کا مطالعہ کیا ہے وہ اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہے گا کہ مسلمانوں نے ہمیشہ آگ کے سدر سے گھر کر بھی اپنی سمارع ایمان کو بچا دیا اور اسلام اور جبر اسلام سے نقص پر اپنی جان و مال اور بچے و اقارب و دل و دواں طرح نثار کیا ہے جیسے کوئی شخص کسی پر سے کو نثار کرنے کے لئے بے قیمت اور مفت کو پانی اس کی جڑوں میں ڈالتا ہے

نہایت بڑے موقع سے مورخین سے لکھا ہے کہ بھارت، جس میں مورخین کے علاوہ حوالے کے مسند میں نہیں دیکھا گیا، کتنے ہی شہر لاشوں کے دھیر میں پڑ گئے، بھارت کے قلعہ میں مراد، شیو میں ستر بار، نیز سرگند میں ایک لاکھ مرد، عورت اور بچے ہلاک کر دیے گئے، خود میں ایک لاکھ نوکروں کی ہلاکت، اور بیکر نہیں زندہ نہ آتش کر دیا گیا، یہاں تک کہ کھجور کے علاوہ ہیں جو وہاں تک کہ گئے، خراسان، ورمو میں یہ لکھ مرد، عورت اور بچے ہلاک کر دیے گئے، پیشاپور، جہاں شہر میں گئے تھے، جسے ساری ہند میں حفاظت میں ایک خاص حد میں داخل تھا، وہاں عورتوں اور بچوں کے ہلاک، دس لاکھ چالیس ہزار مرد، عورت اور بچے گئے، بہت ایک بہت ہی قتل ہوئے، مورخین نے لکھا ہے کہ یہاں ہلاک لاکھوں قتل گئے تھے، ورمو، پندرہویں باقی رہ گئے، بھارت کا تو قتل یہ کہ میں، وہی تک بھارت کے قتل کو چوں میں پانی کے بجائے خون بہتا، باوجود حلقہ کا پانی میلوں تک سرخ ہو گیا، چھ ہزار تک مسلسل قتل عام کا سلسلہ، ہندوؤں میں بھارت اساتذہ و نوجوانوں کی قتل ہوئی، انہیں قتل کر دیے گئے، جو بڑے بڑے جیسے جیسے تھے کہ میلوں میں سے حلوں میں، باغرض کہ، یہی ایسی قتل عامی کے ساتھ، ہم اسلام پر نوٹ پر ہندوؤں کی اہمیت سے، ملے، جا کی کہ ساتھ کو قتل، یہاں میں اس قوم کا بھارتیوں کی، جب ۱۲۸۱ء سے ۱۲۹۰ء تک، مسلمانوں کا اسلام پر، لیکن ہلاکت ہوئی، رہی کہ مورخین کا قلم بیان پہنچ کر خون لے، سو بھارت ہے، مورخین نے خوب کہا ہے کہ اس واقعہ پر آئندہ قتل، ہمارے قتل جو نب ہوتا

۱۷۷۱ء میں مورخین نے لکھا ہے کہ

لیکن اس ہلاکت کے بعد، ہندوؤں کی ہلاکت، مسلمانوں کی ہلاکت، کو متاثر نہیں کیا، چنانچہ ایک طرف، مسلمانوں کی ہلاکت، خود ہندوؤں کی ہلاکت، مسلمانوں سے، نہ ہو، نہ رہیں، کی قتل، قوموں کی ہلاکت، ہو کر، خود اسلام کی قتل، ہو کر، رہی، جب ۱۲۹۰ء میں چنگیز خاں کا پرچم اسلام میں آگیا، دوسری طرف، مسلمانوں نے، ہندوؤں کو، چنانچہ کے سے طبع، متحکم، بالہ کی شہادت، کے بعد، دوسروں کے اندر عیسیٰ خدا

کے ایک رکنہ ہیج جو سہو نے ٹھیکس انوالنسم مو کو مستند باہر۔ مبرے حیدر قسیم کرنا ہو۔
سب سے پہلے سلطان عرس نے خود حیدر کے ہاتھ پر بیعت کی۔

تبعاً تیس برس بعد ہی میں بھی بہت سے طوفانوں سے گزرے کے باوجود مسلمانوں
نے سلام سے اپنی افواہ و انگلی کو برقرار رکھا اور اپنے ایمان کی حفاظت کو برقرار رکھا
رنگاوی ہے اسی نے بہت سے سبب ہیں۔ لیکن اس میں نہیں ہائیں۔ زیادہ ہم ہیں
دل خیر و مسرت۔ جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے امت کی داہن بہت دور پہنچائی۔ مت پر
برقراری کا ان کی ٹکا میں آساں لکھ سہاں سعادت ہو۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ میرے لوگ
بھی جو دیئے پارے میں بہت زیادہ شعور نہیں رکھتے۔ ساری تعلیمات سے انہوں دور
ہیں۔ و شریعت کے بہت سے احکام ان کی زندگیوں میں نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ بنیادی
لواحق اور وکالت کی توہین سے بھی محروم ہیں۔ انہیں اور مسلمانوں سے ان کے چور سے
وجود رکھنا۔ یہ سبب ہے اس کے باوجود جو اللہ تعالیٰ نے عبت اور یہ سبب کی چاہت سے
انہیں کے شکوک محمود ہیں۔ آپ ﷺ کا نام لائی سے ہی چشم عقیدت تنک جاتی ہے۔ آپ
ﷺ کے ذکر کر کے ہی پر اس کی آنکھیں سبک بار ہو جاتی ہیں۔ اس سے کائنات کی بات سننے کو
تیار نہیں ہوتے جس سے وہ بھی اپنے سبب کی موت کے ماحول کی رہائی پر حائل

سبب چلے گئے۔ لیکن اپنے ہی سبب کے ذکر میں بہت حیرانہ کہ ہو کر کے ہی کچھ نہ ہو۔ چوں
ہے۔ یہ سبب رسول اللہ ﷺ جن ایمان کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ جس کے بغیر کون شخص
مسلمان نہیں ہو سکتا اور جو صحابہ سے قبل درنسل مسلمانوں کو میراث میں ملتی ہے۔ اس سبب
نے ہم مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت، اسلام اور شریعت اسلامی اور مسلمانوں میں
سازش کی دہشت اور اسلام سے لئے مرتبے اور سب کچھ ناکارہ ہے کے جس کی برقراری
میں جہاد ہم ضرور ادا کیا ہے۔ اسی نے مغربی معضلات اور یہی اور عیسائی مستشرقین سے
سبب سے زیادہ دیرت محمدی ﷺ کی کو پناہ دے جاتا ہے اور آپ ﷺ کے نقوش اور صداقت
کو مشکوک کرے کی بہت ہی معصومہ عداوت غیر محسوس کششیں کی میں اور آج بھی کرو ہے
ہیں۔ جس وقت کا شکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتحاد محبت و قرابت آپ ﷺ سے کام پر سر کرنے کا ہے

یہاں چاہے مسلمانوں کی ایک خفاہ اور میراث ہے جو آپ ﷺ کے طبعی اللہ اور خفاہ اور سحر سے آج تک مسلمانوں میں چلی آتی ہے اور ابتداء اللہ تعالیٰ تک باقی رہے گی اور مسلمانوں کا فرس ہے کہ وہ محبت اور عشق و شفقت کے اس جذبہ طبعی خفاہ کو اپنی اگلی سطوں تک مسلسل پہنچاتے رہیں، اس کے ساتھ آج ان کا کام ہے۔ ہندوؤں میں کہتے ہیں تو کہ ہیں جو طبعی طالعوں و یوں اور دیوتاؤں کا شاق اڑاتے ہیں، لیکن یہودی، جوساں، ہندو، سہج میں اس سے کوئی رد عمل نہیں پیدا ہوتا، ان کے اپنے پشواؤں کے تیس محبت و احترام کا وہ اتحاد جذبہ ان کے اندر موجود نہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دیتے کیا ہے اور جو اللہ سے لئے ایمان کی حفاظت کا بہت بڑا اہتمام ہے۔

دوسرا اہم سبب من چاہے اللہ اس امت میں اصلاحی اور تجدیدی مقصدوں اور تحریکوں کا فلسفہ ہے چوں کہ سلسلہ نبوت رسول اللہ ﷺ پر قائم ہو چکا ہے، اس لئے ایسا بھی نہیں ہوا کہ یہ امت اصحاب خیر معصومین اور اصلاحی و تجدیدی تحریکوں سے ملانی دے دی ہو، دوسری قوموں میں ایسی تحریکیں تو موجود ہیں جو ان میں قوی قوت پیدا کر رہی ہیں جو ان کے سیاسی اور سماجی معاملات کا سمجھ کر رہی اور جو ان کو دوسری قوموں سے پیچھے آگیا ہے، اس کی وجہ سے لیکن ایسی مثبت تحریکیں جو محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے لوگوں کو اس مذہب پر قائم رکھنے کی جدوجہد کرے جسے وہ حق سمجھتے ہیں اور جس کا مقصد ہی وہی ہو کہ ”میراثوں سے بچاؤ اور مخلوق کو خالق سے جوڑنا اور موجود بنی“

یہی بات ہے جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے چشبینؓ کی قرآنی قہمی کہ اس امت میں ہر جہد میں اصلاحی اور تجدیدی مقصدیں پیدا ہوتی رہیں گی اور وہ بین کی گہری سرحدوں کی حفاظت کا کام سرانجام دیں گی، چنانچہ اس حدی میں مسیحی تحریک، مسیحیہ کی تحریک، عالم عرب میں الاخوان المسلمون، ہندوستان میں مولانا ابوالکلام صاحبؒ کی تحریک، موت و تبلیغ، مولانا ابوالکلام محمد صاحبؒ کی تحریک، مولانا سید ابوالکلامؒ کی تحریک، اسلامی اور غیر اسلامی تحریکات ہیں جن سے یہ تو ممکن ہے کہ بعض انکار اور مخالفت نظر میں اختلاف کیا جائے لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان میں ایک بہت بڑی تعداد

ایسے شخصین کی ہے جن کا مقصد خالصاً خدا اور اللہ کے لیے ہی کی حفاظت و اشاعت اور اس کی سرمدگی ہے اور ان کی تمام تحریکات سے ۱۔ خاص کر ہندوستان میں جس تحریک سے شروع ہوا وہ دینی مدارس کی تحریک ہے، جسے حضرت علامہ مہاتما جواہر لال نہرو نے خالصتاً نے اٹھایا، مولانا محمد قاسم نقوی سے دارالعلوم دہلویہ، مولانا شاہ نور الدین صاحب نے جامعہ نظامیہ حیدرآباد، مکی، مرزا حاتم سوری صاحب نے دارالعلوم (مہار) میں دوسرے امدادی لیگ اور آپ اللہ کے مختلف متوطنین کے مختلف مدارس میں الگ الگ کاموں سے پیوٹی جڑی دوسرے کاموں کی بنیاد رکھی۔

یہ ہیں تحریکات جن کا اثر ہے جس سے نہ صرف ہندوؤں بلکہ جو انہوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو اسلام سے قریب کیا، جس کی کوششوں سے مسجدیں آباد ہیں اور جس کی مساعی سے مسلمان شہر زندہ ہیں، بلکہ بعض غیر مسلم ممالک میں بہت سی مساعیوں کے ذریعہ بیداری اور ایمانی حسیات کے مظاہر زیادہ نظر آتے ہیں۔ سرمدت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنی سیاسی، تعلیمی اور معاشی مساعی سے ساتھ ساتھ عالمی مددیں اور اپنی اصلاحی کوششوں سے اپنے آپ کو مربوط رکھیں، کہ اس کی وجہ سے ان کے ایمان کو ایک نئی زندگی اور ان کے دینی رجحان کو ایک نئی زندگی حاصل ہوتی رہے گی۔

میرا مقصد سبب و وجہ کی اور سرور بیداری سے، دوسری جنگ عظیم، خلافتِ عباسیہ سے سقوط اور عالمی اسلام کی بربادی کے بعد ایسا لگتا تھا کہ مسلمانوں کی دانشمندی سے جہاد اور اصل سے بچنا اور نہی کا نظریہ نکل گیا ہے، اگر مسلمانوں میں جہاد کی روح بیدار ہوتی، اللہ کے لئے جہاد کی ان کا سطح نظر بڑھتا اور آدروئے شہادت ان کو زیادتی دیتی ہوتا۔ لیکن تھا کہ ایک چھوٹے سا ملک مسلمانوں سے ان کا املہ ان کی جھجکت سے دنیا کی توتلیں پوشیدہ رہا۔ غیوران پر جنگ کرتی ہیں، جس کا مقصد ملک گیری و کشمکش ہے، تو انہوں نے اور معاشی سہولتوں کی تلاش میں اپنی اپنی جگہ پر ایسے ہیں، ظاہر ہے کہ جہاد کے لیے وہ سد جہاد اور فساد مقصد کے تحت کی جائے دینی لڑائی نہیں ہے، جہاد یہ ہے کہ حالتِ عدل و رضا اور خوشنودی کے لیے اور شہادت کی آرزو کے ساتھ ہاتھ کا ہتھ پڑا اور سلام کی سر بلندی کے

نے ایک باہمی بیعت کی تھی۔ آج کے زمانے میں جہاد کا تصور غلاموں کی مدد اور اللہ کے دین کی حفاظت ہو۔ کہ ملک و علاقہ کی فتح اور ہم دور کا حصول اور دوسری دوسری بظلم و جور جہاد کا صحیح علم اللہ کی رضا اور خوشنودی ہے۔ اس لئے اس میں کامیابی کے لئے کوئی جگہ نہیں، کہ اس میں جیتنے والا بھی فتح مند ہے اور ہارنے والا بھی، بلکہ بعض اوقات ہارنے والے سے زیادہ کامیاب کھونے والا ہے، یہ جہاد امت میں اپنی حیثیت کو ہاتھ رکھنا اور اسلامی اخوت کو برباد نہ چاہنا ہے، دنیائیں کبھی کسی مصلحت پر بھڑپے اور دوسرے کو تباہ نہیں کرتے، اسلام ان ترپے اٹھے رسول اللہ ﷺ نے اس امت کی سر بلندی اور عزت کو جہاد سے متعلق بتایا ہے۔ چنانچہ اس بات کی خاص حد پر کوشش کی گئی کہ مسلمانوں سے بھید و امت پر مبنی ختم کر دی جائے اور اس لفظ کو تباہ نہ کر دیا جائے کہ دوسرے کو دوسرے اپنے بھی اس کو بولنے اور لکھنے سے گھبرائیں۔

افغانستان میں غاصب راجوں کے خلاف اللہوں کی تحریک جہاد نے امت کو دوبارہ جہاد سے قوت آشنا کیا اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے بھی نصرت و مدد کے لیے نکل پڑے دیکھے کہ جسے وہ صرف ہونچ میں پڑھتے تھے اور ان پر خشک سے یقین کرتے تھے، اب ایک ایسی قوم جس کے پاس نہ پتھار تھے نہ کوئی تربست یا قلعہ بھی نہ ہر ہوی قوت کے اعتبار سے دنیا کی بڑی قوموں میں ان کا شمار نہ ہو، ان کی بڑی فتح پر ان کی کوئی سادھ بھی نہ ہو، انہوں نے ان کی طاقت کا مقابلہ کیا جو اسلحہ کے اعتبار سے دنیا کی دوسری طاقتوں میں سے ایک اور قوت کی تعداد کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی اور جس کے بھی اقوامی اثر و رسوخ کا حال یہ ہے کہ اسے اقوام متحدہ میں ”ویٹو“ کا حق حاصل تھا، یہ لیتا، یہ دیتا، یہ امریکہ میں بھی کتنی سی فکریں اس کے چشم و ابرو کے اشارہ پر چل گئی تھیں، اور شکست و ہار دہی کا قلعہ بنی دیا، انہوں نے اس کی تاریخ میں نہیں نہیں کیا تھا، اس کے باوجود اس نے ہر سامان کا قلعہ سے اتنی بڑی طاقت کو گھنے نیکے پر مجبور کر دیا۔

اس نے پوری دنیا میں مسلمانوں کو ایک یا اصول دیا، ایک ہی ہمت اور طاقت دیا

لئے سب کچھ دینا اور تنخواہ دینے پر کوئی بھی ہے۔ خدا کرے کہ کچھ سو برس بعد اسلام عالم اسلام اور امت اسلامیہ کی فتح و نصرت کی تاریخ رقم کرے اور حق کی سرہندہ بنی اور چاقی کی بالادستی نیز ظلم و جبر کی پسپائی اور اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کی ناکامی کی صدی ثابت ہو۔ **وَعَاذُكَ غُلِيّ الْخَوِیْضِ**

(۱۹، ۱۲ اور چوٹی ۱۰۰۰)

اپنی تاریخ کو بچائیے!

ہندوستان میں مسلمان مسلمات جن حالات سے گزر رہے ہیں وہ ۱۹۷۰ء سے صحتاً اور تشویش ناک ہیں۔ یہ بات جتنا بہت خوشگوار و خوشحال تھا تب سے کہ فرقہ وارانہ رسومات کی جو شدت پہلے محسوس کی جا رہی تھی اب اس میں کمی نہیں ہے۔ مادی و اعتبار سے یہ ظاہر اس قدر اہل ان کی ضد قائم ہو رہی ہے۔ ان حالات کو دیکھ کر اخص وکے جو نرمی اور انسانی مسائل پر اعلیٰ انداز سے سوچنے کا حراج رکھتے ہیں، ایک گروہ مطمئن بھی ہیں۔ لیکن حقیقت یہی نکال رہی ہے کہ آگے دیکھ رہی ہیں اور وہ موجودہ صورت حال کو زیادہ خطرناک اور مستقبل کے قیام سے نکلنے کا زیادہ مصرت دسانہ سمجھ رہی ہیں۔

اور وہ یہ ہے کہ آئین، جس نے اپنے اصل فکر یہ کام رہا شروع کر دیا ہے، قیام کا معنی تو صرف اس قدر ہے کہ مسلمان اپنی حق پر مرعوب ہو جائیں اور ان کے جو جملے و بات جائیں، یہاں تک کہ یا آخری یعنی طور پر وہ اکثریت سے سامنے ہر مدار ہو جائیں، اصل مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ہندو تہذیب میں جذبہ کرنا دے، وہ اپنی شناخت سے محروم ہو جائیں، ان میں احساس کمتری پیدا ہو جائے۔ اس کے لئے وسیع اطراف پر گرام بنایا گیا ہے، جہاں آہستہ آہستہ سے غمزدگی کا پیرا ہے، ایک طرف حساب عظیم میں تجدیدیں عمل میں آ رہی ہیں، دوسری طرف ملک اور ملک کی آزادی کی حق تاریخ لکھی جا رہی ہے، تیسری طرف اکثر ایک میڈیا کے ذریعہ ہندو تصورات اور تہذیبی طور طریقوں کو تقویت دینا ہے۔ چارے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ یہ سب خطرناک اقدامات ہیں کہ جن کی تکلیف کا اندازہ مستقبل میں ہی ہو سکے گا، اگر بروقت اس کی طرف توجہ نہیں کی گئی تو پھر اس کی تلافی شاید ممکن نہ ہوگی۔

شہدہ کرنا پڑتا ہے، ابھی کہتا ہے، ملاحظہ کیف کان عاقبة الصالحین۔ (احمل ۱۳) کہی جاتا ہے، ملاحظہ کیف کان عاقبة الظالمین۔ (ابصر ۱۷) جی، کچھو کچھ عہد میں ہر کامین کا کیا انجام ہوا حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا کہ یہ ساروں موصفت ہے، ہذا ذکور۔ (عن ۲۹) کہی از عین کی مرثیہ اور اس کا انجام مل کرنے کے بعد وشلاد کہ اس میں اہل شہیت کے لئے عبرت ہے، ان قسی ذلک عبرة لمن یبغضی (الموع ۲) اسی طرح اسرار میں اس اہل وادق میں قوم بڑھریوں کے لئے کی حاکمات سے متعلق اپنی خاصہ ذخیرہ موجود ہے، اس سے تاریخ کی اجبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کے یہاں تاریخ کو وہ کرہ کا مضموع نہیں ہے، صاحب تصنیف کا ایک مقبول اور پرکشش مضموع رہا ہے، اور علم کی دنیا میں تاریخ کا مضموع پر ہوتا ہے، سرمایہ مسلمانوں کے یہاں اس سے شاید ہی کوئی اور جگہ اس کی بڑھ ہو، اسی سے ہمیں اس مضموع سے تاریخ تک بڑھ رہی، صدی تاریخ روشنی میں ہے، اسلام سے مسلمانوں کا ریشہ منظم اور استوار رکھنے میں اس کا بڑا دخل ہے، خود ہندو سن کی جنگ آزادی میں مسلمانوں نے جو بڑے جوش کر لیا، انیسویں میں بھی مسلم تاریخ کے ایک اہم محرک کی حیثیت سے نمودار ہو چالی ہے، مسلمانوں کا احساس کہ انہوں نے بھی عطا کا جو اپنی ثروت پر براہ راست نہیں کہ ہے اور انہوں نے سر ہٹکے سے، بالفاظ آزادی اور استقلال کے موقوفوں پر سر کھانے کو ترجیح دی ہے، ان نے جوش ہوں میں اتار دیا اور تمام رے سر و سامانی کے باوجود نگرانک کیلئے قوم کے قابلہ اعتقاد و باعری عطا کی کہ جس کی حکومت میں اس وقت بھی مروج خود پ نہیں ہوتا تھا۔

اس لئے کسی قوم کو اس کی تاریخ سے محروم کرنا یا ہی ہے جیسے کسی بچے کی کائناتی شناخت کم ہو جائے، ایسے بچے کو اپنے ساتھ جہاں کر دینا اور کسی دوسرے خاندان سے ساتھ ضم کر دینا چھوڑ دینا نہیں ہوتا، اسی طرح جب کوئی قوم اپنی تاریخ سے محروم ہو جائے یا اپنی تاریخ کے بارے میں احساس کسری کی شکار ہو جائے تو اسے محسوس کرنا اور

قہری اور تہذیبی اعتبار سے اشرقی اور مغربی گروہ کے ساتھ جذبہ لرزینہ، محروم و مشکل پسند، جس کی واضح مثال اس ملک میں ملت میں، جو اپنی حالت بھاد کے وجود و زندگی، تہذیب میں حد نہ کر سکتے ہیں اور برصغور کے لئے کہ کار اور حد متکاویں۔

تاریخ کو رخ کرنے کا مقصد مسلمانوں کے ساتھ اسی تجربہ کو برانہ ہے، مسلمانوں نے بھی کسی قوم کی تاریخ مع نہیں کی، جن لوگوں سے صدیوں ان کی جنگیں ہوئیں، جن قوموں کے ساتھ ان کے سر کے ہوئے اور جن لوگوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوششوں میں کوئی سر فہائیں رکھی، ان کے ساتھ بھی مسلمان مورخین نے بھی نا اہلی روائشیں رکھی، اس لئے کہ مرثیہ بید کی واضح ہدایت ہے کہ کسی قوم کی برائی، اس کے ساتھ نا انصافی کا جزا قرار نہیں کرتی، لا یحضر منکم شعبان قوم علی ان لا یعدلوا

اور یہ کہ اور یہ کہ مسلمان پر عرب مورخین اور سیاحوں نے ظلم اٹھائے ہیں، جو ظامیان تھیں ان کا بھی ذکر کیا ہے، اور خود ہندو مورخین ان ساری ضروریوں کا اعتراف ہے، اور جو خوبیاں تھیں ان کا اعتراف بھی پوری تاریخ دی کے ساتھ کیا ہے، ہندوستان کے مذہب، حکمت، طب، معاشی، اصلاحیت اور باہاری وغیرہ کا تفصیل سے ذکر آتا ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ ملک جس کو مسلمانوں نے وحدت و وحدت عطا کی، معاشی و راجی دی، امن و امان دیا، عہد و مساوات سے آگیا، عالمی اصناف کی دولت دی، لوگوں کے چہ پہچہ پر ہر بھی عظمت نے افکارش جائے اور اسی زمین کو چا سکے اور زمین ظاہر، ان کی قربانیوں کو، لوگ مسخ کرنا چاہتے ہیں جن نے قوموں میں اس ملک کے بنائے، سوار نے ہونے پانے میں شایہ یکساں بھی ہے، جہاں۔

صورت اس بات کی ہے کہ ایک طرف ہم اس صورت حال کا قانون اور زمین کے دائرہ میں، جہاں نے مقابلہ کر لیا، اور دوسری طرف مسلمان مورخین اصناف پسند غیر مسلم مورخین کے اثرات کے ساتھ ہندوستان کی آفتوں اور ان کی تعمیر کی بات مسلمانوں کی جدوجہد کی تاریخ مرتب کریں۔ اور بدست علی موجودہ ملک کے سامنے

پتھر کریمہ یہ ایک طرف اس ملک کے ساتھ ہی تھیں ہوگی، اصحاب ہو گا اس سے فرقہ
و امانہ ہم آج بھی یہ ہوگی ملک کا حق سے واقف ہو گئیں گے اور وہ سب طرف خور مشا
ن جو ان بارے نے دلی قس اس کتری سے محفوظ رہے گی بلکہ اپنی تاریخ سے اس کا رشتہ
مریض اور استوار ہے کہ اگر اس وقت اس صورت حال پر توجہ نہیں دی گئی تو پھر آئندہ شاید
ان معجزوں کی کمانی ممکن نہ ہو۔

()

صبر ایک تدبیر ہے!

دعوتِ اسلامیہ کے حساب پر واقعہ نے ساتھ ہی یہ بحث فرمائی ہے: ”پارہ و قطور سے“ محاسنِ تہذیب۔ ”ما تھے تک بیوہ و دوسرے مسافرتیں بیویوں کی سطحوں سے نکلتے ہوئے تھیں اور یہ نفسِ نفی دیکھ کر جو عیبت پر وہ مسلمانوں کے خلاف ماریشیں پاتے تھے۔ کہ اس واقعہ کے ساتھ سے جانے۔ پتے تھے عیبتِ خدا کی اور اس کے بارے میں بعد ازاں ان نفسِ کائنات کے صدور پر ظاہر نہیں تھا۔ اور اس کو کفایتِ مسرت دہانے تھے۔ اور اس میں اس شخص کو بغیر اس شخص کے تخریب آوری۔ پہلے یہ شخص مسافر تھا۔ ماحصل تھا۔ بکاش دینے اور اپنا ارشاد مانا چاہتے تھے مگر عیبت کے بعد عیبت دہانے اور اس کے بارے میں جواب پورا ہو گیا۔ حالانکہ اس نے بھی بعد ازاں اس کی سے منہ میں اس اور علی اس کے خلاف اس شخص کے خلاف رہی تھی

”چند روز بعد“ یہ واقعہ: ”مہاجرین اور انصار کے ساتھ تکسم پر لکھے اس میں عیبت اور عیبت کی بھی ٹرل تھا ایک مقام پر یہ لکھا گیا اور پالی سے سے مسد پر حضور۔ محمد کے نام اور انصاری صحابی کے درمیان پہلے ٹکر ہو گیا۔ اس وقت آئے جہاں سے یہ جہاں ہو گیا۔ اس کے لئے اور وہی واقعہ اس نے انصاری کے پاس اور یہ معمولی سا جھگڑا وہ شخصوں کے درمیان ہو گیا۔ ”انصار و مہاجرین“ کا اسلاف بن گیا۔ آپ ﷺ نے دوسروں کی تمنا کی اور انھیں ایسا محسوس ہوا کہ وہ اس کے معاملہ رفع دفع ہو گیا۔ لیکن عیبتِ خدا کی اس سے مواضع کی تاک میں رہا تھا۔ اس نے اس کو مہاجرین و انصار کے درمیان عیبتِ خدا کی کا وسیع طے کی پیشکش کی اور انصاری کو اس کے یہاں سے اس لئے آتی کہ اس نے کھ (کھینچا) اور اس کے لئے واسطے ان کے ماحولوں کی مدد کا مہاجرین کے ساتھ ہوئی

مثلاً عربی زبان کے کسی کلام سے کسی کے کہنے سے تو صحابی نے سونا کر دیکھا تو کہیں نہ جانا۔ "صحن کلک لگا کلک" پھر یہ بھی کہا کہ یہ ہے پہنچ کر جواباً سے دنگ ہیں۔ وہ دنگ لعل و لؤلؤ کو نکالنا پھر کر رہے۔

عبداللہ ابن ابی سہل سے یہ بات چند اہلِ ہند نے سنا کر میاں لیں۔ ایک عمر جمہاری صحابی حضرت زید بن خالد جونی نے بھی اپنے سر کے کانوں سے یہ بات سنی اور جب ایمان سے تحت رسول اللہ ﷺ سے صحیح صورت حال عرض کر دی۔ حضرت عمرؓ پر جوش حق کا غلبہ ہوتا تھا اور باطل کو ڈر بھی بڑا ہشت نہیں تھا، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اس منافق شخص کا سر قلم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں آپ ﷺ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ذکرِ دنیا کیا ہے تو لوگ خیال کریں گے کہ اب محمد ﷺ کے بے مانیوں کو بھی قتل کر دے ہیں۔

پھر آپ ﷺ سے براہِ راست عبداللہ ابن ابی سہل سے واقعہ کی تحقیق کی اس سے انکار کیا کہ میں نے کسی سے نہیں سنی، انصار میں سے اکابر اور سرے دو وہ حضرات نے بھی اپنی ناقصیت کی وجہ سے عید انشاء اللہ الہی کی تصدیق کی ہو نہ کہ یہ تو بیچے ہیں۔ ان کی بات کا کیا اظہار؟ عمرؓ کو دلی ڈانگی سے حضرت زید کی تصدیق ہوئی۔ سرحدوں میں ناحوش گورہ افتد کا چرچا پورہ علاقہ میں ہو گیا اور جس بھولے بھائے مسلمانوں کا وہ اس ایک حد تک اس سے متاثر بھی ہوا۔

آپ ﷺ سے اس پر کچھ یاد رکھنا نہیں فرمائی اور قافلہ کو گھٹنے کرنے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ کا عام معمول یہ تھا کہ صبح میں سفر شروع کرتے تو شہر میں کہیں پڑاؤ کرتے اور نام میں شریک آثار فرماتے تو صبح کے قریب کہیں حشر فرماتے، لیکن خطبہ معمول آپ پر سے سن اور پھر زیارات مسلسل چلتے رہے اور اگلے دن دوبارہ نہوت ایک جگہ خیر زمان ہوئے چنچاتی ہوئی دھوپ گرمہ عتہ ہوگئی وہاں اور مسلسل سفر لے لوگوں کو ڈھکا کر دکھایا اور جودتی ناحوش گورہ پورہ ہوئی تھی اس کا شریک جاتا رہا اور اصل یہی معلومت تھی جس سے جوشِ نکر آپ ﷺ سے اس حد کو میر سمون طویل دیا تاکہ لوگ اس تلخی کو قبول جائیں۔

سطح پر کریں جو خوشی نے تہذیب کو اور جس سے لوگوں اور انسانی تعلقات کو جس سے تہذیب کے کام میں دنیا کو پیدا ہو چکا ہے اور یہاں کی ریلی مفلوجوں کو دے دے۔ یہ نئے نئے سامان کے ساتھ ساتھ اس میں جو اضافہ ہوا ہے اس میں اضافہ ہے۔ یہاں پر ہر شے کی سب سے بہتر کامیابی ہے۔ جس قدر کہ اس میں اضافہ ہو گا، اس کا مقصد ہے کہ اس میں اضافہ ہو گا۔

(۲۶ جولائی ۱۹۶۶ء)

پروپیگنڈہ کا جواب عمل سے!

نئی سال پیسے کی بات ہے، میں دہلی سے میدانِ آواز پر تھا، میرا ہر روز پیشِ حرسِ کلاس میں تھا جس میں کلاس کے کچھ بچے عام طور پر دو یا پانچ بچے ہوتے ہیں جن کا اتفاق سے یہ ہو گیا کہ خود ان کے کچھ بچے بھی وہ ایک طرف سے کسی قورام ہو تھا، اس لئے اس میں تین سو تھے، اسی سے ہم دس فی صدی ان بچوں میں سو روپے ایک طرف میں اور ایک طرف میرے ہی ہم کو ایک سو روپے جو سنبھال کر تھے اور اچھوتی میں بیویں تھے، اسی کی پیشانی پر سرخ و سفید قشعے ہندو مذہب پر وہی کے اچھا اور اس کی حد اہمیت کو خط ہر کو رہے تھے، گاری بب بچوں پانچ بجے تو ایک ہندو لڑکی آئی، اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی، جس کی عمر اٹھارہ بیس سال رہی ہوگی، اس کا اصل میں نہ مجبور نہ نہ دے لے تھے، وہ کسی ضروری امر کے تحت لڑکی کو دیکھ کر بچے سے ملے اور سارا راستہ اور خدائے ایک لڑکی کا سفر، اس سے وہ اڑک پڑیں تھے۔

انہوں نے نہیں میں اس کا سامنا رکھا، اور وہ لائیک وہ سندھو جہاں میرے سامنے ہی بیٹھے تھے اور میری عقلی وسوسے سے ان کے لئے یہ بیچنا، بالکل دشوار نہیں تھا کہ میں مسلمان ہی نہیں بلکہ قریب سو روپے اقرع ہو گاں، اس کے باوجود وہ ہماری طرف سے مخاطب ہوئے اور کہے گئے "میں صاحبِ اساتہ، گیور جانا ہے یہ اب آپ کی لڑکی ہے، اور ہم اسے آپ سے حوالہ کر رہے ہیں" گاڑی کے بیٹی بیٹی اور اسوں کے ساتھ بلا تے ہوئے اپنی لڑکی کو دھب گیا، میں برابر اس سے پوچھتا رہا کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے، سب میں اپنے لئے ہائی سینے دار کا تو اس کے پانی کا بوتل بھی رکھ لے جاتا

سُرنی صاحبہ کی اور ان کے رشتہ بھی پہلے اور بعد میں سے مجھ سے بہتر تھا۔
 تھے، جب اسے معلوم ہوا کہ میں اس کا حق خواہاں ہوں، اس نے اس کا
 کے پاس سے میں بہت سے سوالات کیے جس میں زیادہ تر غلط و غلطیوں سے
 متعلق تھے۔ اس نے سب سے پہلے میری عمر پوچھی۔

میں نے اس کے بعد اس کا نام پوچھا جو میں نے قادیان سے اس وقت سے اس سے اس سے
 سوالات کی پوچھا کر دی، مجھے یہ پتہ چل گیا کہ اس نے تیرہ سے کئی مہینے
 معلومات حاصل کیں، بعد ازاں حقیقی حقائق اور عام طور پر توجہ دہانی
 نے بعد میں اسے اس کے متعلق بہت سی باتیں سنیں۔ اس نے دیکھ کر (جو اس کے
 اور اس کے حوالہ سے) آپ سے بہت سی باتیں سنیں۔ اس نے اس کے
 سے کم و بیش سب سے پہلے اس کے بہت سے قصیدے سنیں۔ اس نے اس کے
 قادیان دیت کے بارے میں ظن میں ہوگا، لیکن اس کو آخر قادیان کی کو یہ معلوم
 حاصل نہیں ہو سکتا کہ اس کے متعلق اس کے بارے میں اس سے بہت سی باتیں
 بلکہ اس میں دو باتیں ہیں: ایک تو اس کی سرکاری زندگی کے متعلق ہے۔ دوسری تو
 معاشی و معاشی حالت ہے۔ اس کے مرد و خاتون کی معیشت کا یہ جو حال ہے، اس کا
 طے تو کئے ہوئے لوگوں کو آج بھی ہے، اس کے متعلق اس کے بہت سے دوستوں
 کی متعدد باتیں سنیں۔ اس کے بارے میں اس کے بہت سے دوستوں
 اس کے قتل سے بھی زیادہ ہے، اس کے قتل کے بارے میں اس کے بہت سے
 زیادہ ہوتی ہے، لیکن معاشی مسائل پر نہیں جاتے، وہی یہ کہ وہ اس کے
 مٹی، اس کا قتل کی طرف بھی بہت سے باتیں کہنے کے لئے جو معاشی مسائل پر
 ہوتے ہیں، اس کے متعلق اس کا وہ بھی پوچھتا ہے، اس کے متعلق اس کے
 سرش کو کھینچ کر اس کے ہاتھ میں اس کے مقدمہ کے بارے میں پوچھتا ہے۔ اس
 مسائل کو سمجھ کر اس کے ہاتھ میں اس کے ہاتھ میں اس کے ہاتھ میں
 اس کے متعلق اس کے ہاتھ میں اس کے ہاتھ میں اس کے ہاتھ میں

مسلمان در یہ قسم سے دین بھی پامال۔

سے بعد اس نے یہ کہ تجھ کو سلام کے بڑی چستی پ ماور یہ میرے لئے بہت اچھا موقع ہے کہ تجھے براہ راست ایک مسلمان کے سامنے تجھے کا موقع مل رہا ہے اس لئے مجھ سے باہر ہشتاں اٹھ اور کھڑے ہونے کے سوالات کے ممکن ہیں سے میرے تحمل اور صبر کے ساتھ جواب دو۔ اس بات نے عاکس صورت اسے حائل کیا۔ وہ کہنے لگی کہ کیا یہ کہہ سکتا ہے کہ میں سے کسی سے تصدیق و تصدیق سبب سے کہیں سے آپ سے جیسے کا طریقہ دریافت یا کیا ماور آپ سے کہیں سے براہ راست بات کہتا فرمائی کہ حضرت کرو لا مفسد۔ جب رین کا پورے تپش تو اس کے ماموں و میر و پلیٹ فارم پہ موجود تھے۔ میں نے اپنے رفیقہ داروں سے کہا کہ "مولانا صاحب ہمارے گرو اور اللہ سے بڑی کے تمام سنا دینی ہمارے استاد اور اپنے سے دوسرے میں پھر فرما کھلے تک وہ لوگ دے دے ماور میری توضیح کرتے ہے۔

یہ وہ ہیں ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ جہاں تک سلام کے بارے میں سوال جواب کی بات ہے تو میں نے بہت تو رنج و غم اور دھڑلے میں آئی ہی رہتی ہے، اصل میں میں چھڑے مجھے متاثر کیا وہ یہ کہ اس کیس میں میرے براہ راست میں ایک حد تک موجود تھا اور اپنی بندوبستوں کے ساتھ تھا۔ میرے مگر حیدر آباد کا تھا انہوں نے سے عزت و تہر کا مسئلہ جوں اٹل سے بھی یاد ہم ہوتا ہے، لیکن یہ مقابلہ اس غیر مسلم نے ہندوستان میں ہندو نگر کے سب سے بڑے مرکز ناٹھور کے ہندوؤں نے ایک مسئلہ کوئی پرمانہ اٹھا دیا۔ میں سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ سلام اور جہاں سلام کے بارے میں طعن کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ سچ تجربات پہنچا دیتا ہے۔

اس تجربے کے واقعہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمی کو گنا میں چھاتی ہیں۔ لیکن جو میرے ساتھ تھے و اطاعت اس کے بعد جیسے تھی نے جس سے مجھے حیرت میں ال آیا۔ حیدر آباد میں ایک مدرسہ آپ بارہ سے جس میں اینڈرک اٹھایا اور تجربی زبان کے علاوہ اس سے پہلوں کی بھی رہی

لگا نہیں ہیں، بعد کے دن مسجد جاتے ہوئے ایک چولہا خریدنے اسی بارہویں ایک مکان میں چلا گیا، جو سودا بھائی کی گاں ہے، ہم نے ایک چھ جاپیڈ سائیکسٹ ملے کر لی، اس سے چیک لرایا، اب جو سیب میں باتھ ڈالا، تو خیر صحت میں پانچ سو روپے نم لگے، میں بڑا شرمندہ ہوا، اور اس سے کچھ ظاہر کئے، میری کہہ کہ یہ بھی نہ سامان کراہی طرح رہے ہیں، میں اتنا، اھ کل تر لے جاؤں گا، اسی نے جب پوچھا، میں نے کہا چاہا، لیکن جب اس نے صراحت کی تو میں نے صورت حال بتادی، اسی نے بلا تامل کہا کہ اس میں کیا بات ہے، جو پیسے میں دے دیں اور چولہا لے چلیں، آپ دھوکہ توڑا ہی دیں گے، میں لگایا، لیکن اس سے اپنے دم سے چولہا میری گارڈی میں رکھوا دیا، ورنہ کہل ہی میرا کرنا ضروری نہیں، اب وہ چار روڈ میں جب بھی کسی طرف آئیں، اس وقت مجھے پیسے دے دیں، خاص ہے کہ اس کا یہ امتداد مجھ پر نہیں، بلکہ داڑھی، ٹوپی، اور میری سولہ دو صبح پر تھا، اس سے اس کا ہوا ہے کہ وہ رائج بلایا کے بدترین پروپیٹنڈوں کے باوجود سچ بھی مسلمان، یہی حقیقت پر لوگوں کو کسی قدر غماز ہے، جس سے اپنے عقیدے میں نہ بگھٹتا ہے، اور میری طرح بہت سے لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ جسے کئی مسلمان جھوٹ بولا، حالانکہ یہ مسلمان ایسے عاقل سے کہ تو مسلمان ہو کر جھوٹ لاتا ہے؟ یہ چھوٹی جھوٹی باتیں اور معمولی واقعات ہیں، اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں، وہ بہت سے لوگ حل حور پر اسی کے تجربے سے گزرتے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ملک کے بد بنے والوں کے رہیں پر اسلامی اقدار اور اسلامی اخلاق کے تئیں ایک نقش مجمل اب بھی ثبت ہے

فرق پرست خاصہ چاہتے ہیں کہ غیر مسلم اذھان سے اہل تشیع کو ملادیں اور ان کے ذہن میں مسرت و راح کر دیں کہ مسلمان قاتل و جرن دشمنی و عداوت پر ظلم و جور و دہشت و تلخ و آہ و گداز اور اپنی قوم کے خلاف دیکھوئی سے غرت کرنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ مسلمان ہمارا اور اہل بدعتی کے درمیان میں عام تصور یہی تھا کہ یہ نیک اور انسانیت پسند لوگ ہوئے ہیں باقی لئے خاص طور پر انہیں دہشت گرد اور شہوت

وہاں کسی کو پانی کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔ یہاں غیر مسلم خراؤں کی حالت نہ تھی، نہ مسجد میں کوئی غیر مسلم بیٹھا ہو تو وہاں کی عبادت کر لیں، عرب، ہندو، ملتان کے لئے ہندو پیر دے دیں، غیر مسلم بھائی کے یہاں تھکادی ہو، یا بچہ کی ولادت ہو تو جا کر مبارکباد دیں، کسی کے یہاں انتخاب ہو جائے تو قمریت کریں، آپکا ہاں شہر جا کر ہندو غیر مسلم بھائیوں کو پھل پیش کریں، تہہ پہنہ کر، ہندو تو اس شہر جو عرب لوگ ہوں، ہفت اہل کا علاج کر دیں، تہہ کر دیں تو غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ کرام سے پیشہ کریں۔

اگر وہ اپنی ناہنجی یا مصیبت کی وجہ سے نہ ہیں جذبات کو بھرا دے، اے
سوداگت کر لیں تو بغیر اشتعال کے جھجھکی اور صحت کے ساتھ اس کے سوال کا جواب
دیں۔ اگر کسی مسئلہ یا اور غیر مسلم کا معاملہ ہو تو مسلمان کی بے جا طرف دہوشی نہ کریں بلکہ
جوابات عدل و انصاف کی، جو وہ کہیں، اس کے سزاوارتہ جوابات کو کہیں نہ سوچنا چاہیے، ان کے
دوبنی و دیکھنا توں وہ کہیں، فیثوانا اس کے بارے میں غلط سے گری، مانتیں نہ کہیں، آپ
کے ہندوں میں جو غیر مسلم رہتے ہوں اپنی جان و مال کی طرف ان کی جان و مال کو رہا ہوا
حرم و تبرک کی طرح ان کی حرمت و تبرک کی حفاظت کریں

یہ ساری باتیں یہ سنت اور واقعی صحت کی نہیں ہیں، بلکہ ہمیں یہ اور اس کے
 رسول نے اس بات کو تسلیم کیا ہے اور یہ ایک خدائی فریضہ ہے جو ہم پر۔ ہمیشہ مسلمان
 عائد ہوتا ہے مگر واقعی ہم دین کے اس حکام پر عمل کریں اور عملی زندگی میں اس کو ملحوظ
 رکھیں تو یہ عمل کے درجہ پر وہ پگنڈہ کا جو ب ہوگا۔ یہ جواب انتہا انتہا اس پر وہ پگنڈہ سے
 زیادہ مؤثر اور دیرپا ہوگا۔ کہ وہ اسے رسول خدا علیہ السلام کے خلاف اپنی پروپگنڈہ مسم کو تھپانے
 ہوئے تھے، حج کا اجتماع، مکہ کا تجارتی میلہ اور احاد ہر جگہ وہ پوری قوت سے اس مہم
 میں سرگرم تھے، ظاہر ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کو فتح مکہ سے پہلے یہ سو فیصد حاصل نہیں تھے،
 لیکن یہ کی ہستی کو آپ کے خلاق و محبت و عروت و درواری، اور انسانیت شرافت کا گہوارہ
 عطا کیا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہو کہ لوگ پروپگنڈوں سے بدگمان رہتے، اور کسی مسلمان سے
 محبت و اگمتہ بھی ملاقات ہوتی تو ان کے دل کی جانس دے لے لیتی، کہ بے حجر۔ نر کے

آنے والے مسلمانوں کی تعداد میں سونے آ رہا ہے۔ لیکن جب فتح مکہ کے موقع سے مسلمان فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے تو ان کی تعداد کم رہی۔ اور جان نثاروں کے اس بددعائی لشکر کو دیکھ کر اہل مکہ کی لکاسیں خیرہ ہو رہی تھیں، یہ کس چیز کا کرشمہ تھا؟ یہ وحیِ مل اور حسنِ خلاق کے ذریعہ پروپیگنڈہ کا مقابلہ تھا، اس وقت یہ پہلا قدم ہی فریمنڈ ہے کہ جس میں عقل، جس سنوگ، جس اخلاق، اور حکمت، مصلحت کی کلوہر سے اس سہولے پروپیگنڈہ کا مقابلہ کریں!

()

دعوت دین سب سے اہم فریضہ

عہد سکھا۔ حق کے یوں بھی ایک عرصہ تک مسلمانوں کی تاریخ یہ رہی کہ جہاں وہ فاتحانہ داخل ہوتے وہاں صرف مایوسی طے پر نہیں فائدہ کرتے، بلکہ اپنے اطلاق و ان کیسہ دیتی اور یا حد و بی کے رعبہ متھی اوگوں کو بھی حد و بی کے رعبہ متھی کرتے۔ جہاں تک کہ وہ وقت وہ نہ صرف سیاسی اعتبار سے بلکہ فنی اور۔ ہیمنہ ظ سے بھی اسلامی ملک نہیں جاتا، اگرچہ ہمیں، ممبر اور مسودہ غیرہ کے طے میں بھی صورت پیش آتی عرب نامہ کی کہ وہ بعد طے سے، طیشیا اور انڈو حشیہ کے باشندوں نے اسلام قبول کیا، ہندوستان میں بھی محمد بن قاسم بھی کرنا چاہتے تھے، مگر وہ اسے فی باسی خصوصیت کے دلی کو میں کا واقعہ بالادمان کی سپہ سالار سقاہیت و اہیت کا بدلہ میں گناہ و دوزخ کی صورت میں دلا۔

اس نے بعد بندہ بہت سی نام افہ تو دعوں کے بجائے نئی مہندوں سے ہاتھ
 چلی گئی، جس کو اپنی مادیاتی کے تحکم کے سوا اسلام ہی بیخ و بن و قیامت و تکفیر
 سے کوئی دیکھ نہیں سکتا، اس میں سے فیروز تھکی اور نور محمد رب عالمگیر و چھوڑ کر تمام
 دوشیزاؤں سے اپنی بہترین ذکاوت و صمدیت اور غیر معمولی قابلیت و فراست کا استعمال
 محض اپنے ائمہ اور غیر مستحکم سے لئے کیا اور نہ کچھ کام ہوا۔ بیخ کا ہوا بھی تو اس کو سوا
 بڑی حد تک صوفیہ اور مشائخ کے سر سے۔

میں نے دعوت و ترویج سے محفلت اور اپنے ان مقاصد پر ملک گیر سطح پر سب کی مدد سے کم ہونے کے باعث یا تاخر میاں، قیام سے بھی سن ہو کالی، تصدیق ہو نا چاہا اور میں میں جیسا سب سے محفلت میں نے کے بعد اساتذہ کی کچھ دیکھا رہا تو ان کے اور کوئی چیز پائی

روسی جہود تھیں انگریزوں نے طلبہ کے بعد ۱۰ ارہدو جہد — یہ جو مشرق وسطیٰ میں ایک چھوٹی سی مملکت تھی جس میں مسیحی ۱۱ ملک کے میں چوتھی حصہ میں ان لوگوں کا تعلق باجی گورہ حقیقت تہہ رت سے ایک دست خوان کی طرح مسلمانوں سے سامنے بچھا دیا تھا کہ وہ اپنا اقلیتی قوت کے ذریعہ ان کو اسلام کے وجہ میں جہنم میں مگر مسلمانوں نے اس "مستوی قوت" کے ساتھ وہی سلوک کیا جو کسی سر نکل — لہذا اقلیتی کو اقلیتی ہوئی "مادی قوت" کے ساتھ کیا تھا

تیس انگریزوں کی تاریخ واضح طور پر اس سے مختلف ہے۔ سترہویں صدی میں جب ایک طویل عرصہ کے بعد مغرب نے انگریزوں کی اور پہلے علم و صنعت میں اور پھر اپنی غیر معمولی سائنسی صلاحیت کے جادو میں سیاسی اعتبار سے آگے بڑھنا شروع کیا تو اس کے باوجود کہ ماضی قریب میں مغرب میں مذہب اور سیاست کے دو میان طویل دور کا تک جنگ ہو چکی تھی اور "کلیسا" کو شکست دے کر مغربی تہذیب علم و حکمرانی کے تھے کہ انہوں نے ایک بڑا سحر کر کر لیا ہے اور نا کہ انہوں نے خیر و کائنات کو سحر کر لیا ہے۔ اسوں نے اس بات کو ضروری جانا کہ مشرق میں جہاں بھی فوجی اور سیاسی عقائد سے ان کے قدم منبسط ہوں وہاں مسیحیت کے مبلغین اور داعیوں کی ایسے قوت بھی پیچھے پیچھے ان کے ساتھ رہے اور وہ لوگوں کے دلوں اور دماغ فتح کرنے کے لئے سرگرم رہے اس طرح نہ صرف یہ کہ عیسائیت کو مسیحیت حاصل ہو سکے بلکہ اس کی حکومت اور سیاسی قوت کو بھی استحکام حاصل ہو سکے گا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سو سال کے بعد مشرب کا سیاسی اقتدار و تقسیم ہو گیا، مگر عیسائی مشنری نے اس ممالک میں جن لوگوں کو عیسائی دایا تھا وہ مقامی لوگ رہے اور مشنریاں بھی اپنے کام میں مصروف رہیں۔

عیسائیوں کے اس حصے کا زیادہ بڑا نہ تو بہت پرست قومی عیسائیں، مگر "مستوحہ" کی اس کی ذمہ سے محفوظ رہو تھی اور مسلمانوں کی استقامت و ثابت قدمی اور دین کے معاملہ میں حجاب کے مقابلہ میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے عیسائیوں کو روئے عامی سطح پر اجلاس اور مذاکروں کے ذریعہ اپنا طریقہ کار طے کیا اور محسوب بند اور منظم طور پر پورے

عالمِ اسلام میں اپنی جدوجہد شروع کر دی۔ اس نے غرضی اور ترقی پسند سے غور و فکر سے مولوں، مفردوں، جموں، اہلِ باطن، باطنی برکت، جبر سے اہلِ ظاہر اور اس سے کافی جیسے ٹوٹ، پھٹے، اور میں شروع ہوئے سے رنج سے

پاکستان جیسے مسلمان ملک سے حلقہ جو اسلام اور مذہب کے معاملہ میں بیٹا۔
 دو حصوں اور پیراء بکھٹا جاتا ہے۔ جس کی تائید میں ہی علامہ نے نام پر لکھا ہے۔
 بھی دو کتب کی تصنیف شروع سے اپنی رپورٹ ۱۹۵۷ء، ۱۹۵۸ء میں لکھا ہے
 ”مسلمانوں کو بھائی سے جس سب سے زیادہ شائد رکھنا یا

پاکستان میں حاصل ہوتی“

گوکہ ایک حقیقت ہے کہ میں مسلم ممالک میں بھی عیسائی و تھوڑی بہت
 کامیابی حاصل ہوئی ہے، اس کا ج سبب مسلمانوں کی جہالت اور نااہلیت ہے، چنانچہ
 A.B Chatelier کا بیان ہے

”عیسائی اپنے اپنے ممالکوں میں اثریت عام لوگوں اور
 جاہلوں کی ہے۔“

یہ سب کچھ اس کے باوجود ہے کہ عیسائیت کے بنیادی عقائد عقل و دانش سے دور
 ہیں اور وہ بھی خوش گمان اور غلو میں عقیدت کے سوا کوئی چیز نہیں ہے جو اس کو قبول کر سکے،
 اللہ کے بارے میں تمس (خدا، یمن خدا اور روح القدس) میں ایک اور یقین میں تمس کا
 تصور کسی ”بال ٹھکانہ“ سے کم نہیں ہے حضرت مسیحؑ کی ایک طرف سوائے کے معصوم و عظیم پر
 اور نظر آتے ہیں، دوسری طرف اس قدر ہر جزو اور مادہ کی صلیب پر بجا بجا اذیت کے
 ساتھ چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور سب بے گم و بے بسی انسان کی طرح خدا کے حضور چلاں
 بخشش کے لئے فریاد کرتاں ہوتے ہیں۔ ”کفارہ“ کا عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ نے حضرت
 آدمؑ کی غلطی اور اس کی ساریت سے سلسلہ دم میں منتقل ہونے والی غلطیوں کا کفارہ
 ادا کر دیا ایک ایسی بات ہے جو مرتعہ صوفیوں پر عقل کے خلاف ہے، کہ مسیحی ایک کرے اور سراسر
 ایک پاسے اور یہ کہ للہی حضرت آدمؑ سے ہوئی اور گنہگار ان تمام انسانوں کو سمجھا

جائے نماز کی نسل سے ہوتے رہے، احاطہ کر لیا اور اہل عقل کے لحاظ سے اپنی مستغنی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کے مقابلہ اسلام عقل و معنی کے ممکن مطابق سے دور دوروں میں جو علم و فن کا ارتقاء ہوتا چلا ہے، اسلام کی عمر بیت اور عقل و حکمت سے مطابقت نمایاں ہوتی جاتی ہے۔ مستشرقین پرچہ کا اسلام کے معاملہ میں بہت متعصب اور تنگ نظر واقع ہوئے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اسلام کے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہنا چاہئے جس میں کہیں کی قسم و اٹھان پر قائم کرنے کو کوئی چاہتا ہے، تاہم اب اس میں بھی "مورس ہو کالی" جیسے لوگ بیدار ہو رہے ہیں، جو موجودہ سائنسی اکتشافات کے لحاظ سے قرآن مجید کی واقعیت و حقائق پر اس کے تفویض و برتری کا پانچنگ، اعلیٰ اعلان کر کے پراچے آپ کو مجبور پاتے ہیں۔ یہ بات اب قریب قریب ہر طرف واضح ہو چکی ہے کہ مذہب عام میں اسلام ہی واحد مذہب ہے جو تفریق و امتیاز کی ساری دور میں کو سٹھ سٹھ ہے اور پست طبقات کو دوسروں کا ہم قدم و ہم قدم، دشمن بنا سکتا ہے، ہمدردی کا کہنا ہی کہنا ہے، مغربی محاشرہ جو انسانی حقوق کے تحفظ کا سب سے بڑا قریبی سے سکاوں کو انسان کا وجود بننے کے لئے تیار رکھتا ہے۔

دماغ اعلیٰ اور عظام و اعلا کے کو اس راسے میں پورتی حاصل ہوتی ہے ماضی میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، شہنشاہیت کے بجائے اس عہد میں سمجھ رہا تھا، کیونکہ مذہب کا غلبہ تھا، جو بر شوکی کو مذہب اور انہماک و رائے کی آزادی عطا کرتی ہے اور اپنے نقطہ نظر کی دعوت و تبلیغ کا حق دیتی ہے، ماضی میں شاہی حکومتوں اور مذہبی فتنہ بازوں کی وجہ سے یہاں کرنا ممکن نہ تھا۔

یہ سب کچھ گویا غافل کا غایت ہی طرف سے امت مسلمہ کے لئے ایک قیمتی احیاء ہے، جن سے ظاہر و باطن کا غیر سسوں، شرا و کوشش و محنت کا کام اس سے جس قدر سہل ہے کیا جاسکتا ہے جن سے مسلمین عہد اول میں وجود ہوئے، اسلام کی حمد و ثناء اور ضرورت اس قدر روشن ہو چکی ہے کہ جو لوگ اسلام کے دشمن اور تہ قد سمجھے جاتے ہیں، وہ بھی اپنے لب و لہجہ نرم کرنے پر مجبور ہیں اور اسلام کی بہت سی خوبیاں کا کھلے دم اعتراف

کرتے ہیں، جہاں تمام کامیابی جیسے ریجن، جمہوریہ، تسلیم شدہ فرقہ بندی یا کسی حدود کا مکمل اہل اہل کو اپنے حدود حکومت میں، اور کمر و عمر کے طریق کار کی تقلید کی تشہید دینا دوسرے ملکوں میں اسلام کی عہد حاضر کے نئے سیر و سیرت اور دوسرے مذہب عالم کا ماتہ امت اور گند جانے کا احترام ہے۔

خدا کی طرف سے حفاظ کی ہوئی ان ساری مخلوق سے یا وجود مسلمان و غیر "دعوت دین" کا کام نہ کر جی تو یا اس بات کا ثبوت ہوگا کہ قدر سے ان کے جانے کسی اور قوم کو خدا کے دین کی سر بلندی اور شاعت کے لئے اٹھائے کی بات لئے کہ اب اس کے ال باقی نہیں رہ گئے (ع ۲۸) اسیوں کے مشرق سے مشرق اور شاہ سے جنوب تک ہر جگہ مسلمان اپنے دشمنوں سے ہر پیکار ہیں، یہ دشمن کہیں ستار اور سرمایہ کی صورت میں ہیں، کہیں اٹھ اور کیونرم کلاس میں، کہیں دیکھی تعصب اور جنگ ظہری ہے، کہیں سفلی اور علاقائی مسائل ہیں، ہر جگہ احتجاج کے در یہ دشمنوں کا مقابلہ کیا جا رہا ہے، مگر وہی نہیں جہاں ہے آواز و نمی "کامیابانے جو مقابلہ کامیاب سے مؤثر ہتھیار ہے اور بغیر اسلام کے نے اپنے دشمنوں کے مقابلہ جس ہتھیار سے۔ لی تھی، جو دلوں کو فتح کر لے، جو لوہے کو سحر کر دے اور جو جان لے لوں کو جان بھر دے۔

بست سے علاقوں میں آج جو لوگ جہاد کی بات کرتے ہیں، وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ تواہ اور قوت کا استعمال جہاد کا آخری مرحلہ ہے جسے مجبوری کے درجہ میں گوارا دیا جاتا ہے، جہاد کا پہلا مرحلہ جہادِ نفسی ہے۔ "دعوت" ہے چنانچہ فقہاء اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ "دعوت" دینے کے بعد ہی غیر مسلموں سے جہاد کیا جاسکتا ہے، یہی وجہ انہیہدو المسلمون باندھوۃ لعل القتال، یہاں تک کہ فاضی ابو الحسن، اور وہی نے اسلام کے نظام حاکم پر اپنی فاضل و معروف تصنیف "الاحکام السلطانیہ" میں لکھا ہے کہ جن لوگوں تک دعوت نہ پہنچی ہو، وہ استدلال عباد سے ان پر اسلام کی خاصیت واضح نہ کروں گی، وہ ان پر جہاد کا قدم لازم ہے، محرم عیسیٰ علیہ السلام علی قتالہم اور اگر ملوثی فکر نے ان تک دین کی دعوت پہنچنے سے پہلے حملہ کر

و یا یو مقبول کا خوب بھروسہ نہ ہو گا، جس سے دیوانہ بھوسہ ہو گا۔

لکھنؤ کے دو جوانوں نے طرز و رسم میں اصلاح کی اور ان کی اصلاحوں کی روشنی میں دوسرے بھی اصلاح کی۔
تحریکوں کے باوجود مثلاً، درختیں ہیں، اس سے پیدا کر رہا ہے، پتے کے سے نکلے ہوئے
ہم ہوتے ہیں؟ آخر کی بنیاد پر اسلام کی طرف سے دعوت دینے کا کام کر رہی ہیں

ہندوستانی مسلمانوں کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اب تک ہندوستان میں مسلمانوں کی
دائیں ہیں جس میں تھا اسلام کی کوئی مثال نہ تھا، اور قرآن مجید کا ترجمہ تک نہیں،
تھوڑی سی زبانیں ہیں جن کو مسلمانوں کی قابل فہم اور پوری ہے مثلاً، گنگا، جمل، بنگلہ
بڑا یاد بخیر، ہر مسلمانوں میں اسلام سے متعلق جتنی بات ہے وہ گنت اور کیفیت ہر دور کا
سے نہایت متعلق ہے، جو ہندی میں بھی، جو ملک کی اصل و وجہ کی قوی زبان ہے، اسلام
سے متعلق صحیح معلومات فراہم کر کے، اور اس کی بنیاد پر کافی ہیں، اور ان مقامی زبانوں
میں اسلامیت کا جو کچھ سراسر سے دینی مکتب اور تحریکات کے ناطہ سے وہ غیر مفید اور
غیر موثر بھی ہے، اور زبانوں میں اگر ہم دکان اسلام سے متعلق مسلمانوں کی زندگی اور اس
طرح کے کام کریں تو یہ مسلمانوں کے لئے تو مفید ہو گا مگر غیر مسلموں کے سے اس میں
کشمکش کا کوئی سامان ہو رہا ہے، یہ برکی کوئی چیز نہ ہو گی۔

ضرورت کی ہے کہ تمام مقامی زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ، احادیث
نبوی علیہ السلام اور سوانح اہل بیت علیہم السلام کی سادہ الفاظ میں میراث تحریر کی
جائے، جس میں آپ علیہ السلام کے افلاکی بیانات اور روایات یا جائے اسلام کے عقائد اور اس
کی معقولیت اور حدیث و فتاویٰ کی روشنی میں اس کی صداقت اور واقعیت کو ثابت کیا
جائے، اسلام کے معاشرتی اور عائلی اصول و ان کا توفیق اور ان کی اقدار کو واضح کیا
جائے، دوسرے مذہب اور مذہب کے نظریہ دینے کے اسلام کا پیچیدہ و متقابل کرنا ہو گا
اور ان کی تحریکوں میں معروضی و مثبت اسلوب اختیار کیا جائے، مثلاً طرائق، چار ماہانہ اور مکتبی
طرز تعمیر سے پہنچا جائے

اسلام سے متعلق پڑھے لکھے اور فہم پرور طبقہ کی معلومات بھی کس قدر کم ہیں؟ اس

اور انسان کا اندازہ ہوتا ہے جب اسلامی رہائی کا وہی پہلا قوی منقہ امت میں ذریعہ برکت ہے اور غیر مسلم و اشور اور چوٹی کے اس قلموں پر چھ نکسے ہیں مسلمانوں کا مزاج۔ اس کے لئے ان کی غلط بیانی کا پورا پورا قصہ صرف ان کے لئے نہیں بلکہ ان کے دل میں ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت اس غلطی میں بڑا حصہ خرواں ان غلط باتوں کے لئے ہے۔ اب تک اہل ادب کی ذہنیوں میں اسلام کے متعلق معلوم بات کا یہ ذخیرہ خراہشیں کیا جس سے استفادہ کرنے والے مسلمان قلم اور صحیح طور پر سمجھ سکیں اور اس کی غور و فکر کر سکیں۔

ایمان سمجھنا اور سمجھانے کا کھنگنا ہے: رہبر ہے ہر ماں کی نصو و کس ہوتی زبان کا کوئی عہد سب اور عقیدہ ہوتا ہے، اسی لئے اسلام نے زبان کے طے کرنے میں قریح کی اور وسیع نظرین سے کام لیا ہے۔ زبان کو غلط کئے حضرت فرید بن ثابت: ”مذہب کو عام طور پر عربی زبان میں لکھ کر دیا اور انہوں نے صرف چند دنوں میں عبرانی لکھ لی، بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت وہ یہ چھ دنوں سے وقف تھے روایات سے یہ مذہب ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے قاری زبان لکھ لی تھی اور وہ اس سے آگاہ تھے۔

قاری کوئی اسلامی زبان نہیں تھی، بلکہ مشرک، تہ پرست اور آتش پرست اقوام کی زبان تھی اور قاری میں اسے بھی سعادت سے کسی حیرت و تشویش موجود جیسا کہ ان کی عربی مشرک سے ملتی ہیں لیکن جب اسلام ہر زبان میں داخل ہوا تو مسلمانوں کے سامنے کی وحدت و اخلاص کے ساتھ ساتھ قابل زبان بھی بنی اور اس میں اس بوجہ مہارت حاصل کی کہ قریہ کے بڑے مستقل اسلوب اور طرز نگارش کی زبان اور قاری زبان میں ایسے ویسے نئے نئے کھوارے، ضرب الف، اور شیش و صمغ میں جو اسلام کے مزاج و مذہب سے مطابقت رکھتی تھیں اور اس زبان میں اس قدر لکھا اور اسلام کے مختلف علوم و فنون پر کام کیا کہ رفتہ رفتہ قاری ایک اسلامی زبان بن گئی اور اسلام قاری زبان بن گیا چھ ماہ تک آج اسلام کو الگ کر کے قاری ادب اور شاعری کا تصور بھی دشوار ہے۔

لیکن یہ قسمتی ہے جو دوسراں میں ہے، لیکن وہ بجا اور ایک ایسا طبقہ موجود ہے جو عربی و عوام کے علاوہ دوسری زبانوں کو اچھوت اور بے برکت سمجھا ہوا ہے اور صرف عربی

وہاں بھی کھڑا ہوا کہ جسے جہیز اور طہن ہے اس سے اس کا منہ کھول دیا۔ یہ ہے
 نشانِ نصراۃ کا عیال کے کہ وہ شہزادوں میں عورت کا کام نہ رکھتا تھا۔
 میں نے جب مسلمانوں کی عدول کا کام نہیں دیا تو خود مسلمانوں کا منہ شہزادہ کی طرف
 حلقہ معاشرہ میں ہے۔ یہ وہ اصل شہزادہ کا نہیں اور اپنی ویرانی ہے۔ اس کا منہ
 سے آتی ہوئی، تب کا منہ کی ہے کہ ہر مسلمان کو خود سے کسی اور کی طرف
 مسلمانوں پر نہ ہوگی۔ خود کا یہ معاشرہ مسلمانوں پر نہ ہوگی۔ یہ ہے
 انبِ معاشرہ کا کام اور یہ ہے کہ اس میں کوئی اور نہ ہوگی۔ یہ ہے
 انکس سے پہلے ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنی دعوت کا دامن کاٹبنا کارما ہے۔ یہ دوسرا
 میں ایک وقت سارا ہے۔ اس کی ریت اعلیٰ نے جسے بھی اعلیٰ محمد سمجھو کہ جیسا کہ
 ہو غیر مسلمانوں میں عورت پہنچے۔ اسے کسی نہ کہ جس روز کئے جاتے تھے

”معاشرہ کو ساری دنیا کے لئے اعلیٰ مسلمانوں کو دعوت دینا کا کام ہے۔ یہ ہے کہ
 مطلب عمل کی ہے سوا اور جیسے ہو گا۔ چنی تو مان صرف مسلمانوں کی ملان پر صرف
 ”مدنی جاہ اور کی برکات سے رہا دیا جائے اس لئے کہ مسلمانوں کو عملی اسلام پر
 کسی غیر مسلم کو مسلمان بنانے سے زیادہ شواہد ہیں کہ مسلمانوں کو خود اور اس کی
 و مدنی کا خالی حقیقت کو تسلیم کر لے گا نام ہے اور اس کا بھیر کے لئے مان ہے
 جب اس مسلمان اور حقیقی اسلام پر اس کے اپنے شخص کی عمل پر دین سے عبادت ہے
 اور ہر مان نہیں ہے

”اس پر اس کا حکم نہ کرے بھی جو سنا جائے کہ وہ لوگ مسلمان ہو چکے ہیں، شہزادہ
 اس کی و مدنی کے لئے وہیں کو بھیجیں اور کے لئے یہی کی طلب ہو رہی ہے کہ عمل کرے
 کا جہ۔ وہ دیکھو کہ سب جان بوجھ کر بھی اپنی کوتاہی میں جگا دینے تو خود کو
 جب یہ ہیں، اس کے برعکس اس کا اسلام پر پانی کس، اس کے متعلق مسلمانوں
 وہ ہیں اور خداوند رسول ہیں کہ ایمان کے خدا کا دین کے لئے ہوتا ہے کے خدائوں
 ہوتا ہے

مفسرین کرا تہ اہمہ مددائی جس نے لے مسکت محمد بن یحییٰ (ت ۱۱۰) جو حد کی نصرت و نہ کا ہتھیار اور مسلمانوں کی کامیابی کا باعث ہے۔ جو ہمدانی کا خط آنے سے جو انبیاء کی بعثت کا مقصود ہے اور جس سے گریز ان بیت کے ساتھ سب سے بڑا نامہائی اور حق علی و خدا کے دین کے ساتھ سب سے بڑا علم ہے، جو علامہ کے حکام کو آذوقہ اور اس کے بیکاروں کی رحمت کو حاصل کرتا ہے اور جو مسلمانوں کے لئے حد کی طرف سے حفاظت و سلامتی کی کلید ہے، مکی طرف سے صفحہ اسلام پر مبنی ہے۔ پھر تیار کچھ ل ہیں جو اس فریضہ نوح کی ۱۱۱۱ کے سے غفلت پر لہر خمیس نور کیا کچھ خریدار ہیں آخرت ہیں جو ساری شہرت سے دور کو شہر گمانی میں ۱۱۱۱ کو و صدم کا شرف طوبیٰ نگاہ پر آمارہ ہوں؟

(۱۱۱۱ ۱۱۱۱)

تقسیم کا منصوبہ ایسا بنائی ، وہاں نہ میں نے جانا اور نہ فلاں شخصہ میری
ہمت سے اس میں سے کسی حد تک نہ مل سکا۔ وہ ہے۔ ”کے خیر میں ہی
میں آج کے جہاد کی شہادت دے رہا ہوں۔ یہی وہی ہے جس نے اس وقت میں
میں پورے شہر میں چلا دیا اور اسے جہاد کا چھوٹا سا حصہ بنایا۔ اس نے
اس کا جابجا کر کے کئی اوتوں کے لئے اس کا کام کیا۔ یہی وہی شخص ہے جس نے
پانی پانی کے

اس شخص کا تیسرا حصہ اس کے ملک کی تمام آبادی کے لئے دیا۔ وہ حصہ اس
اس کے لئے دیا۔ اس کا حصہ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔
تھ ہے ۵۸۹۔ اس میں اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔
تھا۔ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔
اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔ اس کے لئے دیا۔

- (۱) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۲) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۳) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۴) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۵) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۶) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۷) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۸) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۹) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۱۰) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۱۱) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔
- (۱۲) ایک چھوٹا سا حصہ اس کے لئے دیا۔

(۳) پبلک جوائنٹ اسٹیم ہاؤس

(۱) مریں	۵۰	فیصد مکن
(۲) ریاضی	۸۰	فیصد مکن
(۳) پبلک	۵۰	فیصد مکن
(۴) ایروپسکی	۶۱	فیصد مکن
(۵) قلی ایسٹریا	۵۰	فیصد مکن
(۶) قلی ایسٹریا	۶۱	فیصد مکن
(۷) ریڈیو ایسٹریا	۶۳	فیصد مکن
(۸) قلی ایسٹریا	۷۳	فیصد مکن

(داس ایسٹریا، پبلک، ۱۹۵۹ء)

سہارا اور دریا کی حیثیت قذا کے لئے بڑھتی ہے اور اسی طرح
تعمیرات کے ساتھ ہی تعمیرات کی ضرورتوں کو دیکھنا پڑتا ہے جس میں اس کے جو
اہم کردار، ان کے لئے، وہ کام، جو تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
قصد ہے، ان کے لئے، وہ کام، جو تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
آپ کو دیکھنے کے لئے، وہ کام، جو تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
دوسرے جہات سے، وہ کام، جو تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا

تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا
تعمیرات کی حیثیت پر بھی مہموں کا

پچاس سال کا عمر گزر چکا ملک کی آزادی سے پہلے ہی برصغیر میں لڑے دار لڑیں، ملک کی
 بیاہ رنجی جس نے طویل مدت صبر بے طائے اور باخوداہام اقدار تک پہنچنے میں
 کامیاب ہوئے۔ قتلہ کوکاسوں نے صرف کسب مال کا مسئلہ نہیں بلکہ ایسا ہی مولیٰ فکر
 اور مذہب و عزائم کو کامیابی کی منزں تک پہنچانے کے لیے نبیوں کے فی مشورہ بندی کی ہے
 اور جبکہ برائی کے ساتھ میرٹوں میں طرح پر وہ نیا منزل کی طرف دہاں دہاں ہے۔

مسلمانوں کے حکومت اقدار کا ایک طویل عہد پایا، اگر وہ اس مدت میں
 انصافی نہ مٹانے اور بڑا ہوں میں کے سم رسیدہ انسانوں کو اپنے ساتھ لے کر پیش
 کرے نہ آخرت میں تو ہر پائے ہی دیا جس بھی اس طویل و عریض مدت کے بیچ وار
 ہوتے۔ بلا حرم نے اپنی عظمت کی سزا پائی اور جو لوگ تحت قتلہ کی رحمت تھے وہ تختہ
 دار کی ریخت بنے، ملک آزاد ہوا اور تقسیم ملک کی وجہ سے ایک طرف ان کا جو امت مسلمہ کے
 سرے گذر گئے، لیکن مجبوری غلام کے تحت ہم اس ملک کے قتلہ اور میں حصہ دار تھے، ہمیں
 اپنی قوم کو سنبھالنے اور دوسرے بھانجے ملک کا دھریا پہنچانے کے وسیع مواقع حاصل
 تھے۔ وہ وقت تھا کہ مسلمان اس ملک کے مستضعفین کو اپنے ساتھ لے کر ان کی پادری
 کرنے، ان کو ظلم کے قبضے سے نکالنے کاوشیں کرتے اور ان کے دکھ درد کو پہنچنے کی کوشش
 کرتے، اس سے دوسرے فوائد حاصل ہوتے، ایک طرف اسلام کی دولت و اشاعت کی
 روح نکلتی اور وہ کام انجام پاتا جس کام کے لئے یہ امت مبعوث ہوئی ہے اور دوسری طرف
 مسلمانوں کو سیاسی و دینی اعتبار سے طاقت حاصل ہوتی، اگر وہ پادشاہ ہوتے تو پادشاہ کر
 ہوتے، اس ملک میں کوئی حیلہ شاید اس کی مرضی اور مشائے خلاف نہیں ہوتا، لیکن انہوں
 کو ہم نے اس جانب کوئی توجہ نہیں دی، بلکہ ہم نے بھی ان کو اچھوت اورا ساتیت کا ایک
 گمراہ راستہ اختیار کیا۔

آج صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی سیاسی وزن ہے اور نہ مالی مقام نہ
 تعلیم میں ان کی حیثیت نمایاں ہے اور معیشت میں مسلمانوں کی شہرت گروہ دہن پایہ دور
 بنیاد پرست مشہور کر کے اس مقام پر پہنچا دیا گیا ہے کہ وہ ایک گھٹلی قدرت تو نہیں گئے ہیں۔

لیکن ان سے حرف نہ کھاتے ہیں۔ جو یہ کہیں کہ انھیں مکر میں یا میں اس سے بچے نہیں تو ذرا الگ بھی ہوں۔ پہلی ذاتوں کی جو قیاد میں ادھر چند سالوں میں ابھری ہیں۔ برصغور نے ان کو انھیں غایب نام کیا ہے کہ وہ ہزار میں یا ان کے درمیان کا اشتباہ برپا کر رہا ہے کہ وہ بکھر کے رہ گئے ہیں اور جب کوئی طاقت بکھر جاتی ہے تو اس کو اپنے ساتھ جذب کر لیا اور پھر ان کا کام نہ کر سکتا انسان ہو جاتا ہے۔ (لو پر سار پاد، کشی رام سنگھ اور رام داس پر سوال وغیرہ اس کی واضح مثال ہے۔)

آج بھی مسلمانوں کے لئے صحیح راہ یہی ہے کہ پوری نیک جتنی کے ساتھ وہ بچے کچھ لوگوں کو اپنے ساتھ لیں، ان کو غم سے نجات دلائے، جدوجہد کریں اور سیاسی مفادات اور اقتدار کی حرص کرنے کے بجائے اس قسط کو اگلاں کی اشد عت و حفاظت کے لئے استعمال کریں۔ اس کے بغیر اہل سے لے کر اس ملک میں اپنے ہی وجود کو اپنی رہنمائی اور ہوا ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لے گئے تو انصار یروہیوں کے اختصار کا شکار تھے، مسلمانوں کا قافلہ حسبِ رسم کی سرور میں پہنچا اور وہاں کی عوام نے حیرت مانی جب انہیں اہل اس کا کارواں ایران پہنچا تو اس نے یہی کہا کہ ہم تم کو انسانوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں داخل کرنے آئے ہیں۔ جب بادشاہ کے تاج کی قیمت لاکھوں ڈالر ہوتی تھی اور عرب کسان گراں پادینکوں کے خوف سے پیراؤں پادینکات کی پناہ لینے پر مجبور تھے، ان حالات میں مسلمان ایک بھارت و ہندو قوم کی حیثیت سے ان ملکوں میں چھپے ہوئے تھے۔ بے جان و مینوں پر قہر کرنے سے زیادہ انھوں نے قلوب کو فتح کرنے کی کوشش کی۔

مسلمانوں کے یہاں ملک میں با عزت مہمان کی رہا یہی ہے کہ وہ مذہب و بھارت و ہند قوم کی حیثیت سے سامنے آئیں اور نقشِ دیوار چھڑا کر اپنے لیے ایک ایسا منصوبہ بنائیں جو دوسرے کی نگاہوں میں متصور کو پہنچا دے اور پھر محض حقیر اور ذلتی مہمانت پریش نظر نہ ہوں۔

حضرت امام رضاؑ نے کہا کہ وہ اپنے منہ پہنچاؤ شکت سے پہلے اس قدر رنج و غم کھائی جس سے اندام ہی سے طرد و مصلحت اس سے ماوراء میں قرار اہل میں چھانے لگے۔ اس نے یہاں سے وہاں کے ملازمین کو اجازت دے کر ان کی منظم ملازمت میں جو نہیں تھی، مبادا میں نہ اپنے اہل و عیال کی تحفہ کے ذریعہ مسلمانوں کو ہتھکان پہنچانے کی کوشش کی۔ یہاں سے وہاں پہنچ کر وہاں کے پادشاہ کے دربار میں چلے گئے اور چیر کو حاضر میں کھڑے ہوئے۔ تھے تو پادشاہ نے یہی خطاب کیا کہ جنت محمدی سے پہلے ہی مراد ان میں سے جس کا چہرہ خوبصورت ہے، وہ مراد ہے۔

یہی صورت حال تھیں ایسا دیکھ کر اس نے ساتھ پیش آئی تھی حضرت نور علی علیہ السلام نے اس کی ہمت کو بڑھا دیا اور فرمایا کہ تم میری خدمت میں آ جاؤ میں تم کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ حضرت نور علی علیہ السلام نے اس کی ہمت کو بڑھا دیا اور فرمایا کہ تم میری خدمت میں آ جاؤ میں تم کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔

[illegible]

اللہ کے دو پیام پر ان کا ایسا بغض ہے کہ کوئی پڑاؤ کی مری و خنہ کے بغیر حرکت نہیں کر پاتا۔ مکمل قرآن کی اصطلاح میں اس ملک کے مظلوم ہیں جن کا مادی مزاج بھی ہے کہ جب تک حالات کے ہاتھوں بھروسہ ہو جائے، بدل و اصلاح اور چال کے ساتھ سر خمیدہ نہیں ہوتے۔

دوسرا طبقہ "دست" کا ہے۔ یہ بھی لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن میں "ما زل قوم" کی تعبیر آئی ہے کہ لوگ انہیں شیخ، گنوار اور کم تر خیال کیا کرتے تھے۔ بعدِ دستوں میں یہ قوم ہزاروں سال سے علم و چور کی جنگ میں بھی جلدی ہے اور انتہائی غیر انسانی رویہ کا شکار ہے۔ اسے جب کہ سیاسی مصلحتوں کے تحت کسی قدر ان کی آؤ بگٹ ہو رہی ہے، انہیں تحفظات دیے جا رہے ہیں، دیکھنے کے موقع پر انہیں جانے کی کوشش کی جاتی ہے، پھر بھی ساری زندگی میں وہ ایک ذلت و محنت قوم کا مقام حاصل کرے میں ناکام ہیں، مگر وہ گھر سے گھر باہر نکلیں تو اس پانی کو بھیجک لیا جاتا ہے، وہ کسی پرہیزگار کے دروازے پر جھک کر کھانسی سکتے، اس ملک میں اعلیٰ ترین انسانی قابلیت رکھنے کے باوجود ملک میں ان کا نام ملک کے دوزخِ اعظم نہیں بن سکے، کیوں کہ وہ اچھوت قوم سے تعلق رکھتے تھے، بعدِ قوم میں عقیدہ کے وجہ سے یہ تصور موجود ہے کہ یہ لوگ خدا کے پاؤں سے بیڑ، کتے گئے ہیں اور ان کا کام ہی اور انہی ذات کے لوگوں کی خدمت ہے، اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ چل کر آپ بہت سی فقیر اور بچے ہیں، اس نے میں آپ کو فلاں سہولت دے رہا ہوں تو ہنسے کہ یہ بھائے خود کس وجہ سے وہاں اور اتنا میراث ہے؟

جو لوگ مظلوم و بے کچل اور دیارے ہوئے ہوں ان کی مدد کرنا مسلمانوں کے لئے صرف سیاسی مصلحت نہیں بلکہ یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان لوگوں کے واسطے نہیں

لڑتے جو مستحب ہیں، مرد و عورتیں اور بچے (نساء: ۷۵)

قرآن نے یہاں مظلوموں کے لئے "مستضعفین" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

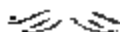
لوگ جن کو دبا دیا گیا ہے، اگر یہ کہا جا کہ رات بھی اس ملک کے "مستضعفین" ہیں،

یہ ہے اور انھیں سنا گیا تھا کہ یہی حیا ہے مگر وہ چھوٹ میں ہی رہی
 باقی کے سب اور قوی واروں میں تھانوں اور "تے" اور میں کوئی نسبت نہیں اور
 میں اس چلنے والے کے ساتھ بیٹے میں کا سہا ہے جو فالتے میں نے قلعہ دھک میں ساتھ
 بقیہ کے ساتھ میں ہوا۔ مگر شاہ نہیں دے تو، اور دھک کر رہا۔ ہوتے جو لوگ میں
 ملک میں مسلمانوں کے خلاف قرار دے رہے ہیں، ان کے ساتھ یہ بھی کہہ
 یہ، اور اس کی کو چاہتھی اور نہ کہہ سکتے ہیں، مگر میں تو یہ کہہ سکتی ہوں
 کے ساتھ رہنے کے ساتھ رہنے میں کہہ سکتا ہے اور یہ

[illegible]

جانی پہ بھی دستِ طبقہ سے اپنے دستورِ کارِ نامہ روپی سے مسلحانہ جوش و دم سے مواقع پر ایسی تقریبیں رکھیں، جن میں انہیں دعوایہ شادی یا دوسرے مواقع پر انہیں حقے، میاں، سسماوت کے رپر، انڈیا، سکوپوں میں نہیں داخلے دیا کریں اور جو مجلس ہو ان کے ساتھ رہتے کر پناہ و دعوتوں میں ان کے ساتھ کھائیں، بیسے، بان، پھنڈی، لیکن چچا، ملکہ کہ نہ مخاطب کریں، ایسے حالات کے سامنے ان کے خطاب نہ کریں، ان کا ذکر نہ کریں جس سے یہ میل، جھنجھیری دامن ہو مواقع، موقع اسلام کی مہمات کی فلاحوں کے سامنے رہیں، اگر ہمارے دوروں کے ساتھ دست کرئیں تو ان شاء اللہ وہ چند روز بہت ساں

سے نہ تھکے آپ کی طرف سے جب دعا پڑھے، اللہ ہی تو ہے، اسے کیا بات چاہے۔
 لئے جدا جدا دینی دینی ہے۔ اس کے سوا کسی دینی میں نہیں ہے۔ لے کافی ہے۔ اس کے
 سے۔ اس کے اسم سے دعا کی جیسے کہ دعا میں نہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ ہی تو ہے تو یہ ہے
 کا ہے۔ اس میں صرف دعا ہے۔ اس میں اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔
 ، اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔
 اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں دعا ہے۔



نہ تھا۔ یہ سچا شہداء محمد مجسمہ نبی کا احساس ہوئے لگتا تھا۔ ۹۹۸ء میں وہ
 شارجہ چلا گیا۔ مسلمانوں میں بھی اس کا دلی مستحضر رہتا تھا۔ احمد ہمبر
 ۹۹۸ء کو کہ وہ شارجہ میں رہا تو اس سے گزرا ہوا تھا۔ اس نے جس کے
 دن آئیں مسجد میں ہونے والے وقت کے الفاظ سے اور اس نے محسوس کیا
 کہ یہ ایک باطنی مختلف اہمیت کی تقریر ہے۔ اقدار کا ہے پیام نے
 اس کے دل میں انقلاب برپا کر دیا اور جب اس کے مسلسل دھندلنے
 شروع کئے تو اس کے کھولنے کا بیج پڑ گیا، اللہ و اللہ اللہ تعالیٰ نے اسے راہ
 راستہ دکھا دی اور اس نے کمر بستی و ترک کر کے سیدھا راستہ اختیار کر لیا
 جبہ جب شیخ پر مارے اسلام قبول کر لیا تو اس کے خاندان والوں نے
 چونکہ آدھیں نہیں لے کر رکھی ہیں، اسے خاندان سے خارج کر دیا۔ مگر
 اس کے باوجود شیخ پر سادگی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے خاندان والوں
 کو بھی راہ راست دکھائے۔ شیخ پر سادگی کہتا ہے کہ اڈا بلی اور اسٹاکسٹنٹ
 نے باری مسجد کی شہادت کی کارروائی کی قیادت کی تھی ہر شہادت نے
 دونوں پر اس اور پی۔ پی ایچ نے پی جے پی، آرمیس ایس اور بیکنگ دل
 کا دین سے سادہ بارگاہ بھی تھی۔ اسے وہ ہے کہ اس دن اسٹاکسٹنٹ نے
 فوجی جو بیٹا رہا لیکن رکھا تھا اور بیات و سے رہے تھے۔ اسے یہ بھی یاد
 ہے کہ باری مسجد کی شہادت کے بعد انہوں نے نہیں آج کے مسلمانوں
 میں جائزہ لینے شری رام کے خمرے لگائے تھے لیکن اب قرآن پاک
 کی سادہ سہمی مفتا کر لینے کے بعد وہ ایک چار اسلامی مسخ بننے کا
 حوالہ دیتا کہ مگر لوگوں کو راہ راست پر لائے، اللہ تعالیٰ اس کا ہر وہ
 پھر انوکھا اور جن ہاتھوں نے باری مسجد کو شہید کیا تھا وہی اس کی دوبارہ
 تعمیر کریں گے۔

خبر بہر صواب توقع اور حیرت انگیز خطر آتی ہے لیکن جو لوگ اسلام کی تاریخ سے

آگاہ ہیں اور مسلمانوں کے خصوصیت سے اسلام کی دولت و ثناء میں اتنا حصہ بھی نہیں
اس لئے یہ بولی ہی کہ: "عجب حیران کن ہے!"

فقیر اسلام نے جب کہ اس صدارت کو حیدر ملنے کی تو قریباً ۱۰۰ سال سے
کے ساتھ کسی کی مخالفت کی؟ پھر پھر یہ کہ یہ ملک میں کوئی ہی نہیں دیکھیں
صدر بیہوش میں لفظ برسرِ پست کے دب کر ملنے فرما رہے ہیں اور اسے دہرائے
ایسے، اسلام کو سمجھتے اور مسلمانوں کے ماحول کو جاننے کا جو مصلح و امام یا ماس سے صدر
میں مسلمانوں کی ظاہری قسمت کو اسلام کی فتح ہمیں میں تبدیل ہو رہی ہے جس لوگوں کو
کے رویہ مسخر کرنا ممکن نہیں تھا، صدی تیسری کی فتح مسیح نے اس کو اپنا گرویدہ و غلام
کے نام بنایا۔

عرب کے پڑوس میں جو کتنی تھیں ان میں سب سے بڑی طاقت ایران تھی جو
مشرکانہ عقائد کی ممانعت نہ تھی اور اس کے اسلامی مخالفت اور مسلمانوں کی عداوت
موجود ان کا تھی جس کی بدولت اسلام کی کشتی کی تھیں کہ نہ صرف اہل ایران سے اسلام
قبول کیا بلکہ ایرانیان کا ملو ہے جس نے عموماً اسلامی کی تہ و تدوین اور خلافت کا
فریضہ انجام دیا۔ یہاں سے اس کے بعد یہ مختلف تہذیبوں نے جو پارسی دنیا میں علوم اسلامی کی
سب سے مستند و معتبر تہذیب تھیں اور ان کے حاشے و حوا میں بھی سر
اختراہ تھیں

اس بارے میں سب سے دیکھتا رہی و فتوحات عربوں نے قبول و عام کیا و انہ ہے۔
یہ ایسی اچھی قوم تھی کہ جیسے انہاں کے ملکر رہیں اور وہ ان کا دائرہ رحمتا ہے وہی طرح
اس نام نے انہاں کو روک دیتے ہوئے اپنے تمام آگے بڑھائے اور انہاں کو اس کا
پامال نہ کیا کہ وہ ان کے خلاف نہ ہو، اس سے اس کے بعد کی لاکھوں انسانوں کا تہذیبی
اور بعد ازاں جیسے شاد و آباد اور باروں میں رہا۔ میں تبدیل ہو کر رہ گیا، یہاں تک کہ خود
صدیق المسلمین معصوم باہر طرف کے تھے، اور انہیں طاقتور اور پادشاهوں کی قوتوں سے
انہاں کو قائم کر دیا گیا، پھر انہاں نے انہاں کے نام کا روٹ کیا اور دیکھتے ہی

تجارت میں شہر شہر میں بھی جہاز مسلمانوں پر قابضی قائم کرنے کی کوششیں ہوتی ہیں اور
مظاہرہ سے جانیں بچاؤ کے لئے خود گھر بھی تحفظ کے نکل رہے ہیں۔ ان کی بھارت کر رہے ہیں
میں سے وہ ان کے لئے تحفظ دے رہے ہیں۔ شہر شہر اور مسلمانوں کی حیرت انگیز قیام بھی
مستمر بھی ہو رہے ہیں۔

نہیں تادم میں اس سے۔ دودھ غیر متولع اور ناقابل فاسد کی شایہ کی کوئی واقعہ پیش
آتا۔ ہر اسلامی حکومت کے اس عظیمہ فائز نے اسلام کے ہاں کس عظمت کماں نور میں
نور سلطنت کو زیر کر کے بعد اپنی فکر و فکر اور لہر نگاہی سلطنت انعام نے حوالہ
دی۔ دیگر ظالم سے چار بیانی کی ابتدا انکے گفتیں قاصر ہوئیں مایہ رک صوفی کے نور
پوری قوم واسطہ سے عورت تھی۔ میں میں سب سے نچسپ اور غیر متبرقعہ اقتدار
تجدید ظالم (۱۳۲۳ء) نے قتل و اسلام کا سے میر کا شعر کا ولی محمد شہزادہ کا کہنا
جاتا ہے کہ ایک سال دو حکمران سے نے تھک و کلاؤ میں کسی اور سے دے کی محاسن تھی
حکام سے شیخ علی الدین ناں بزمگاہ فائز اپنے رفقاء کے ساتھ اس موصوفہ میں
آگے۔ شیخ دوسنے نے ان میں ان سبوں کو حشویہ کہہ کر طلب کیا، شیخ کو دے ساتھ اس
کا شکار ہی ما بھی تھا۔ سب سے کئے کی طرف اشارہ کر دے ہوئے شیخ سے پوچھ کہ تم بہتر
کو یہ بہتر ہے؟ شیخ نے جواب دیا کہ میں ایمان کے ساتھ دیا سے گیا تو میں بہتر ہوں
و۔ بہتر شیخ کا یہ جواب تیری طرح یا شاید اس میں کچھ بھی اور شک کر دے والا خود
شکار ہو گیا۔

اس نے جو چاہا کہ جان کیا چیز ہے؟ شیخؒ نے نہایت ہی دل نشیں ہر وہیہ کہیں جیسا
کی حقیقت بھائی اور دل سے جواب ٹکوں ہے اثر رکھتی ہے ”کے مسدوق تعلق پر شیخؒ کی
بات کا گہرا اثر ہوا، اس نے خواہش کی کہ جب اس کی تخت نشینی مل میں آجائے تو وہ اس
کے پاس آئیں اور اس جلسے میں گفتگو کریں، اس واقعہ پر ایک مرموزہ گندہ کیا جہاں تک گفت
یاد پڑے اور ان کی وقت کا وقت ”چو چو“ اپنی موت کے قریب شیخؒ نے اپنے
حاضر سے شیخؒ رشید الدین سے مراد یا کہ وقت ”نے کا کہ تعلق یہ دور تخت شاہی پر حاکم ہوا کہ

اس وقت تم ان کے پاس جاؤ اور انہوں نے مجھ کو جو نصیحتیں دوائیں۔ یاد رکھو کہ میں نے ان سے
 پہلا پیش کرنا، اہل حق کے بادشاہ کے لئے اور شیخ رشید الدین سے بادشاہ سے ملاقات کی
 بڑی کوشش کی، لیکن مسلمان اس وقت اپنے حقیر اور بے اثر ہونے کے باعث مجھ کو کسی
 طور پر ایوان شاهی تک رسائی حاصل نہیں ہو پاتی تھی، آخر شیخ رشید الدین نے مجھ کے لئے
 ایک اچھی تدبیر سوچی اور نیک دن شہر ہی خیرے سے سامنے ٹھیکہ کھڑا کر دیا۔ ان دنوں
 شروع کر دی، بادشاہ کی بیٹھک میں حاضر ہوا اور اس نے مجھ سے کہا کہ: "شیخ رشید الدین، بادشاہ
 تمہارا شیخ آئے اور انہوں نے اپنے والد کا جنازہ منہ پر لپکا، بادشاہ کو بتایا کہ وہ دھرم کا
 نور رکھتا ہے۔ پھر مسلمان ہو گیا، پھر اس نے اپنی مہ پانچویں سالہ بیٹی کو اس طرح
 چنگیز کی عظمت کا دھندہ بنو چنگیز کے بیٹے چنگیزی کی اول سے روبرو کیا تو پھر اس کا پورا
 مسلمان ہو گیا، بادشاہ نے اس کو شہر کا جہیز دینا ہے۔"

سے عیاں ہو رہی تھیں تاکہ ان کے ہمسائے

میں گیا پاس سے کہہ کر کہہ کر

کہہ اسلام میں شخصوں کو جان نثار اور خون آشاموں کو پتلا فدا کا بیڑا نے نہ
 صلاحیت پہنچائی، وہ اب بھی ہے اور شیخ پر شاد کا اسلام قبول کر کے اس کی ایک چھٹی
 جگہ مثال ہے۔

مجبوریت سے بغیر مذہبی رسوائی کا حرج نہ کیا، اسلام کے ابتدائی دور
 میں مسلمانوں کا سابقہ ای قوموں سے رہا جو کلمہ حق سننے کے بھی رد و کار تھے اور جب
 کوئی شخص یا قوم کسی بات کو سننے کو تیار نہ ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا اس سے ساتھ ہونا انہوں
 دعوت کا قبول کرنا مستلزم ہوتا ہے۔ آج بھی دین حق کی دعوت کے مواقع پہلے سے کس
 بڑھ کر ہیں لیکن غمناک کہ ہم میں آج شیخ رحمان الدین اور شیخ رشید الدین موجود ہیں۔
 یہ بھی شبہ کی آغوش سے سوچنا شروع ہوتا ہے کہ وہ جب جہاد دینے والے تھے تو دین کو بھلا کر
 رکھ دیتی ہے تو دعوت کی گھنٹا کی بجائے پر غار ہوتی ہیں۔ اسی طرح جب کسی قوم میں اسلام
 کی مخالفت اور مسلمانوں کی بددعوت اپنے شباب پر پہنچ جاتی ہے تو دعوت کے شعلے

پہلی طرح بھڑک اٹتے ہیں تو اسی عادت و عریکی سے محبت و محبت کا طعن ہوتا ہے اور غرت کی ۔ کس سے ایمان کے جیسے چوستے ہیں اس سے ۔ بیوی کی نہیں بدخواہی ۔ اعتبار کی ضرورت ہے کہ ہم اپنا جو رویہ ہیں ” کیا ہم سے میرے سب کی حیثیت سے یہ عرضہ لانا ہے ؟

کاش ” اکتے کی پٹنگری حقائق کے مقابلے سے ہم میں بھی ہونا چاہیے جس سے انداز ہوتا ہے !

(۲۲ جنوری ۱۹۷۰ء)

سارے نے انکار کر دیا۔ یہ اور حکم ہے جس پر اب وقت کی لڑائی کا حق ملنا ہیستہ سے ہائی کے بعد حضرت جبریلؑ سے اور خدا تعالیٰ نے ایک ایک جگہ ۱۱۱ اور سیکھائی سے فرمائی پانچ پانچ دھب سے بھی بدورتوں کے ساتھ میں اپنے آپ کو پائی رکھا ہے اور وہ بظاہر اس کو ابہرہ خود گھور دیا گیا ہے تھا، لکھتے کہ اگر مستقل نہ رہے مجھ پر تو اس سے بھی بدتر ہوگا ہی میں انھیں سبھی اور سیکھ پر وہیں چڑھا جب سے چند بار مسلمان ہی سوتے کے مسائل پانچ سے تھے، بدتر میں نے اس میں لک کا بھی اشتعال کیا اور اس کو دہلی چشم اعتقاد کا سر دے دیا، تاہم سفیر میں کروڑوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں، وہ یقیناً اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس ملک نے بھی لکھی محبت حق کو قبول کرنے میں فکر سے کھڑے نہیں کیا ہے۔

اسلام اور اسلام کے اولین سرور جزیرہ عرب سے ہندوستان کا اندر تعلق رہا ہے عام طور پر یہ دیاں کیا جاتا ہے کہ مسلمان اس ملک میں پنج ایشیہ کے جو ہیں نے اور اس کی اصل جگہیں یوں کی کھود نشان سے بنائے روز میں کو فتح کرنے سے تھی لیکن یہ صحیح نہیں۔ عرب اور افغان مسلمان حکمران یقیناً یہاں روز تعمیر کی راہ سے آئے، لیکن اسلام اس ملک میں سامانی حکمرانوں سے آیا، یہ یقیناً اس نے یہ سفر فرمایا اور اس سے اس کے ذریعہ تھیں، بلکہ انہوں نے اور انھوں نے دے دیے تھے

علامہ سید طبرین مدنی کی تحقیق کے مطابق اسلام سب سے پہلے عرب تاجروں نے اور بعد از یہ عرب کے بعد میں پہنچا اور مسلمان تاجروں سے سرکاری طور پر پہنچا اور بعد میں شرف اسلام ہوا، یہودیوں نے یہ گمراہ شریار کا تھا، گائیڈان ہے کہ وہ عرب سرحد پہنچے کہ کسی طرح خبر اسامہ بن حنیفہ کی بیعت کا علم ہوا اور اس نے باضابطہ پانچا کر کے تھیں حال کے لیے یہ پہنچا اس نے، مگر سراج کی طرف آسمان نے ظاہر کر کے فرستادہ کو دینے پہنچے میں تھی مدت تک تھی کہ وہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں پہنچا اور حضرت عمرؓ سے دعا کے ساتھ شرف حاصل کیا۔

مسلمانوں میں اسلام کی آمد کا وہ ہر راستہ، جزیرہ کا مالک ہے ہے یہاں یہ میر

حق کے یکہ اور ہر گناہ کی جو آتش پر ۲۷۷ھ میں عراق، ہند، چین، یامو ہے

(عرب و سند کے تعلقات ۱۳)

ان تاریخی حقائق سے اندازہ کریں کہ ہندوستان پر فتنہ، چین اور اسیات اسلام کی تیزی کچھ کون سی؟ چنانچہ حضرت علی بن عثمان جویری (۳۶۵ھ) حوہہ کہیں ۱۷۷ھ (۳۷۷ھ) اور غزوہ قطیف ۱۸۷ھ (۳۸۷ھ) جیسے اہل دین اسی ملک میں خیر و برکت ہوئے، شد و چہرہ کی غصیب تر است سحر اور عین آسودہ خوش ہوئے لیکن بد قسمتی سے ہندوستان پر جن مسلمان قبائل کو حکمران کا سونپ ملا وہ عرب نہیں تھے اور ان میں سے اکثر خنراں وہ تھے جن کو امت، محبوب خدا اور مسلمانوں سے ان کا تعلق بہت کمزور اور معمولی تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو تہی حکمرانوں، چھوڑ کر عام طور پر ان مسلمانوں نے اسام کی دولت و شہادت کو تبلیغ و ترویج پر کوئی توجہ نہیں دی اور ایک ایسی سرزمین جو ہدایت کی نشان دہی اور حق کو معمولی سی دکاوش کے ذریعہ مسلمانوں کی طرف دکایا جاسکتا تھا، ایسا نہ ہو کر ویرانی بن گیا، تاریخی شہر، مراکھ میں شاید ہی اس کی کوئی مثال ملے کہ مسلمانوں سے وہاں کم و بیش ایک ہزار سال حکومت کی ہو اور اس کے باوجود اس ملک کا کثرت اسلام کی نعمت سے محروم رہی ہو

ہمارے ملک کا سچوہہ جمہوری نظام بنی بہت ہی کمزور چوں کے باوجود ایک بہت بڑی نعمت ہے اور اس میں دعوت دین کے وسیع و وسیع ہیں، لیکن آج بھی ہم سے کچھ کمزور پرست تم توجہ کی ہے، حالانکہ اس وقت مسلمانوں کے لئے سب سے اہم کام یہ ہے تاریخ میں پیدا جن قوموں کو جنگ کے میدان میں سرحدہ نہیں کیا جا سکا اور ایمان سلامت میں جن پر غلبہ حاصل نہیں ہوا دعوت اسلام سے ان کو فتح کیا اور اسلام سے ان کے دل و دماغ کو اپنا صحیح و فرماں بردار بنایا، اس کی سب سے بڑی مثال خود حیات نبوی ﷺ ہے جس کی تیرہ سالہ زندگی میں مسلمانوں نے والوں کی وہ دستکروں میں تھی، صلح حدیبیہ کے موقع سے جو رفقاء پہلے پہل کے ساتھ تھے ان کی تعداد چھ تھی، اس صلح سے ان وہاں کی فضا راہ کی اور آپ ﷺ کو کا دعوت کی حرب توبہ کا موقع ملا۔ اس کا

توحید۔ ہوا کہ صرف وہی ہی کے بعد: سب کے لئے موقوف ہے آپ کی تشریف لائے تو
 ۱۔ وقت آپ کے تھا، لیکن بعد اوس تر سے بھی مجاہد تھی ورنہ کہہ دے اور اسے معذرت
 ۲۔ اور میں جو سمجھا آپ کی تشریف کے ساتھ تھے ان کا بعد دیکھ لے کہ سے بھی تھا اور تھی عرض
 ۳۔ بھری میں جو تھوڑا چھوڑا تھی صرف چار سال کے عرصہ میں وہ یہ لاکھ سے بھی آئے
 ۴۔ تھی۔ ظاہر ہے یہ وہ تھی۔ یہ اور تھی اس میں ہی کا کرشمہ تھا۔ جس کو وہیں، پورا بعد اور
 خدا کی جبین میں تھی نہیں کیا جا سکا، اس کی موت کے ان کو تمام بے پروا بنایا۔

تھی بھی ہندوستان میں اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے مسائل کا حل مل ہی
 ہے۔ یہ وقت و سب سے اہم کام ہے اور اس میں شیعہ ہیں کہ آج بھی ان کی سست میں
 تھوڑی سی سستی جائے، ہوسٹل کو پانا اور ملے

در کے خاکہ (آج ہے، سب کے لئے

شرط نہیں وفا ہے، سب کے لئے

(۳۰ دسمبر ۱۹۹۸ء)

اس آگ کو بجھائیے!

اگر کسی گھر میں آگ لگ جائے تو آبادی کے تمام لوگ آگ بجھانے اور گھر کو بچانے دوڑ پڑتے ہیں اور ہر شخص اپنی طاقت اور صلاحیت کے مطابق بکڑکتے ہوئے شعلوں کو بجھانے کی کوشش کرتا ہے کوئی ایک ساتھ دو پانی اٹھاتا ہے، کوئی دوسو دلوں لے کر نکلتی جاتا ہے، کوئی گونا گونا گوی پانی ڈال دیتا ہے یہ بھولنے والے اور غریب جوان بوز سے اور مرد و عورت ہر شخص اپنی طاقت سے باوجود نامکمل سے پہچتے چلائے گئے صرف کر دیتا ہے۔ کیوں کہ آگ بجھانی بجلی تو صرف اسی گھر کا نقصان نہیں ہوگا جس گھر میں آگ لگی ہو۔ بند کئے چند دھکے مارے گھر جیسے کے اور پوری جتنی جا کستر کا کر رہ جائے گی۔ آگ ایسی کو چیشم اور عہدہ ہا آگیا سے کہ اس کی مرشد میں من و تو کا کوئی اختیار ہی نہیں، نہ امیر کا خیال کرتی ہے نہ غریب پر رحم رکھتی ہے، نہ طاقت اور حکومت وادوں سے ڈرتی ہے نہ بے قصور علیا اور گزندہ پر سے ترس آتا ہے، ایک بلا بے دریاں ہے جو وہیں سے آج بجا سے جلا کر نکھڑتی ہے۔

اگر وہ پانی سے لبریز ہو اور پیشہ فروش کا خطرہ ہو تو سارے لوگ اکٹھا ہو ہدایت ہیں، اور ہر شخص اپنی طاقت بھر پور کوشش کرے اور پانی کو قلعے کی تدبیر کرتا ہے۔ کیونکہ پانی بھی آگ کی طرح ہے ورنہ وہ بے حس و قیاس ہوتا ہے، کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ خوش رنگ پہلوئیاں ہوں، ہر سے بھرے کھیت ہوں، چرواہے آبادیاں ہوں، آبادی میں مصوم بچے رہتے ہوں، بے زبان جانور ہوں، یہاں ہر ستر مرگ پرچے ہوئے لوگ ہوں، ماس کی جھلم جھلم خیر مچھیں تو وہی چھاندتی، دھڑکی بھاگتی، ہر شے کو غرقاب اور تہ آب کرتی پہنچ جاتی ہیں۔ اسی لئے آگ لگ جائے اور سیلاب آجائے تو ایک دوسرے سے

۔ سر کیا جٹیں بھی ہو تو وہاں کوئی اموشی کر کے اس معصوب کا سد پا۔ کرے سے سے
یک جہت ہو جانے ہیں۔

بناگ اور پاں کی معصیتیں وہ ہیں جو ہمیں ان نقصان پہنچاتی ہیں، جن کی وجہ
سے ہمارے درد و غم، ویرانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، لیکن ایک اور آگ ہے جس
کا نقصان ان نقصان سے بھی زیادہ ہے اور یہ سلاخ ہے جس کی بنا پر ہماری اس سلاخ
سے کہیں زیادہ ہے وہ ہے اہل اور بے حیائی کی آگ جو اہل باطنی میں جنگل کی
آگ کی طرح پھیلنے لگی ہے اور وہ بے فکر ت اور بے فکر ت کا سلاخ ہے جس کی وجہ سے
کوئی بچا اور کچا مکان محفوظ نہیں رہتا لیکن یہ آگ ہے کہ اس آگ اور سید بے نہ بھانے
اور تقاضے کی وجہ سے ہمارے ہر کوئی فکر میں آگ آگ گھر گھر ہو گیا ہے اور یہ سلاخ سلاخ
گردار کی گردنوں کو ہر لمحہ ہر لمحہ لڑتا ہے اور ہمارے لیکن اس پے بے چین ہونے والے دل
میں اس پر رونے والی آنکھیں ہیں۔ اس کے لئے جسٹریٹ آگ والے ہاتھ پاؤں
ہیں نہ ان کے ہر کوئی فکر سے نہ جو انوں میں اس سے مقابلہ کا مزہ۔

نہالی کی طرح میلان انہی فطرت میں موجود ہے، اس کا مقابلہ اس کے بغیر نہیں
کیا جا سکتا کہ جس وقت سے مائی بھول رہی ہے اس وقت سے بلکہ اس سے جو نہ رہی ہو
روئے کی تدوین نہ جائیگا، یہ ہر کا مقررہ عید کی رہت میں تھی عن طعنہ ہے
قرآن کہتا ہے کہ اس محمدیہ کا ایک پیادہ حضرت محمدؐ سے عداوت فریضہ کی وجہ سے
اس کو اقوام عالم میں جبر امت یعنی بہترین انہی کر کے کا لقب یا کیا ہے۔ (آل عمران: ۵۰)
مسلمانوں کے پاس سے ہمارا دشمن فرمایا گیا کہ "وایک دوسرے نے دوست ہیں اور اس
وہی کا حق ہیں مگر اسے ہیں کہ ایک دوسرے کو بھلائی کی دعوت دیتے ہیں اور برائی سے
روکتے ہیں۔" (اسوہ: ۷) اس سے روکنے والوں کو صالحین میں شمار کیا گیا ہے۔ (نہی
مردن: ۳۵) اور ارشاد ہوا کہ "کم سے کم ایک ایسا مرد ہمیشہ ضرور ہمارے ہے جو ہم
طرف دعوت دیتا ہو۔ بھلائی کا حکم دیتا ہو اور برائی سے روکتا ہو، کہ یہی لوگ دراصل
کامیاب ہیں۔" (آل عمران: ۷۵)

تم میں سے کبھی پر بھی غور مجھے کہ بھلائی و مہربانی اور اپنی کوشش کے نتیجے میں
 ہے، حروف نے جس میں کئی کام سے آں جو ان کو اس میں سرور و شہر ہو اور اس کا
 چلن قائم ہو گیا ہو، ان کے مقابل میں مگر کا خط ہے حتیٰ کہ اس سے جو بے پیر ہے
 ، مانوں ہو کہ جسے چھٹا آتی ہو اس میں اس 'صفت کی طرف اشارہ دے کہ اس
 میں تیسوں کا واسطی ہے، وہ نایاب کام و جہاں مشہور عمل ہو اور اپنی دولت میں مانا
 ہو یا پھر ہے کہ وہ ان کو نہ لئے اچھے بنایا عت پر اس کا معمول مگر یہ بات پیش
 جاتی ہو

از جہر سے کئی محنت ملنے کی اہمیت کا ادا ہوتا ہے۔ اس قدر سے کئی
 بڑی تا کید کرنا، اور فرما، تم میں سے کوئی شخص اس بڑی اپنی کہو نیسے تو اسے دیکھ سے
 روکنے کی کوشش کرے۔ اس کی طر سے نہ ہو زبان سے نہ اس میں کئی محنت
 ہو تو اس سے اور یہاں ان کا کام سے ملتا ہے۔ علم حدیث سے ملتا ہے اس سے وہ اسے کا
 مطلب وہ ہو سکتا ہے ایک پر کس سے اس پر کراہت محنت سے دوسرے پر کراہت
 میں اس باب کا لازمہ رکھے کہ جب اس قدرت حاصل ہوئی وہ اس میں کئی اور دے
 کوشش کرے گا، دیکھ سے کہنے کا مشاء و پیہ اور کچھ اور ان کی کہ اسے وہ اپ
 اثر و رسوخ اور اسطو دیا کہ اس میں کئی محنت اس میں دلیلیں ہیں جیسے اس سے
 مسائل میں ہے رسوخ اور اچھی طبیعت کو کہ اس میں لانا ہے اس اور اس کے رسول سے اس کا
 سے اس میں اس سے بڑھ کر کئی اور اس کی قوت مستعار کرنا چاہیے

اس صورت حال یہ ہے کہ میں چوں کہ برفانی اور مگر ہو تا متفق علیہ سے اور میں کی
 شریعت میں کو اس میں کئی محنت اس میں کئی محنت اس میں کئی محنت اس میں کئی محنت
 سے کام لے ہیں اس سے اس کو خدا اب ہو گا کہ اس کا جانا رام سے ملنا ہی یاد میں صرف
 ہو کر کئی اور دے ہو کر کئی اس میں کئی محنت اس میں کئی محنت اس میں کئی محنت
 اس سے کئے اختلا سے آئے کے دلوں کی طرف سے بے حاشا بات حرام سے اور
 دشوت کے حکم میں ہے کہ اس میں چاہے کہ اس کی کام و پر اس سے اس سے اس کی

حسب سبب و نیکی کیا یہ حقیقت میں ہے کہ ناب کے بااثر لوگ جب علانیہ ان برائیوں کا
 اور کتاب کرے ہیں اور اپنی تصوفی شانیں گھٹا رہتے ہیں، سو صرف پارسا طریق زبائیں سنگ
 ہو جاتی ہیں، جیسے ہم خود اس تقریرات میں شریک ہو کر وہ حق مکمل میں مضامین کرے ہیں۔
 ہم خود حراسہ اور تاجپڑا گیارہ کر کے ان لوگوں کی جھڑپ اور عقاب سے معمورہ عقوبت میں
 شریک ہو کر عطا اس برائی کو تھریب چیتے ہیں۔

حدیث میں کہ لئے برائی سے روکنے کو زبایں کا جہاد (جہاد باللسان) قرار دیا گیا
 ہے۔ (مسلم، حدیث نمبر ۱۵۹۹) کیوں کہ نیکی کی دعوت آسان ہے، دوسرے آپ کسی کو تھرا دور
 کی دعوت دینے والے کو آتے لئے توجہ دلائیں تو اس سے اس سے وقار پر کوئی آنی نہیں
 آتی، نہ اس سے کسی کا وہ نہیں ملتی ہے، فتنے جب کسی انسان کو اس کی برائی پر نوکا
 جائے تو اس سے کسی کا عروج ہوتا ہے، وہ اسے اپنی توجہیں لگاتا ہے اور اپنی کوتاہی
 کا اعتراف کرنے کے بجائے وہ بے جا دلائل کا اظہار کرتا ہے، اس لئے حضرت عداۃ
 بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یہ بہت بڑا گناہ ہے (کبر لغیر) ہے کہ کسی سے کہا
 جائے کہ تم غلط سے غور کرو، جواب میں کہے ہم اپنی فکر کرو، عینک نفسک۔

(مجمع الزوائد، ۱۰: ۷۷۱)

جو چیز برائی پر فتنے اور اس سے روکنے میں رکاوٹ بنتی ہے، وہ خبیثی طور پر وہ
 چیز ایک دنیا کی محبت، دوسرے اہل ثروت و اہل اقتدار کا خوف، وہی لئے مسور
 نے فرمایا جب تم میں دنیا کی محبت گھر کر لے گی تو تم نہ نیکی کا عہد دے اور نہ برائی سے
 روکو گے، اور نہ اللہ کے راستے میں جہاد کرو گے۔ (مجمع الزوائد، ۱۰: ۷۷۱) اور حضرت ابو سعید
 خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غلبہ، بے کے لئے کڑے ہوئے اور ارشاد
 فرمایا خبردار! کسی شخص کو لوگوں کی بہت حق جاننے کے باوجود حق کہنے سے پتہ نہ لگے۔
 (ترمذی، حدیث نمبر ۳۰۰۸) یہی اہل بہت کے دبا رہ رہتی کی علامت ہے کہ اس میں برائی پر
 فتنے کی نذر باقی ہے ہیں، حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ اس وجہ کے
 اقبال کی علامت یہ ہے کہ تمام مسلمانوں میں دین کا ظہر ہو، اس میں ایک دوسرے کو

ہو تو وہ اپنے کمرے میں بیٹھ جائے اور اس میں سے اپنی ملاصقہ سے کہہ سناؤ کہ
 تمہارے پاس جو چاہیے اس کا ایک ٹکڑا اس دین پر کام ہوں۔ وہ سنا تو لیکن کچھ نہ فرمایا
 اور بات نہ کر لی تو محسوس غم میں یہاں تک کہ کھانا یہ شرب پانی جائے ہدایت صورت تو سر
 سے گدردے تو اس کے ایک شخص اس کی طرف گھبراہٹ اور دہشتی غلام اس طرف سے
 کہ جسے نہی مادہ یہ تو کی دہشتا ترسوں سے جتنی راہ چاہوں وہیں جو شخص یہ کہے کہ تم
 سے اس کو اس دین کے پیچھے کر لیا ہوتا وہ اس میں دین میں دینے ہی ہوگا جسے تم اس
 کو بخود دینا اس میں جو ایک کی طرف جائے و نہائی سے مدد کے اس کے لئے جیسے پچھلے
 آدمیوں کے یہ انداز ہوگا جس سے مجھ کو کھانا میری اداغت کی مجھ پر ایمان نہ ہو
 کہ سے ہاتھوں پر بیٹھ ہوا ہو۔ (مجموعہ آثار، ج ۲، ص ۲۴۴) ان کے پاس کو دیکھتے ہوئے
 حیاں گدردے کے ساتھ اب وہ وقت قریب کیا ہے۔

ہاں سے۔ دو کئے کا گناہ صرف آخرت سے متعلق نہیں ہے، جس سے نیا سے بھی
 متعلق ہے وکیل اللہ ﷺ سے فرمایا کہ جب ارگ نظام تو دیکھیں وہ ظلم سے نہ آئیں تو
 اخذ حافی کا خطاب ہو کر پکڑا ہوگا کہ جس تو میں نہ دیا جاوے گا کہ جو لوگ اس سے در
 کر سے یہ کہہ ہوں پھر بھی وہ اسے دور نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ کا خدا جان سب
 اپنی پھر میں لے لے۔ (ابواب، ص ۲۵۸، ص ۲۵۸، ص ۲۵۸) رسول اللہ ﷺ
 نے قیامت کے قریب ایک لشکر کے زمین میں حساسیتے جانے کا ذکر کیا، حضرت اسط
 بنی اللہ جہاں سے عرض کیا شاید میں اسے لوگ بھی ہوں جنہیں نہ دقتی ملے گی؟ آپ ﷺ
 نے فرمایا کہ دنیا کے خلاف میں تو سب میں ہوں گے، آخرت میں جو اس کے اعتبار سے
 مطالبہ نہ کیا ہو وہ میرا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا نبی اسرائیل میں اس
 طرح برائی کا آغاز ہو کہ ایک شخص دوسرے کو اس برائی پر پکارتا وہ کہتا کہ یہ حال نہیں ہو
 کل ہو کر اسی کا ہم ہوا۔ ہم یہاں اور ہم اللہ میں جانا، چنانچہ نبی جبریل علیہ السلام اس پر
 نہ رہا لیکن اسے کایا عث ہوئی۔ (ابواب، ص ۲۵۸، ص ۲۵۸) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ

کچھ لوگوں نے کہا: یہ وجہ ہے چوہ کی قوس یہ سہراب حال نہیں رہے۔ بلکہ وہ کچھ ٹوٹ گیا۔ مگر تیرا اقرار کرتے نہ رہتے۔ باوجود اس پر حاشیہ اقتدار میں ہے۔ وہ چرچہ و تعلق کی طرف سے محسوس ہوا۔ اس کی بلاست کا فیصلہ ہوتا ہے۔ لہذا وہ جیسے بلاں لگتا ہے۔

ہلالک الخمامہ والخاصہ (جمع مکرر) ۲۶۸

ضروری ہے کہ تاج کا خمیر رنگہ ہو۔ وہ برائی سے ایسی ہی نفرت کرتا ہو جیسے انسان گند کی سے نفرت کرتا ہے۔ سماج میں جب کوئی برائی ہو تو کسی زبان میں جہاں پر تو کئے کے لئے آمادہ ہوں۔ جب ایک دم ظلم کرے تو سبکدوش ہوں۔ اس ظلم کو روکنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ جب کوئی عداوت کی کرے تو کتنی ہی عصبانیت اور کڑواہٹ اس سے ہم صلیہ پست و درجہ قدامت و رمانی پر اسل کو اپنی کاروائی سے نرا واپس لے کر اپنے پہلو پر جب کوئی ظلم ہو تو اچھے لوگ محسوس ہو کر یہ قلم حاسم کی پر ہوتا ہے۔ جب یہ کسی آدمی کو قتل ہوتے دیکھتے تو اسے حیاں ہو کر یہ عزت و روائی بھڑک اٹھتی ہے۔ لیکن سچی ہے۔ براہوں کے بارے میں جب شک و شبہ نہ ہو۔ یہ وہ اللہ کی راست انہوں کے دین میں نہ سواؤ نہ اسے خوف ہے۔ ہرے سے سمجھ رہا ہوں اس وقت تک براہوں نے اس پر اب کو قہاسا ہے۔ حیاں اس آگ کو بھانا اور بد اخلاقی کی منہ آنہ کی گور دکن

ملکی نہ ہو گا

۔ اور اب تبلیغی جہد عت بھی

دہلی کے جنوب میں راجپوت غوسلموں کی ایک قدیم آبادی تھی۔ یہ میرپور سے تھوڑی اور اسی مسافت سے یہ طاق سیوات کہلاتا تھا، شجاعت و بہادری اور جنگ جوا۔ معاہدات متورخان کے ملک اوریشہ میں سرحد تھی، مسلمانوں کے عہد حکومت میں دارالسلطنت دہلی پر آئے دن ان کی طرف سے لوٹ۔ بدلتی رہتی تھی، اور حکومتوں کو گاہے گاہے ان کی سرکوبی کے لئے مضبوطی بخشی گئی، چلتی تھی، غالباً اسی وحشت و بہاست کی وجہ سے یہ ملک فرعونوں کے زور و کرم و دھوکہ، ایمان و کفر کے دو پہلوں کے مابین تھا۔ حیدرآباد کے مشہور شہر است ان کے مسلمان ہونے کی پہچان تھی، نو دوسرے دہلی، جہم تھی اور دہلی بھی، دکن جوش و خروش کے شہر تھے، وہ دہلی کے شہریوں کے لئے تاریخیت سے اور برکس اور قومی دونوں کے مشترک سے دم کا جہاد دیتے، دہلی کے مردوں کا عام خیال تھا، اس کے بعد یہ ان کی تادیبوں میں خال خال ہوتی تھیں، وہ بھی نماز عرس کے لئے سرخیز ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس طبع کی اصلاح کا ایک عجیبی نظام بچھا، فرمایا کہ سنی فقہاء الدین دہلی میں (جو اس زمانہ میں گویا سیوات کی سرحد تھی) ایک بزرگ مولانا محمد ساجد قیوم نے یہ روئے، انہوں نے سب بھلائے اور ٹھکرائے، ان کے علاقہ کو اپنی کوششوں کی تابعدار کیا، وہ نبیوں نے یہی ایک کھب کا کام کیا، وہاں میرا۔ سے دینی مصیبت کے لئے بچوں کو ان کے لئے اور اس علاقہ میں آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا، اس طرح میرپور میں بہت سی چنگاری جل بھی گئی، وہیں سے سوچا کہ بہانہ سے جو ٹھکرائے ہوئے کو گلے لگاتا ہے، وہ اس

مرحوم اس سرشتِ تم کا پتہ نہ مل سکا، یہی جس سرمدیہ ہو گئے گا وہ وہاں نہ مل سکا۔ صاحب نے بعد ان کے دسے ہر روز مولانا محمد صاحب نے ہی کیا۔ دس سالہ اور پندرہ سالہ کے مش کو آتے رہے عیاں محبت کی جو جھڑپوں کی تھی اس کی جزیرہ پھر ہوا۔ مقصود ہو نہیں سکا۔ ۱۲ محمد صاحب کی وفات سے بعد ایک ایسے شخص نے اسی مسجد کو منتقل ہو کر محبت کا سوا کر رکھا۔ جس کے رنگ و ریشہ میں امت کا بیار نایا ہوا تھا۔ جس کا دل دیتا تھا۔ لہذا امت کے سے بڑھا اور پھر کتنا رہتا تھا اور جس کی آنکھیں اسانیت کے فم میں شب و روز نسواں سے ڈھکیا کرتی تھیں۔ اس کی زبان لاف و دھجی، سبکی، ملاجس و بھان کی خبر دیت اور درویش کی ٹھکانہ کی جگہ سے وہ بے وسعہ اور شعلہ کو شمع بنانے کی حدیث کھتی تھی، وہ قہرست بھی مولانا محمد ایساں صاحب کا مددگوئی تھی، جو مولانا محمد کا محل سے جدا جہاں سے باہر نکلتا محمد سے برا اور خور دیتے

وہاں وقتِ مخابہ علوم بہاں پور میں اچھے خاصے کامیاب اور مقبول مدرس تھے، دور برطرس کے با علم سناؤ اور لیکن خدا سے جس کو تمہیں دور و دراز سے لے کر پھانچا ہو وہ کیوں کر اس سے جھڑپ سے ملتا رہتا ہے؟ یہ تو تیر کی فکر و ممان کی بے وفائی کا کم سولانا کو بہاؤ پر سے میوات آیا ملاں وقت سوا، کے پاس رہا یہ زندگی کچھ بھی نہ تھا البتہ خدا پر توکل کی مستحضر میں مایہ سادہ غشی بہ دور ہوا یہ بھی ہوتا تھا کہ آپ ناقصی کی لڑائی سے اپنے آپ کو شہد کام فرماتے تھے، میوات میں داری سے لے کر مانی و سانی فراموش رانا تو لاری بات سے ہر گ اپنی بچوں کو نصیحت ملانے کے بھی لگا رہیں تھے، میں حالات میں آپ نے گاؤں گاؤں قلمکات کی تحریک چلائی، اور بے تاد طیب کا محرم، نے لیکن میوات میں جہالت و بددینی کا جو طوفان تھا، مکاتیب کے یہ گزروا دیئے ان ورد کے میں چھان موثر کام نہیں ہوئے، اور مولانا نے بے فروری پر حتیٰ ہی گئی، یہاں تک کہ جب ایک کتبہ کا قلم جذبہ سرست افتاد کے س کو آپ نے سامنے پیش کیا گیا اور آپ نے دیکھ کر اس کی دھجی متونی ہوئی تھی، درویش اٹھ میں کہیں مسجد بیت کا کوئی رشتہ نہیں، تو آپ نے جھین دتے، اور میں نے مت کے کیا یہ تم کو اور بھی ٹھکانا شروع کر دیا

یہاں تک کہ انہوں نے ۱۳۲۴ھ میں دوسری بار حج کے لئے روانہ ہوئے، بسبب
سے وہ ایسی حالت میں تھے کہ انہوں نے اپنے حبیب و صحابی کیمیت عارفی تھی، ایسی کہ جس نے ایک
تمام نے طے کر لیا ہو کہ آپ آقا سے من مرا، مجھے غیر ہندکشت چھینے کا نہیں سمجھتا
لہذا دعویٰ ہے آپ کے دل میں وہم و گمان کا، وطر پڑا الہا جو حق تبلیغی تحریر ہے کہ تمام
سے عارف سے ہوا، انہوں نے میں رسول اللہ ﷺ کی رات ہوئی، اور انہوں نے فرمایا کہ ہم
نہ سے کام میں کے جس میں بعد سال بائیس ملایا جاتا ہے، ۱۳۲۹ھ میں قصہ ۱۳۲۹ھ کو پہلے مع
سوان پر شکر ہوا، انہوں نے اس سلسلہ کا پہلا خط لکھا، اور پہلے خط کے کام کے سے اور
نہ تکمیل کی، پھر بھی دونوں میں طوٹ گئے، رسول مقرر فرمایا، ابتدا میں آپ سے
طوٹ گئے، منصوص کو ایسی حالت میں بھی کہ وہ ۶۰۰ تک پہنچ گئے، لیکن طوٹ گئے کہ وہ ۱۱۰
میں طوٹ گئے، بہت سے یہ طوٹ گئے، حکام بدعت سے تھے، ان کے لئے احکام وین کی تھی
جو اصل جو بہت سے یہ طوٹ گئے، لیکن انہوں نے تحریر سے مختصر کر کے جوئے، ہوا، اے اس
تحریر کا جو طوٹ گئے، پر سرنگز فرمایا، ایمان، اخلاص، ملازمت، علم اور کام مسلمہ، رومی
بائیں ہیں جس پر انہوں نے طوٹ گئے، اتفاق ہے، اور جس سے کسی مسلمان کے لئے
حلال کی حقیقت نہیں، یہ جو باعص کے لئے کہ وہ اور کدوبہ کہتا ہے

فہرست ہے، انسان کو اپنی مرام کرنے کے لئے، اور رائے دہے میں ایک نمونہ اور
دیا جاتا ہے، خود ہی کہتے ہیں، دوسرے ہاں جو پاؤں نہ ٹھکرا لیا، اور وہ کہ چھوڑ گئے
تھے، اور خود ہی ہاں کو پلے، ہاں چھوڑ گئے، چاہے تھے کہ جیسے دوسری اور خائف ہیں، علم و
صلاح کے سرچشمے کو سمجھ میں، یہی محمد کا ایک ہاں بھی تھے، اور وہ بہ طبع انہوں نے
دین کا، آپ نبوت سے پہلے، کہ نبیاء کے یہاں اشاعت دین کے یہ دونوں طریقے
ہو جاتے تھے، ایک طرف لوگ، اور دوسری طرف (کہ) اور (کہ) یہ (کہ) جو کرا اور انہوں سے
پہنچے، یہی محمد کرتے تھے، تو دوسری طرف کی گئی، خانہ کے ہاں وہی اور عرب
کے اور ہاں قبیلوں تک خود آقا بہت سے ہوئے، اور وہ جو دین و کثرت سے نہ تھے،
میں کہ انہوں نے طلب کر لیا تھا۔

کی ایک قوم یا ایک حد تک دینا سمجھتا ہے اور دوسرے کو فوجی سمجھتا ہے وہ
 است نوٹ کرتا ہے اور دوسرے سمجھتا ہے کہ وہ ہے اور تصور ہے و سہارہ کی
 مصلحت پر پالی پھیرتا ہے۔ است، افسر کے ٹکڑے کر کے پیسے کو بھرنے
 کے کیا، پیدا، اندھاری نے تو اس کے بعد کئی ستائی است کو کا، تر
 مسئلہ اس بھی است کی حالتیں و دنیا کی حالتیں مل رہی ہیں کہ
 وال پر نہیں کر سکتی گی اس میں جو دریا کی کوئی نہ نہیں کر سکتی کے ممکن
 اگر وہ توں اور کائنات میں توں کی جہ سے، است کے ٹکڑے کر کے
 کر کے رہے تو خدا کی قسم اس کو اور تہاری تو نہیں کر سکتی چاہیں کی
 یہ صرف کلہ ہو سکتی ہے است تک بنے گی، است کیل طاپ اور معاشرت
 کی اصلاح سے اور سب کا حق لرا کے ہے سب کا کرام کر کے ہے
 بنے گی۔ بلکہ جب ہے دوسروں کے لئے اپنا حق اپنا معاشرہ ہیں کہنا جائے گا۔
 تصور ہے اور معاشرت ہو کہ ہے، و کر ہے۔ نہ اپ سب پر حقوں کر کے
 اپنے اور پر تک نہیں سمجھتا ہے اس است، است ہوتا ہے

(سوانح مولانا محمد امین ۱۹۰۷ء)

مور کے لئے 'اور ان' اللہ میں تھا لگے کہ ان کے ہر جن سے است کی محبت کا نہیں
 صہ ہے یا مال تھا ہر کتا ہے

مور کی افات کے بعد مولانا محمد امین ان کے کام مھوئی اس تحریک سے تیسرے
 اسے مقب ہوئے مولانا صرف اس کا لہ سے اولین شرفاء میں تھے۔ بلکہ مولانا ایسے
 صاحب کے وقت سے ہی کو یا اس تحریک کے دماغ تھے جنہوں نے مولانا محمد امین
 مولانا محمد امین پانچویں دور دوسرے رفقاء کے ساتھ اس تحریک کو دینی کے لئے کوئے تک
 یہ چاہا، اس میں توں پہلے نہیں کہ ان کے جہ میں یہ تحریک دین کی سب سے وسیع دائرہ
 تحریک میں تھی۔ اور اب شہیدی کوئی ملک و جو اس کے جس سے محرم ہو۔ مگر ۱۹۱۶ء کو
 مولانا کا انتقال ہو گیا، اور اب تحریک سے اس کی قیادت کا راستہ افسردہ ہے کوئے

تصرف لے تکیں، رموہ کار، محصیتوں کو اس کی باگ، دور سجدائے سے لے تکیں کیا، میں سے سزا مانا اظہار اُنکس صاحب بھی جہد کر پیا رہے ہو گئے۔ دراصل وہ جواں سالانہ اور جواں حوصلہ و سادہ دل نوجوان تھے۔ سحر صاحب اور مولانا محمد علی صاحب کی عارفانہ تحریک کی رہنمائی کا فرائض انجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ میں سے حمد و ست اور نذر بد و فہرست میں احسان فرمائے، مگر اس خفیہ کو سائل یہ کہہ دے ہم سندر تھے

تبعی جماعت نے ہمیشہ سے اپنی رہا پسند رکھی ہے نہ پامانی اور غیر پامانی سیاست سے دور رہے ہوئے حال میں مذہبی امور کی مسلمانوں کو حکومت دی جاتے، اہل کے بعدوں کو اللہ کے گھر تک جانے پاتے، ان میں خوف و حرمت کے تحت عمل کا چہ پہنچا دیا جائے، اسی لئے اس جماعت کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ یہاں، اہل کے اوپر یا زمین کے نیچے کوئی بات نہیں ہوتی میں، لیکن اب ہندوستان کی فرق پرست تنظیموں کو اس غیر سیاسی، شہر اور شورش سے دور، قافلہ بندی جماعت میں بھی وہشت گردی کی پوچھ آئے گی ہے، اہل حاکمہ، ملکی و غیر ملکیوں کے اجتماع کو ہر کسی کی حق قرار دیا جا رہا ہے، مگر پروپیگنڈا تو گارڈ، وراثتوں کے گھٹنے جیسے، میر تقی میرت اسکی بات کہہ تو یا تجب کہ چند ماہ پہلے کھدیب سے جیسے بکھر چلائے گئے جانے والے مصلحتی کے قسم سے بھی انکی ہے سراسر پامانی احبار، میں آئیں، یہ مسئلہ ان حقیقت، شایعہ و پامانی سے مدد ملے، کئے والے صحافیوں کے شیخ قسم سے کتنی چچائیوں کا خون ہوگا، وراثتوں میں ملحق سے جموں و غزنی کی بھی باتوں کی جانے گی

یہ ایک بہت بڑی سازش ہے جس کا مقصد ایک ایسی تحریک و تنظیم بنانا ہے جو پر راتنی شیروں سے لے کر جموں سے چھوٹے قریبوں، اہل توں، لہ، تم، آواز، صراحت اور جنگوں تک دینا اور یہ پچائے اور مسلمانوں میں اپنی مذہبی شان و بجا لہرنے کے لئے کوشش ہے اور آج اس کا نفع ایک ایسی حقیقت سے ہے جسے جگہ سرقہ نگہوں سے دیکھا جا سکتا ہے، محمد بن سیدنا کاموں کی دس سے قدر، رہا ہوں، کورنگ، شہر اور دیگر کیوں نے کاموں کو اختلاف، کچھ کے بجائے تقسیم کارخانہ، ناسوں میں، تک حقیقت سے کہ

دعوتِ تبلیغ میں یہ تحریک جتنی دوروں اثر لی حال ہے، وہ جتنی تھا یہ نئے دور اثر انگیز اور طریقہ کار کے اعتبار سے سادہ اور آسان ہے اور جس طرح قدم قدم پر خدا سے دلگاہے کاٹا کی بنائی ہے وہ ایک نمونہ ہے، جیسا کہ ہو کر اعجاز اسلام کو مسلمانوں کے باقی دشمنوں کے لئے غلط فہمیوں سے فائدہ تھا گراست، کیا بھی کاموں کو نقصان پہونچانے کا موقع ملے، حقیقت یہ ہے کہ یہ وقت کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جہانِ حق کا مین اور صحابہِ رحمت بن کر بے غلامی اور غلامی ہو جائے اور ان میں طلب اور پیکر ہو کر رہے اور یہ تحریک گمراہی اس وقت اس کام کو پامال نہ رہی ہے۔

(۳۰-۳۱-۳۲)

آتش پر غارت گری کر۔ جس سے، بلکہ جس کا مقصد دشمن کی حریصانِ شہر و خوب زادہ رہا۔
 ان کے سادہ جان و دماغ کو قوت دینے کی توفیقِ حق نے قسروں کو یہ بڑے غصے سے چھیرا ہے۔
 جس کی طاقت جو دشمن کو سرِ خوب کرے وہاں ہے۔

آگے اہلِ قضا کی بے حد کے راستہ میں خرچ کرنے کا ذکر فرمایا ہے جس میں اس
 باب کا اشارہ موجود ہے کہ طاقت کی تیاری (عدالتِ قوت) جس سرایہ و دانا خواران کی
 ضرورت بھی پڑ سکتی ہے، چنانچہ اس مقصد کے لیے جو کچھ خرچ کیا جائے وہ واحدِ سعادت
 ہی میں خرچ کرنا ہے قرآنِ اللہ کا کلام ہے اور فی مرتبہ تک نہایت کے لیے و میر و دینما
 ہے ہاں لیے قرآن میں جسی تعمیرات اختیار کی جاتی ہیں وہ ہر ذرا کا ساتھ دے لکھیں اور ہر
 زمانہ کے وسائل پر ان کی تعلیمات میں ہر

مختصراتی کے سر اور شاہد میں قوت میرا رکھنے کی بات بہت ہی محنتی فیرا و قابلِ توجہ
 ہے ہر قدر میں طاقت کا ایک ہی سبب نہیں ہوتا، بلکہ مختلف اور ریسر آلاست قوت اور
 سبب طاقت جدا گانہ ہوتے ہیں۔ اور اسے اس دو میں ایک بہت بڑی طاقت اور لکھ
 اہلِ باغ ہیں۔ ذرا ان باغ کی کڑواہ کو کامِ قدر پر پہنچاتا بھی ہے اور تھکاوار پر لڑکا تا بھی ہے۔
 اور چاہے تو بے قصوروں کو جرم سے شہرے میں کھڑا کرے اور پائے تو بھروسوں کو مصدعہ و
 سے کھڑا کرے، اس کا دل و دماغ اور ہیکل باغ کی ٹھیکوں میں ہے، اس لیے سزا اس
 و کی بہت بڑی طاقت ہے، اور یہی ہے "اعبذوا اللہ ما مستطعتم" میں مثال ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہی بتائے گئے تو آپ نے اس کے مطابق اور
 ایمان کی دعوت عام کے لیے ماس صو پر صدق چولی کا انقباض فرمایا۔ یہ محض کوئی انتقال
 اللہ نہیں، بلکہ اس کے طریقہ تھا کہ جب بھی کسی اہم بات کی ضرورت ہو، صفی
 پونہوں پر چڑھ کر دعا کرتے، یہ اس بات کی علامت بھی ہوئی کہ کون ایمان بات پیش آئی
 ہے، جس سے لوگوں کو یا خبر کی مقصود ہے۔ اس لیے تمام اہلِ مکہ و شہر نے ساتھ جمع
 ہو جانے اور گوشِ برادار ہو کر اس اعلان کو سنے، گوید۔ اس زمانہ میں مکہ کا سب سے بڑا
 و جہلہ و غافل جس طرح آج پورے شہر تک کسی خبر کو پہنچانے کے لیے ذہر کا سہارا

لیہ جاتا ہے اور اس میں شہنشاہ شائع کر دئے جاتے ہیں یہی طرح اس دور میں صحافی پر بڑی سزا عطا کی جاتی تھی۔

سیرت نبی کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے موقع پر بھی حکومتِ مدینہ کا کام نبھا۔ نئے حالانکہ اس دور میں حج میں یہی منکرات اور برائیاں اہل مکہ سے اپنی طرف سے شائع کر لی تھیں، یہاں تک کہ بعض لوگ احترام سے ہم پر کھڑکی بے عزائی کرتے تھے اور مردوں میں اور عورتوں میں بھی ایسا طواغیت کیا کرتے تھے، اسی اور عرفات میں اللہ تعالیٰ کی مہر و شرف سے بچائے لوگ اپنے باپ و جد کو کی تعریف کے لئے گانے اور شعلہ پڑھتے تھے، عکاظ کا میدان تو ماضی تباہ تھی میدان تھا اس میں دو نام رنگ دلیاں ہو اُترتی تھیں اور شرب و کباب کی مجلس آواز کی جالی تھیں جو پیش کشیوں اور مستیوں پر بدستوریوں کے لئے ارم بند سے ہیں، لیکن اس میدان میں بھی آپ کیچھے اور لوگوں تک حق کی وجہ پہنچانے والی مدد دینے والے اجتماعات کے لئے برکت سے سلام نے حق کو شوق ہوئے اور پھر اسے جان نثار کرنے کے تارنما عالم میں انکی جاں نثاری اور خود اپنی قربانی کی مثالیں تھیں۔

ان اجتماعات میں جہاں اور وہاں دعوت حق پہنچاتا سر زمانہ کے طاقتور ترین اور وسیع اثر و رائج الامارے سے مسعود کی بہترین مثال ہے، اس سے پہلے عہد کے ذرائع ابلاغ سے فائدہ اٹھانا اور ان تک پہنچنا حاصل کرنا صرف محنت کا تقاضا نہیں، بلکہ عظیم تعلیمات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی ہے، اس کی وجہ یہاں اور بہت سے پہلوؤں سے برکت کی رحمت کی راہ اختیار کی ہے، وہیں ذرائع ابلاغ کی طرف سے اناری بچے، جمعی بھی ایک قومی گناہ سے کم نہیں۔

یہودیوں کے کم ہمارے میں جو ہے کے باوجود صحافی اور سیاسی یا علمیوں پر اس کے حق کا اصل دار بھی مذاہن طاقت ہے، جس نے راہ پر چمکندہ فی مصاحبت کو بے پناہ کر دیا ہے، اس ساری پہلے کے عہد و اشہد کے معنی پوری دیا تھے اسے ختم و ماریے۔ مجموعی طور پر یہودیوں کے ایک بڑا زمانہ سوائس و نا سے شائع ہوئے ہیں، ان کے

ہو چکا ہے اور اس طرف کی غلط فہمی، اپنے انہماک سے بے خبر اور جو کمال سے غور و
معاذ پر یہودیوں نے حاصل کی ہے یہ حاصل کرنا ہوا تھا پتا بھولنا تھا ہے

سیرتی دیا کرتا مگر نے کے بعد آپ اس کا ٹٹا۔ عالم سلام، عالم عرب اور مشرقی
ممالک میں۔ مسئلوں اور عربوں پر یہودی ذرائع بارش کی وہ ہری جتا ہے، آپ عرب
فلسو اور مادیوں اور مکالموں کے۔ اپنے تصور پھر انہی سے کہ مسماں ہوا اور عرب
خصوصاً حامل شدت پسند، مجر جو قتل اور بے رحمی نے مای، بے رحمی و تندہی، غریب
و قلاں اور شمش پرست ہو جاتے ہیں۔ در عرب اور عربوں کے یوں دے و شہوت میں اپنے
دھمکتے ہیں کہ انہیں انہوں طرف کی کوئی دشمنی ہی ہے تو وہ فوراً یہ کہتا ہے
سوی شعبہ کی بے رحمی کے لیے بھی دشمنی ذرائع کا استعمال کیا جاتا ہے، عربوں
تصویروں کو کرتی۔ ت کے بار میں نتائج کرے کے بی و قیمت سامنے آچکے ہیں

مغربی ممالک کا عربوں کے ساتھ کسی قدر تسخیریز اور بے چین انگیزہ رہا ہے۔ اس کا
ادارہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ CNN بھی مشہور ٹی وی، وہی نہیں یہ ممالک کا
استعداد کی طرف رہتی ہے۔ یہ ممالک یہ چیر صاف کر سکتے ہیں کہ گندہ عربوں کو بھی
اس سے گندہ کیا جاتا ہے کہ مغربی، یہودی میڈیا اسلام سے، مسلمانوں سے اور
عربوں سے کسی نفرت کا تصور چھوٹکا ہے اور تو نے سامنے نہ لکھی تصویر بناتا ہے۔

دوسری طرف ٹی وی اور دور سے ذرائع ابلاغ کے ذریعہ عالم عرب میں سے
جیانی، فلاحی و فروع دینے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے، عالم عرب میں بڑی دانستہ اور
تاکیدانہ حکایت کے اعتبار سے مصر کو ایک انیاری مقدمہ حاصل ہے اس لیے سب سے
پیسے اور سب سے زیادہ کی قدر کو مغرب سے یہ بدظن بنایا ہے۔ مصر کی ٹی وی کے
نوجوانوں سے روزانہ ۱۹۹۹ گھنٹے پہ گرام فون کیے جاتے ہیں، میں میں دینی پروگراموں کا
تساہی بھی سامنے میں یہ ہے۔ (مغربی میڈیا ۲۰۰۳) مصر میں ہمیں اور کانٹوں اپنے
کاموں سے مغرب عام پر آ رہی ہیں کہ اس ناموں میں سے شرم و دما اور سخت و پستائی کا
غور ہے، اکثر عرب ممالک میں امریکی اور مغربی فلمیں (جو دنیا دور یہودیوں کا نتیجہ

فکر کرتی ہیں اور کسی بات میں ایمان کے عروج پر جسے عربوں و فارسیوں نے پہنچنے میں عالمِ عرب پہ اس کا نہایت ہی مصلیٰ اثر مرتب کر دیا ہے۔ ہندوستان پر غالب برصغیر میں سحرنا تبہ دیب و اشاعت جس وقت کے ساتھ حملہ دہائی ہوئی ہے اور جس تیزی سے مغربی مٹیں ہندوستان کے شرعی، سماج و ادبی گروت میں لیتا جا رہا ہے وہ ایک کبھی حقیقت ہے اور شاید ہی کوئی حساس دل ہو جو اس کی ککھ ککھاس۔ کرتا ہو۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان ذرائع ابلاغ کی طرف توجہ دیں اور مینڈیٹک مسلمان حاصل کریں۔ ہندوستانی میدان پر نگہ پریوہ کے عاقبتی وجہ سے مسلمانوں کو گنڈہ نصف صدی میں جو نقصان اٹھانا پڑا ہے وہ ناقابلِ تلافی اور ناقابلِ علاج ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ میں مسلمان اپنا ثرور و حوالہ بن جائیں اس کے لیے منصوبہ بند طریقہ پر چند کام کرے ہوں گے۔ ذہن تک کے مختلف ممالکوں سے ذہنی و اصلاحیت مسلمان طلباء کو جرم لازم کا کوئی کرنا اور انہیں انگریزی اور مقامی زبانوں کے اخبارات وغیرہ میں داخل کرنا اور سرے جو لوگ مسافت کے پیش سے واسطہ ہیں، جو دوسرے واقعہ ایسا ہی ضروری کار ہیں ہونا اور ان کے متعلق سے انہیں دعوت دینا اور مسلمانوں کے مسائل اور اسلام کے بارے میں اس کو صحیح معلومات فراہم کرنا اور ان کی غلط فہمیاں دور کرنا، دوسرے اپنے مسائل کا پیش کرنے سے لے کر ایسے محفل و قلم کرنا جس کی پالیسی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو۔ اس کا خود قلم و قلم پر نظر کا لزمہ پھیل ہے، جو غلط فیصلوں کو دور کرنے اور حقائق کو پیش کرنے میں بہتر کردار ادا کر دیا ہے اور خود مغربی ممالک تک بھی حقائق کو پہنچانے میں اس نے کسی قدر کامیابی حاصل کی ہے۔ ہندوستان میں بھی مسلمانوں کو ایسی تدبیر اختیار کرنی ہوتی تاکہ برادرانہ وطن کے غلبہ میں شکوک و شبہات نہ جو کائنات چھوئے جا رہے ہیں وہ انہیں نکالے میں کامیاب ہو سکیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کا انگریزی اخبار ایک خواب ہے، نہ معلوم کہ تیسری صدی قسمت میں ہے یا نہیں؟ یہ بات نسبتاً آسان ہے کہ مختلف ممالکوں میں مقامی زبان میں مسلمان اپنا اخبار نکالیں جیسا کہ اس وقت ملایم اور انگریزی زبان میں مسلمانوں نے اپنا

اجا کھانے میں کامیابی حاصل کی ہے مگر اس کے حالیہ سادش گھم و غور کا جو حصہ ۲۰ ہے اس میں بعض شرچند مگر لی اختیار اب کامیابی کر رہا ہے۔ جنہوں نے دھماکہ تو سر دھڑ کر غلط طریقہ پر پیش کیا اور سب دھڑوٹوں کی مصمت ریری کی جگہ ظاہر نے آگ پر تیل پھرنے کا کام کیا ہے۔ ان حالات میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان متاعی رباؤں میں حاضر کر ہند میں اپنا انداز نکالیں۔ کچھ سے کم ہندی جیل، دھرمی، لڑا اور بنگالی رباؤں میں ہیں کہ صرف مسلمان قادر ہیں کہ ذریعہ اجا کر دہرہ کھجاسکتا ہے۔

غرض درمیان ہمارے مصروف کا حقہ اختیار ہے اور اس میں اپنے ترور سوخ پیدا کرنا اور اس دسویں کو دینی اور دینی مفادات کے لیے استعمال کرنا وقت کا بہت بڑا جہاد۔

(۲۸ جون ۱۹۰۲ء)

جو ضرب کلیسی نہیں رکھتا وہ، ہنر کیا؟

[illegible]

مکرم اور صاحبہ کا ایک ذریعہ و وسیلہ ہے۔ انہیں اپنے مقاصد کے لئے بھی اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔ وہ اس سے قصائد و گانے بچھلے گانے کا بھی کام لے سکتے ہیں۔ انہیں فوسل کر فسانے نے اپنی اس عظیم اور امیازی صلاحیت کا استعمال بہتر و تعمیری مقاصد کے لئے مکرم اور خراب اور مخرب و تعمیری مقاصد کے لئے تزیینہ کیا ہے۔ اسلام سے پہلے شعراء و سب کے سوا ملکات و ندرے ہیں۔ قریب قریب ان سب سے شعراء و غنم کا مجموعہ انہی چیزوں کو دیا ہے جو نہ اسلامی فکر و افلاک کی تعمیر میں معاون تھا نہ اسلامی فکر و افلاک کے حقیقی مسائل کو بھارتی میں مردم و جوانان ہوا عرب و ایران و ہندوستان میں جو لوگوں کے فکر و خیالات کا کوری ہوئی تھیں۔ ایک قوم پر یہ حکم و ترہ جس میں جنگ و جداد پر ابھرا راجا اپنے معدوم کی

بہار کی اور شپاعت کا اظہار ہوتا اور اپنی فتح اور دشمنوں کی شکست سے ملوثی و لذت تماشے کیچیتے جاتے، خود منہ و سہاں میں راہیں بازو نہیں اسے بلکہ سب کا نمہ ہے۔

دوسرا موضوع مرثیہ اور نوحہ کا تھا۔ عرب شاعری نے بھی اس میں بڑا حصہ پایا ہے، کسی شخصیت کی موت کا ایسا نقشہ کھینچا جاتا گویا کہ کی دہات سے زمین میں بھی زلزلہ پیدا ہو گیا اور آسمان میں قوسوں کی برسات بہہ پڑی۔ ادب کا تہہ و بیہودہ صلیب اور خوشہ ہوتا تھا۔ ارباب اور عوام بے تمیز اپنی کاہل اور مست گالی کے لئے مشہور تھے۔ بادشاہوں اور مہم جوؤں کی خوشہ میں اشفا کیجئے، مٹائیے لکھتے اور زمین کو ہلنے سے ہم آغوش کرتے ایسی مزاحیں کرتے تھے عقل فہم سے بھی ماوراء تھے اور خداداد کرام کی صورت میں اس کی ہمت دھیل نہ تھے اس لئے قصوں اور مبالغہ گوئیوں کا عام بول چال میں ایک سنگین برائی ہے، لیکن شعر و سخن کی دیانتیں میں سب سے بڑی خرابی، بلکہ ادب کا اختیار ہی صاف سے شعرا اور ادبا کا ہے۔ موصوع حسن و عشق اور شراب و شباب رہا ہے۔ جن اخلاقی سوز اور حیلاحت و تورا کو کوئی شریب نہیں اپنی مجلس ادب میں بھی نہیں کہہ سکتا۔ شعر و ادب کے کام پر اپنی باتوں کو بیوں اور شاعروں نے مجمع عام میں مشتاقانہ اور اپنی تحریروں کے ذریعے چار و پنج عالم میں پھیلا دئے ہیں بھی کوئی جرات نہیں تھی۔ یہ موضوع جو جن سب میں زیادہ گدگد اور قضا کا موجب تھا، مشرق و مغرب کے ادب میں ہی قدر محبوب و مطلوب قرار پایا۔ کیونکہ نظم کے انجمن کے بعد ادب میں ایک نیا رجحان پیدا ہوا، جس نے عذات کا لب و لہجہ اختیار کیا اور بے کھانچے لہجے سے متعصب و بے تاب۔ عین ہی سے اس کی ابتداء ہے اور بیٹ ہی پر اس کی انتہا ہے۔

ادب کی یہ ساری مضامین انسانی تاج کو عذاتی بگاڑ اور فکری اختصار کے سوا اور کچھ نہیں دیتیں۔ یہ انسان کو اپنی دروشت گرد بناتی ہیں، خوشامد اور چالیں مائل ہیں، محبوب کے گیسو رخسار کا سیر کرتے ہیں اور انسان کے عقلی جذبات ہی کو اس کا مقصد جو بناتی ہیں، یا پھر عقل و دوست کا حریف اور ایک بھوکے جانور کی طرح شہم پروری کے لئے مضطرب و مقرر کر دیتی ہیں۔ کیا ایسی شاعری اور ادب انسانی تاج کو کون قطع پہنچا سکتا

بھی ٹھیک پہچانیں۔ انہوں نے بھی اپنی طرف رجوع کی۔ انہوں نے ہاتھ ملانے کی جھڑپیں کیں۔ وہ تو ایسا
 اور اس کی دلاشوری اس میں کچھ بھی نہ تھی۔ وہ تو ایسا ہرگز نہ تھی۔ اس نے اسے
 "مبارک" کہتے ہوئے کسی طور لڑی صورت سے اترنے کو چاہتے تھے۔ وہ تو افسانے
 بھگتہ۔ ان کے ہاتھ پاؤں، سر، گردن، کمر، کمرے سے نیچے آگیا۔ اس نے یہ
 پارہ پانی ہاتھ کی صورت کا مرحلہ تھا اس بندہ سے بھی وہ کسی طور سے بکھر رہا تھا۔
 کے لئے آواز نہ تھی۔ لیکن ان وقتا نے۔ قول ان کے من کے ساتھ وہی معاملہ تھا جیسے
 ہر سے دوبار میں "دور پائی" کی ساری کھینچنے کی کوشش کی تھی۔ وہ کوئی اس کی حالت کرنے
 ملا تھا۔ آخر اسے یہ بتا دیا کہ تو نے اسے کب سے ہم نکلے۔ اسے صدق انہوں نے اس
 عہد کو خیر یاد کیا اور اسے اپنے گناہوں کے بدلے میں اس طرح چھینے ہوئے ہیں کہ کسی
 طرح چھٹکارا نہیں پاتے اور صورت حال یہ ہے کہ "میرے تیرے حوالہ کوئی پوچھتا نہیں"۔
 اس سے بھی زیادہ حیرت کے کاغذوں سے سننے کہ ملک کے پہلے وزیر اعظم جوہر
 مال نہرو (جو بہت روشن خیال تصور کئے جاتے تھے) نے بھی ملک اٹھانے کے وقت
 جیو تھیوں سے مشورہ کیا تھا اور اسی نے اسے بجے شب سے ۵۰ سال پہلے ملک لینے کی
 حوالہ کی تھی۔ ماؤنٹ بٹن کے لئے بھی نہرو کی یہ بات غلط تھی۔ اور اسے حیرت تھی۔
 وہ نہرو جیسے سا کھٹک وہیں آئی تھی۔ اس کی ذرا بھی توقع نہیں رکھتے تھے۔ لیکن نہرو جی
 نے جو تھیوں کے فلسفہ فطرت و تمدن کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

ماؤنٹ نے اتنی تھی زاری کرنی ہے۔ اس کی قدم سے چاند کے گلیچے کو روند دیا ہے۔
 حریف پر اس نے کھڑا ہے۔ مسودہ کی موجوں کو چر کر وہ اس کی تہ تک پہنچ گیا ہے اور
 کائنات کی ایک ایک تہ کو وہ اپنے علم و تحقیق کی گرفت میں لینے کے لئے کوشش ہے۔
 یہاں تک کہ اس نے حیوانات کی پیدائش کے لئے ایک "موسیقی نظام" کا اختراع بھی کیا ہے۔
 لیکن اگر اس میں عقیدہ وہاں سے محروم ہو تو علم و تحقیق بھی اس کو باہم کی مادی سے آزاد
 نہیں کر سکتا۔ وہ دنیا کی ان تھیوں کے لئے کو اپنی تھی پرکا، ملک تصور کرنے لگتا ہے جو اس کی
 قوموں میں چلے اور جن کو وہ اس نے خود اس کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے۔

اسلام کے نہایت کوثر ہے۔ کا جو عقیدہ دیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ آسمان سے لئے بڑا عہد ہے۔ جو میرے یہ ہے۔ انسان صرف خدا ہی کو جس کا ناس کا رب اور نفع و نقصان کا مالک تصور کرے اور اس بات کا یقین رکھے کہ خدا نے اس کے لئے جو کام میں رکھے ہیں، کوئی سادہ سادہ اسے ناکامی سے ہمہ تن نہیں نکلتی ہے اور خدا نے جو کامی مقصد کر رہی ہے، کوئی قدر اس کو اس سے بچ نہیں سکتی۔ اور یہاں تک کہ یہ نہایت بڑا عہد ہے۔ اور اسے اس کی سادہ سادہ اور ممکن ہے۔ انسان کی قسمت اور تقدیر میں کوئی دخل نہیں رکھتے ہیں۔ یہ ایسا عقیدہ ہے جو لوگوں کی دنیا کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں اور اسان کو ان کے سامنے عہدہ رہ جانے اور اپنی کتاب تقدیر ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے بچتا ہے۔

اسلام سے پہلے بھی بعض سینوں، پانوروں اور پر مدوں کو محسوس خیال کیا جاتا تھا۔ لیکن عقیدہ توحید نے اس قسم کے اوهام و حرافات کی غلطیوں کو چاک کیا کہ جاتا ہے کہ جب شاہ محمود نے ہندوستان کو فتح کیا اور جہانپار کرنا چاہا تو جیہتیوں نے منع کیا اور کہا کہ یہ ناسا دیک وقت ہے۔ یہ تہذیب کو نہ وہ لکھا ہوا آدلی تھا، نہ ساسی علوم حاصل کئے تھے۔ نہ کسی ذہن کا ماہر تھا، نہ کسی یونہی سنی کا فاضل تھا، لیکن مسلمان تھے۔ اس سے بڑھتا نکلا گیا۔ کہا کہ اس طرح کی بات پر شریکین اور تنگنٹ کے ماننے والے (نیرائی) یقین دہتے ہیں، ہم مسلمانوں اور ملی توحید والی باتوں کا یقین نہیں کرتے۔

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے عہد میں مصر کا علاقہ فتح ہوا، مصر میں مشرک اور غائب مروج تھا۔ مصر کی ردا عت کا دارو مدار دینے نکل پر تھا۔ تعلق مسلمانوں کے قصے بعد دینا غلبہ ہو یا کورنر سے ملی ملک نے کہا کہ وہ باقرانی کا جو شکار ہے، ہم لوگ ہر سال ایک کھوری لڑکی کی بھیت چڑھاتے ہیں اس کے بعد ہی پالی جادی جوتا ہے، کورنر نے حضرت عمرؓ کے پاس اطلاع بھیجی، آپ نے ایک تحریر لکھی، یہ تحریر دینا کے نام تھی کہ "اگر تو خدا کے حکم سے رہتا تو جادی ہو جاتا، اور نہ ہمیشہ کے لئے تنگ ہو جاتا" آپ نے یہ اہمیت لڑائی کے لئے دینا بھی ڈال دیا جاتے، جیسا کہ کیا ہے اور۔ یا کاپا، یہاں دینی حاکم بحر تنگ ہو۔ (دیکھئے محمد رضا القادر علی عمر بن خطاب ط ۱۷۷)

سریں تھیں شہر ہے کہ۔ کون وقفہ نکلیں سے دور۔ بچوں کے۔ دلی اور مس
 ، مرادوں سے دور۔ میں جاؤں۔ سر اور کٹیں۔ تو اپنے گلے سے ہے۔ سبوں کا پر
 نکل اور انا ہے کہ ساتھ ہیں۔ پہلی دور سب سے بڑا شخص ہے اور حق اور بچائی پر
 استقامت اور اس بات سے ساتھ حنائی سب سے ہے۔ اسباب جو موت اور "مجھ" سے
 جو شخصوں سے مراد کہ "مجھ" کے۔ دے میں سب سے کرتے۔ "میں" کے۔ اسان جو
 اپنے ضمیر سے (شرعیہ یا نکل مراد۔ سو) بچے کہاں اور وہ اپنے بارے میں استفسار
 کرے

حقیقت یہ ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ بات کی فکر یہ ہے کہ جو حیدر کا معنی۔ نئی رمی
 حمت سے میں نقدہ سے ایک حد سے سنے ہیں۔ کیا جیسے "ہم کو مورد حم کیا ہے
 جہنم میں سے گئے ہیں وہ۔ دس پر چمکے سے فرات کو چھو ہے اور کتنے ہی تو کھات کی
 پر سادہ اور عدلی سے اسے حالت بخشی ہے۔ اسی کی طرح شاعر حق شہ میں علامہ اتار۔ سے
 شہر لڑا ہوا ہے۔

وہ ایک مجدد جسے لوگ "ماں" کہتے ہیں

جہرہ کہی سے انا سے کوئی کو کھات

(۱۰۰ پر ۱۹۹۸ء)

کامیابی کی کلید

طوفان اس لئے آتے ہیں کہ اپنی تباہ فزونیوں کے ساتھ گمراہی میں، سوچیں اس لئے حکماظم ہوتی ہیں کہ سہل کو روک کر، اپنی چلی جائیں، سسٹم اس لئے چھوٹے میں گمراہی کے سین میں جہاد سے چھپے ہوئے ہیں وہ پہاڑ ترسناکت و جلد ہو جائیں اس کی ہلاکت خیریاں اور تجربہ نگیریاں ہی شدہ سوچیں کہ لگتا ہے کہ کائنات کا کوئی ذرہ اس سے بچے، استعداد سے بچ نہیں سکتا، لیکن ان کو شہادت و امام حاصل نہیں ہوگا، انہوں نے کسی شخص اور اجتماعی زندگی میں بھی ایسے طوفان اٹھتے ہیں کہ جس سے اس لئے اور قدم ڈھکائی لگتے ہیں، لیکن اس میں یہ اس کے لئے آزمائش کے لمحات ہیں، مگر وہ کچھ دیر اس میں استعداد کا ثبوت دے، اُن کی سب سے دوچار ہو، بات سے مطلوب نہ ہو، اور وہ عمل کی تعلیمات میں مبتلا ہو کر کوئی غیر روئے شہادت م نہ کر ہیئے، تو یہی مصیبت اس کے لئے رحمت کا مقدمہ اور بھی دیتی ہے، اس کے لئے مریدان کا پیش جبرمات ہوتی ہے۔

مومن و قرآن نے ایسے مواقع پر وہ قوت کا حکم دیا ہے، مبرا اور مصلوٰۃ۔ مبرا کیا ہے؟ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی عزت و قریب کی موت پر رونے، جو اس سے بھٹاپ کا نام "مبرا" ہے، لیکن حقیقت میں مبرا کا دائرہ بہت وسیع ہے، اور اس کا تعلق زندگی کے تمام شعبوں سے ہے، مبرا کے معنی یہ ثابت کرنے کے ہیں، قوت برداشت بہت بڑی جو ہر بے درہاں قوت سے محرومی بہت بڑا عیب ہے، جس آدمی میں قوت برداشت ہوتی ہے، اس میں ہر کی صلاحیت ہوتی ہے، مادہ و مخالفت سازشوں سے غلطی کی مؤثر کاروائی کر سکتا ہے، نیز، کوچوں کی سب سے زیادہ مخالف حالات سے گھبراتا ہے، تاہم اس لئے ان میں علم و برائی، جو مخالفت کو سبکی صلاحیت میں جا ب نہ سب سے زیادہ رحمت ہوتی ہے۔

کے خالق سے واقف نہیں تھے۔ انہوں نے بھی عبداللہ بن ابی کی حمایت کی۔ اس موقع پر قرآن مجید کی آیت ان لمن انصارہ صوبائی کی تصدیق میں نازل ہوئی۔ حضور ﷺ نے ازہم شفقت اللہ کی کوشش کی کرتے ہوئے، ارشاد فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کی ہے۔

حضرت عمرؓ پر حق کا جوش غالب رہتا تھا۔ انہوں نے آپ سے اجازت مانگی، کہ عبداللہ بن ابی کی گردن مار دی جائے، اگر حضور ﷺ اس کی اجازت مرحمت فرماتے تو حیدر بجا ہوتا، کہ "الھفۃ اشد من الفلفل" "لیکن آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا تاکہ اگر میں ایسا کروں تو انصار کو غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے، اور لوگ بھی ایسا سوچیں گے کہ محمد ﷺ خود اپنے رفقاء کو قتل کرا رہے ہیں، اس لئے آپ ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی اور مجاہد کو قبیح کرنے کا حکم دیا، پھر آپ ﷺ اس پورے دن، رات اور آئندہ دن دوپہر تک عطا فی معمول چلتے رہے، یہاں تک کہ صحابہ تک کہ چور ہو گئے تو آپ نے پڑاؤ کرنے کا حکم فرمایا، اس سلسلہ سزا کا مقصد یہ تھا کہ لوگ اتنا تک جاتیں کہ انصار دھما دھما کرین کے درمیان جو کئی وہاں پیدا ہو گئی تھی، اس کا اثر جاتا رہے، پھر ایک رات آیا کہ خود عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، یہ بہت غصے مسلمان اور نبی کریم ﷺ کے خاصہ دشمن تھے، انہوں نے درخواست کی کہ میں اپنے والد کے خالق سے واقف ہوں، اور اگر آپ ﷺ کا حکم ہو تو میں خود انہیں قتل کر سکتا ہوں، آپ نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جب تک کوئی شخص اپنے آپ ﷺ کو مسلمان ظاہر کرے گا۔ میں اس کے ساتھ مسلمانوں کا رہائی سے مل کر رہاں گا، پھر آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو یہ صورت حال بتائی کہ اگر ہم اس وقت عبداللہ بن ابی کے قتل کا حکم دیے تو اس سے بعض غصے مسلمانوں کو بھی غلط فہمی ہو سکتی تھی، لیکن اب یہ صورت حال ہے کہ خود ان کے بیٹے ان کا سر قلم کرنے کو تیار ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رائے میں برکت رکھی ہے، بارک اللہ فی دہی رسولہ

یہی حکمت و مصلحت تھی جو یہ بات اور جوش پر جوش کو غالب رکھنے کی بات

ہے۔ رسول اللہ خدا کی حیاتیہ عظیمہ میں اس کی کئی سی مثالیں ملتی ہیں۔ موجودہ حالات میں مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ اس صورت حال کو سمجھیں مگر ہم نے مطلوب اخذیات ہو کر چند بھر بھٹک دینے، تو اس سے یقیناً دوسروں کا کچھ خاص نقصان نہیں ہوگا اور اس سے آپ کو کوئی فائدہ حاصل ہوگا، البتہ اس سے آپ کے لئے بہت زیادہ نقصان و محنت کا اندیشہ موجود ہے۔ کوئی انسان کتنا بھی ظالم اور بد خو ہو، اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کو اپنے ظلم و جور کے لئے کوئی دلیل یا توجہ آجائے، خود وہ کثرت سے کفر و رکیوں سے شیطان نے بھی اپنی عدول حکمی کے لئے ایک دلیل دریافت کر لی تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بازو ٹکلیں اس کے بازو ٹکلیں سے کتر ہے، اس لئے وہ آدم علیہ السلام کو پتھر سے مار دیا۔

اگر ہم مشغول اور بے برداشت ہو کر کوئی معمولی حرکت بھی کر گزریں تو جو لوگ اپنے سینوں میں بغض چھپائے رکھتے ہیں، وہ اپنی زیادتی کے لئے سند جواز ہاتھ آجاتی ہے، گویا ہم اپنے ہاتھوں ان کو اشتعال کا جھنڈا دے دیتے ہیں، پھر لوگ واقعات اور اس کے اصل محرکات کو نہیں دیکھتے، بلکہ ظاہری سبب کو ہی اس کا ذمہ دہنڈا کرتے ہیں، اس لئے ایسے مواقع پر سوچنا چاہئے کہ کوئی ساقدم ہمارے مقصد کے لئے مفید و معاون ہوگا، مثلاً کیا افغانستان پر امریکہ کے ظالمانہ حملہ کی ہمت ہے، اگر ہم حکومت سے شکایت کی کریں کہ وہ اس معاملہ میں مظلوم کی طرف داری یا کم سے کم غیر جانبداری کو برقرار رکھے، تو یہ ایک معقول بات ہوگی، اسی طرح مغربی اور عالم اسلام کے سفارت خانوں سے بھی طاقتیں کہہ سکتے ہیں اور ان کے سامنے اپنے جذبات رکھ سکتے ہیں، لیکن اگر ہم اس مقصد کے لئے سرزموں پر نکل آئیں تو اس سے ہمارے مقصد کو کوئی حقوریت حاصل نہیں ہوگی، لیکن فرقہ پرست طاقتوں کے خلاف ضرور حقوریت ملے گی، اور یہ ہمارے لئے کسی قدر نقصان دہ ہوگا، جو خارج بیان نہیں۔

خدا کی مدد کا دوسرا اچھا بڑا "مسلو" ہے، مسلولہ کے اصل معنی غماز کے ہیں، مرنا یا ایک ایسی حالت ہے، جس میں انسان خدا کے سامنے اپنے آپ کو مکمل طور پر بچھا دیتا ہے اور پیشانی سے لے کر پاؤں تک اٹک اٹک خدا کی بندگی میں مشغول ہوتا ہے، اس لئے نہاد

براہِ عمل رجوع الی اللہ کا عنوان ہے۔ یعنی مشکل حالات میں انسان اپنے رب کی طرف
 پوری طرح رجوع ہو جائے۔ وہ خدا کی پودھت پر اپنی پیشانی رکھ دے۔ اگر پہچانتا ہے تو
 حق پر یقین ہے تو وہ حق با حقوں کو مان وائیں، نہ خدا کی طاقت ہے نہ ہے۔ جو تو
 روز و شب خدا کی قدرت کو ہمہ دیکھتے ہی رہتے ہیں لیکن یہ قدرت اسباب کے پردہ میں
 ظہور پذیر ہوتی ہے۔ کبھی کبھی خدا کی طاقت اسباب سے آواز ہو کر بھی انسان کے مشاہدہ
 میں آتی ہے۔ غور کرو کہ جب حضرت موسیٰ کو تو قوم بنی اسرائیل کا پیچھا کرنے کے لئے فرعون
 کا لشکر جارجیہ ہو رہا تھا۔ اور کبر و غرور سے مغرور ہو کر نکل رہا تھا تو لوگ بھی دیکھ رہے تھے
 یہ لشکر مسلمانوں کی نسبت دیر دیر کرنے کے لئے چل رہا ہے، لیکن اللہ کے یہاں یہ مدت
 مقدس تھی۔ لیکن گاہِ اجتناف خدا ان کے قیامت و قیود ہونے کا ارشاد میں جائے گا چنانچہ وہی
 ہوا۔ پھر کے معرکہ میں جہانم سے سوارا اور پیادہ کے سے چلے آئے تھے رسول اللہ
 ﷺ نے ان کے ہارے میں فرمایا کہ کہنے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے سامنے ڈال رہا
 ہے۔ ان کے جوش و خروش کو دیکھ کر انہوں کو خیال متہرا ہو گا کہ یہ قدم پندگی اہستہ سے اہستہ
 عبادِ خدا کے لیکن اسے خبر تھی کہ اللہ تعالیٰ ان مومنانوں کو اس لئے جہنم کر رہا ہے کہ خود ان کا
 وجود مقرر ہوئی ہے۔ مٹ جائے اور کہہ اپنے قہری سردار میں سے نجات مل جائے، آئندہ
 اہل مکہ کے لئے دعوتِ حق کو قبول کرنا۔ ان ہو، غرور و احزاب میں اتحاد یوں کی ایک پیادہ
 جیسی فوج اس لئے جمع ہوئی تھی کہ وہ مسلمانوں کے متہرنا مسلمانوں کا کاف خاقانوں کو متحدہ
 مریودہ کر دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور تھی کہ اس آفریں و شش کی ناکامی کے بعد
 ہمیشہ کے لئے ان کی ہمت ٹوٹ جائے، اور خود ان کی ضمیریں بکھر جائیں۔

اس لئے ہمیں خدا کی طرف اور اس کے خزانہ طاقت سے مدد لینا چاہئے۔ پھر اس
 کے لئے نہ کوئی چیز انہوں نے ہے اور نہ کوئی بات۔ لیکن وہ چاہتے تو وقت کی ہر طاقتوں کو آواز
 کا دھیر بٹا دے، اور اپنے کفر و بددلی کو آئین و فلاں سے زبردست قہر و غنا کا مقصد ہر
 ہے کہ مومن خدا کے غنیمت خزانہ سے آجاء حاصل کریں۔ لیکن میرا اور جو مومن ان اللہ
 اللہ کی مدد کی کلید اور کامیابی کا اھمید رہے اور بے مبری اور خالق کے بنائے۔ بتوقت

نہر سے نہ تو مٹی کے لئے نہ کھیتی باڑی کا پیش خیرہ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اترتہ و قمریہ کی خبر اور صلہ کے ذریعہ اللہ سے دعا چاہی۔ بیشک اللہ مہر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ یہ آخری فقرہ مہر کی حریت کید کے لئے ہے۔ کیوں کہ مہر ایک مشکوک کام ہے۔ چاہے جذبات کی آگ کو اپنے سپہ بھائی اور غصے کے تقاضوں کو آپ قتل کرنے کے مترادف ہے، انسان کا کسی مقصد کے لئے بیماری جان دینا دنیاویہ آستان ہے، لیکن کسی کارکن سے گھٹ کر مرنا اور مسلسل اپنے جذبات کو تھکے دہرے چھلانا بہت دشوار کامی سے شاعر نے خوب کہا ہے۔

غلطی در تکی ہے تکی کے مہر جانے سے کیا ہوگا

ہو ہے کام جرم سے وہ پروا توں سے کیا ہوگا

موجودہ حالات میں ہمیں اپنے آپ سٹلنے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے، ہمارے دل حوصلہ و ہمت سے معمور ہوں، ہمارے جذبات کی انما و نمکت و شعور کے ہاتھوں میں ہوں، ہماری پیشانی میں خدا کے نقیصہ کا نور ہو اور ہمارے ہاتھ اپنے خالق کے حضور اٹھے ہو جائیں ہوں۔ یہی ہمارے لئے کامیابی کا راستہ ہے۔ ہر کسی طرح ہم اللہ کی مدد کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

(۹ دسمبر ۱۹۷۱ء)

